إزالۃ الشکوک

ردّ عیسائیت میں سب سے زیادہ مفصّل اور مدلّل کتاب

جلد چہارم

تصنیف

حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ

بانی مدرسہ صولتیہ - مکہ مکرمہ

تحقیق و تسہیل

مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مکتبہ معہد الشریعہ، لکھنؤ

اِزالۃُ الشکوک

ردِ عیسائیت میں ایک مفصل اور مدلل کتاب

چہارم

حضرت علامہ مولانا شیخ رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی
بانی مدرسہ صولتیہ ، مکہ مکرمہ

تحقیق وتسہیل
مفتی مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی

نام کتاب	ازالۃ الشکوک چہارم

مصنف:	حضرت علامہ مولانا شیخ رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی

تحقیق وتسہیل	مفتی مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

ازالۃ الشکوک کی جلد چہارم پیش خدمت ہے، اس جلد میں عیسائی پادریوں کے درج ذیل سوالات کے جوابات ہیں، سوالات کے الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں کی جارہی ہے بلکہ انہیں کے الفاظ میں سوالات نقل کئے جارہے ہیں۔

(مفتی) عتیق احمد صاحب بستوی

سوال (۱۷) توریت اور انجیل کی تحریف کی دلیل کیا ہے؟

سوال (۱۸) یہ تبدل کب ظہور میں آیا؟

سوال (۱۹) قرآن سے ثابت ہے کہ پیغمبر کے وقت تک کلام مجید سابق میں کچھ تحریف نہ ہوئی تھی، بعد ان کے اگر ہو تو ثابت کرو۔

سوال (۲۰) کسی نے بچشم خود دیکھا کہ جبرئیل پیغمبر کے پاس وحی لاتا تھا؟

سوال (۲۱) کتب تاریخ کی جن کا تواتر قرآن کی طرح ثابت ہو، اصلیت کو مانو گے یا نہیں؟

سوال (۲۲) کتب مذکورہ کی اصلیت میں شبہ کرنے سے کیا تم پر لازم نہ آئے گا کہ قرآن کی اصلیت پر شبہ کرو؟

سوال (۲۳) کتب مذکورہ اور قرآن کے اختلاف میں کسے غلط کہو گے؟

سوال (۲۴) جب قرآن اور تواریخ دونوں تواتر سے ثابت ہیں تو اب بتلائے کہ دونوں میں شک کیجئے گا یا تواریخ میں؟ یا اقرار کیجئے گا کہ قرآن کے مصنف کو حالات قدیمہ سے آگاہی نہ تھی۔

سوال (۲۵) اگر کوئی قرآن کو کتاب اللہ تو مانے، لیکن قرآن مروج کو جعلی اور محرف بتلائے کیونکہ اس میں نامعقول باتیں پائی جاتی ہیں تو اس کا جواب کیا دیجئے گا؟

سوال (۲۶) جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور ایک کتاب بنا کر کلام اللہ قرار دے، اور کتب سابقہ متواترہ کو محرف کہے تو صدہا سال کے بعد اس کے معتقدین کس وجہ سے تحقیق کریں گے کہ ان کے نبی والی کتاب اصلی ہے یا جعلی؟

سوال (۲۷) اس نبی کے قول سے معتبر تاریخوں کا اعتبار جاتا رہے گا یا قائم رہے گا؟ یا دہریت پھیلے گی یا خدا پرستی؟

سوال (۲۸) انبیاء اور کلام الٰہی کا انکار اس پر مبنی ہے کہ کتب سابق متواترہ جعلی ہیں یا اس پر کہ ایسی کتابیں اصل اور درست ہیں۔

سوال (۲۹) ایک شخص بہت سی کرامات دکھلاتا ہے اور کہتا ہے کہ دو سو برس سے ہندوؤں میں ذاتوں کا رواج پڑا ہے، اس صورت میں تاریخ اور تواتر کو باطل کہو گے یا اس شخص کو کاذب؟

فہرست جلد چہارم

چھٹی ہدایت

چھٹی ہدایت

چھٹی ہدایت اس بات کے بیان میں کہ اگر کسی اگلے پیغمبر کی کتاب میں کچھ تحریف ہوگئی تو پچھلا پیغمبر اسکے سنوارنے کی طرف متوجہ نہیں ہوا، اور وہ تحریف اس سے نہیں نکلی۔

کہتا ہوں میں کہ اللہ تعالی کی عادت جاری نہیں کہ اگر ایک کتاب پہلے نبی کی خراب یا محرف ہو جائے تو پچھلے نبی کو الہام جدید کر کے اس کی غلطیاں نکلوا دے، اور اس میں کچھ حکمت ہوگی جو ہم کو معلوم نہیں ہے، اور نہ یہ بات ضروری ہے کہ پچھلا نبی اپنے کلام میں تصریح کر دے کہ فلانی کتاب میں فلان مقام غلط ہے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ مقابلے میں مخالف کو اس غلطی اور تحریف کا الزام لگا دے، اور یہ امور کئی وجہ سے ثابت ہیں۔

اول

اول یہ کہ اہل کتاب کے تسلیم کے موافق بخت نصر کے حادثے سے پہلے ہی عہد عتیق کے کتابوں کا بہت حال ابتر ہوگیا تھا، اور اس حادثے میں تو ایسا ابتر ہوا کہ اگر عزرا پیغمبر نہ ہوتے تو توریت وغیرہ کے نام کے سوا نشان بھی نہ ملتا، سو اس لحاظ سے حقیقت میں عہد عتیق کی ان سب کتابوں کے جو عزرا نبی سے پہلے تھیں عزرا نبی لکھنے والے ٹھہرتے ہیں، اور انہیں کی نقل پر ان عہد عتیق کی کتابوں کا اعتماد ہوا ہے، اور اس

عادت الٰہیہ کے موافق نقل کرنے کے وقت الہام جدید نہیں ہوا، بلکہ انہیں بعض باقی شدہ نسخوں سے انہوں نے نقل کیا، اور چونکہ ان نسخوں میں کثرت سے اختلافات اور غلطیاں تھیں تو ان میں سے جس جگہ میں صحیح کی غلط سے تمیز نہ ہوسکی، اس جگہ انہوں نے ویسا ہی غلط یا اختلاف کے ساتھ لکھدیا ہے، اور جس کتاب کے نسخے بہت ہی خراب ہوگئے تھے، اس کتاب کو بالکل چھوڑ دیا ہے، اور اس باب میں اہل کتاب کے علماء انکار نہیں کر سکتے۔

آدم کلارک مفسر ایسے غلط لکھدینے کے عذر میں اخبار الایام کے پہلی کتاب کے ساتویں باب کے چھٹے درس کی شرح میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۱۴۸۱):

"اس جگہ بے تمیزی سے بیٹے کی جگہ پوتا اور بالعکس لکھا گیا، ایسے اختلافوں میں تطبیق دینی بے فائدہ ہے، یہود کے علماء کہتے ہیں کہ عزرا کو جس نے یہ کتاب لکھی معلوم نہ تھا کہ آیا بعض ان کے بیٹے تھے یا پوتے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وے فردین جن سے اس نے نقل کیا اکثر ناقص تھیں، اور یہاں ہم کو چاہئے کہ ایسے معاملوں کو چھوڑ دیں"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

پھر اسی کتاب کے آٹھویں باب کے انیسویں درس کی شرح میں یوں لکھتا ہے کہ:

"اس درس سے اڑتیسویں درس کے آخر تک اور نویں باب کے پینتیسویں درس سے چوالیسویں درس تک نام کچھ اختلاف کے ساتھ پائے جاتے ہیں، اور علماء یہود کہتے ہیں کہ عزرا نے دو کتابیں پائی تھیں جن میں یہ فقرے ناموں میں کچھ اختلاف کے ساتھ پائے جاتے تھے، اور چونکہ عزرا کو تمیز نہ ہوسکی کہ کون ان میں بہتر ہے تو اس نے دونوں کو لکھدیا"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

دیکھو کہ یہ مفسر فقط اپنی ہی رائے نہیں لکھتا، بلکہ یہود کے علماء کے قول کو نقل کرکے آپ بھی تسلیم کرتا ہے، تو اس صورت میں یہ امر یہودیوں اور مسیحیوں کے نزدیک مسلم ہے، اور عبری لوگ کہتے ہیں کہ عزرا نے کتاب اول اور دوم اخبار الایام کو حجّی پیغمبر کی مدد سے لکھا ہے، سو اس لکھنے میں یہ دونوں پیغمبر بھی شریک تھے، اور جب ان کے اقرار کے موافق ان مقامات میں فردوں کے نقصان یا کتابوں کے اختلاف کے سبب بے تمیزی سے بیٹے کی جگہ پوتا اور بالعکس لکھا گیا اور خرابی پڑ گئی، اور باوجودیکہ اس جگہ دو پیغمبر اور بھی ان کے مددگار تھے، تو ایسی ہی اگر اور جگہ بھی خرابی پڑی ہو تو کیا چیز مانع ہے، بلکہ وہ سبب چونکہ اکثر جگہ موجود تھا تو قیاس چاہتا ہے کہ صدہا جگہ ایسی ہی غلطیاں ہوئی ہوں اور خرابیاں پڑی ہوں۔

تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں کتاب امثال کے اول میں یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۴۸ء):

> "اس بادشاہ روشن ضمیر (یعنی سلیمانؑ) نے اس عقل سے جو خدا نے اس کو بخشی تھی خلق اللہ کی تعلیم اور سلطنت کے لئے بہت کتابیں بنائیں، اور ان میں سے فقط تین ہی کو عزرا نے کتب قانون میں داخل کیا، اور باقی کو اس لحاظ سے کہ ان کی تالیف سے تعلیم مذہبی مقصود نہ تھی یا اس لحاظ سے کہ اتفاق سے خراب ہو گئی تھی ناقص خیال کیا"۔

(یہاں تک ان مفسروں کا کلام تھا)

دیکھو اس قول کے موافق اس لحاظ سے کہ اتفاق سے خراب ہو گئی تھیں ناقص خیال کیا، صاف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عزرا پیغمبر نے سلیمان کے بعض الہامی کتابوں کو خراب اور محرف ہو جانے کے سبب چھوڑ دیا ہے، اور اگر تامل کرو تو صاف معلوم ہوگا، کہ چھوڑ دینے کی حقیقت میں یہی وجہ تھی، اور اول وجہ لغو ہے، کیونکہ اگر تعلیم

مذہبی منظور ہوتی تو نشید الانشاد کو کتب قانونی میں کیوں داخل کرتے، جس کو بعض عیسائی علماء راگ ادباشانہ اور ناپاک بتلاتے ہیں، سودیکھو کہ خراب اور محرف ہوجانے کے سبب عزرا پیغمبر کو بعض الہامی کتابیں چھوڑنی پڑیں، اور الہام جدید سے ان کو سنوار کر کتب قانونی میں داخل نہ کرسکے، اور جب عزرا نبی سے جو گویا خود موجدان کتابوں کا ہے، اگلی خرابی اور تحریف نہ نکلی تو دوسرے نبی سے کیا توقع؟ کیونکہ اور کوئی نبی ان کتابوں کے لکھنے اور سنوارنے کے درپے عزرا نبی کے بعد نہیں ہوا۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ کہ چونکہ ان کے علماء کی تحقیق کے موافق چونکہ نبی سے وہ غلطیاں ہوگئی تھیں ان کو بھی انکے بعد حواریوں کے زمانہ تک نہ کسی پیغمبر نے سنوارا اور نہ کسی حواری نے درست کیا بلکہ بدستور باقی رہیں۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ کہ پہلی ہدایت کے اندر گذرا کہ ایوب کی کتاب کے حق میں رب ممانی ڈیز (جو مشہور یہودی عالم ہے) اور لیکلرک اور میکالس اور سملر اور بشپ اسٹاک وغیرہم کہتے ہیں کہ کہ یہ کتاب تو محض ایک افسانہ اور جھوٹی کہانی ہے، اور ایوب محض ایک فرضی نام ہے، اور نشید الانشاد کے حق مین تھیودور بہت برائی کرتا ہے، اور سیمن اور لیکرک اس کی سچائی پر کلام کرتے ہیں، اور وسٹن اس کو ایک راگ اوباشانہ اور واجب الاخراج بتلاتا ہے، اور سملر جعلی کہتا ہے، اور گاسیٹیر حکم کرتا ہے کہ ایک ناپاک راگ واجب الاخراج ہے، اور عزرا نبی نے ان کی بھی نقل کر کے عہد عتیق میں داخل کیا تھا، اور جب عزرا نے ایک ساری کتاب جھوٹی اور بری اور محض افسانہ کو اور ایک دوسرے راگ اوباشانہ اور ناپاک راگ واجب الاخراج کو نقل کر کے عہد عتیق کی کتابوں میں

داخل کیا تھا، سواس سے اب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فقط اتناہی کیا ہے کہ اس وقت میں یہودی جن کتابوں کی قدر کرتے تھے خواہ غلط اور محرف ہوں خواہ جھوٹی کہانی خواہ ایک جھوٹا ناپاک اوراوباشانہ راگ واجب الاخراج ہو، انہوں نے ان کتابوں کو لیکر نقل کردیا، اور بغیر الہام کے جہاں غلطی صحیح ہوسکی صحیح بھی کردی، اور یہ بات ان کو منظور نہ تھی کہ جس طرح ہوسکے صحیح کرکے لکھیں اور الہام جدید کے لکھنے کے وقت پابند رہیں۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ کہ انبیاء بنی اسرائیل بخت نصر کے عہد سے جناب مسیح کے عہد تک اکثر اوقات میں ایسے ایسے حادثوں میں مبتلا رہے کہ ان کو اتنی فرصت نہ ملی کہ ایسے جلیل القدر امر کی طرف متوجہ ہوں۔

پانچویں وجہ

پانچویں وجہ یہ کہ اگر بالفرض فرصت بھی ملی تو بنی اسرائیل کی شرارت سے اپنی وہ بات چلتی نہ دیکھی۔

دیکھو حضرت یرمیاہ بہ آواز بلند چلاتے تھے کہ امام سے نبی تک سب نے جھوٹی باتیں بنائیں، اور خدا کی باتوں کو بگاڑا اور تغیر کیا ہے، اور اسی طرح کی ان کی برائیاں ظاہر کرتے تھے۔

چھٹی وجہ

چھٹی وجہ یہ کہ یونانی ترجمہ مسیح سے دوسو بچاسی یا دوسو چھیاسی برس پہلے تیار ہوکے یہودیوں میں مستعمل تھا، اور حواریوں کے ہی عہد سے عیسائیوں میں بھی

مستعمل ہوگیا تھا، اور عہد جدید کے لکھنے والوں نے بھی اس سے بہت فقروں میں حوالہ لیا ہے، اور وہ عبری سے بلاشک بہت جگہوں میں ایسا مخالف ہے کہ ایک کے غلط کہنے کے سوا کچھ نہیں بن پڑتا، اور سلف کے مسیحی عبری کو غلط اور محرف جانتے تھے اور اب جمہور پروٹسٹنٹ اس ترجمہ کو غلط کہتے ہیں، اور اس کے تیار ہونے کے وقت سے مسیح کے زمانہ تک جتنے نبی گذرے کسی نے ان میں سے وہ غلطیاں نہ نکالیں، اور نہ حواریوں نے جو عیسائیوں کے نزدیک پیغمبروں سے مرتبہ میں بڑھ کر ہیں وہ غلطیاں نکالیں، بلکہ کسی نبی یا حواری کے کلام میں یہ بھی صراحۃ مذکور نہیں کہ یونانی یا عبری میں فلانا لفظ یا فلانا فقرہ محرف یا غلط ہے، بھلا اگر غلط کو نکال سکتے اور صحیح کر سکتے تو پھر غلط کو کیوں رہنے دیتے، اور حواریوں کو الہام سے خدا نے اس بات سے بھی مطلع نہ کیا تھا کہ یہی یونانی ترجمہ بارہویں صدی تک سب مسیحیوں میں واجب التسلیم رہے گا، پھر بعض عبری کے طرف جھک جاویں گے، ورنہ سلف کی رائے کا لحاظ کر کے عبری کے طرف توجہ کرنے سے منع کر جاتے، اور جمہور پروٹسٹنٹوں کی رائے کے موافق یونانی کے استعمال سے اس مدت دراز تک ــــــــ

ساتویں وجہ

ساتویں وجہ یہ کہ سامری اور عبری میں بعض جگہ ایسی مخالفت ہے کہ ایک کو غلط کہنے کے سوا چارا نہیں، اور جناب مسیح کے کئی سو برس پہلے وہ سامری نسخہ بھی سامریوں میں مستعمل تھا، اور یہودی سامریوں کو اور سامری یہودیوں کو سلف سے خلف تک تحریف کا الزام لگاتے چلے آتے ہیں، اور بہت سے فاضل موسیٰ کے پانچوں کتابوں کی نسبت سامری کے نسخہ کو نہایت صحیح مانتے ہیں، اور ڈاکٹر کنی کاٹ تو کھلم کھلا سامری کا حامی بن کر یہودیوں کو بالقصد تحریف کا الزام لگاتا ہے، اور ہارن کے اصرار کے موافق

ڈاکٹر ہیلز بھی سامری کا حامی ہے، اور اس نے بڑے قوی دلیلوں سے اس کے تاریخوں کی صحت ثابت کی ہے، جیسا کہ دوسری ہدایت میں اس نسخہ کے بیان میں اور تیسری ہدایت میں چوتھے اختلاف کے بیان میں گذرا، اور جمہور پروٹسٹنٹ جو عبری کے حامی ہیں اب تک بھی بعض مقامات میں لاچار ہوکر سامری کی طرف جھکتے ہیں، اور اسی کی عبارت کو پسند اور اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر پانچویں اور چھٹے اور آٹھویں اور گیارہویں اور تیرہویں اور سولہویں اور سترہویں اور اٹھارہویں اور انیسویں اختلاف میں گذرا۔

اور جمہور پروٹسٹنٹ سامری کو محرف بتلاتے ہیں، اور ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سامریوں نے عیبال کی جگہ جرزیم بنادیا ہے، اور احکام عشرہ میں ایک حکم اپنی طرف سے گھڑ کے داخل کرلیا ہے، بہر حال دونوں نسخوں میں سے ایک نسخہ بعض بعض جگہ میں غلط اور محرف ہے، اب بتلاؤ کہ مسیح کے زمانے تک جو صدہا نبی گذرے کس نے ان غلطیوں کو نکالا، مسیح کے بعد حواریوں نے جو عیسائیوں کے زعم میں پیغمبروں سے بڑھ کر ہیں، کون سی غلطی اور تحریف کو سنوارا، بلکہ کسی کے کلام میں یہ بات بھی مذکور نہیں کہ فلانا لفظ یا فقرہ سامری میں یا عبری میں غلط اور محرف ہے، بلکہ ایک سامری عورت نے چھیڑا تھا کہ حضرت عیسیٰ کو کہا تھا کہ ہمارے باپ دادوں نے اس پہاڑ پر (یا جرزیم پر) سجدہ کیا، اور تم (یعنی یہودی لوگ) کہتے ہو کہ وہ مقام جہاں چاہئے کہ لوگ سجدہ کریں یروشالم میں (یعنی عیبال پہاڑ پر) ہے، جیسا کہ یوحنا کی انجیل کے چوتھے باب کے بیسویں درس میں ہے، اور اس بات میں چونکہ یہودی دور قدیم سے سامریوں کو اور سامری دور قدیم سے یہود کو تحریف کا الزام لگاتے ہیں، تو اب یہ بڑا موقع تھا کہ حضرت عیسی اس کے جواب میں سامریوں کو تحریف کا الزام لگاتے، لیکن نہ

لگایا، بلکہ اس امر میں بالکل سکوت کیا، اور بات کو اور طرح پر پھیر کے اتنا ہی کہا ہے: اے عورت میری بات کو سچ جان کہ وقت آتا ہے کہ تم نہ اس پہاڑ میں اور نہ یروشالم میں باپ کو سجدہ کرو گے'' اور اس سکوت اور عدم الزام سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی پیغمبر کے الزام نہ لگانے اور خاموش رہنے سے کتاب کی سچائی اور عدم تحریف ثابت نہیں ہوتی ورنہ جمہور پروٹسٹنٹوں کو لازم پڑے گا کہ سامری کو صحیح اور غیر محرف مانیں جیسا کہ ڈاکٹر کنی کاٹ اسی دلیل سے سامری کی صحت ثابت کرتا ہے۔

آٹھویں وجہ

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق (جس کی نقل پہلی ہدایت کے اندر متی کے انجیل کے بیان میں گذری، اور ساتویں ہدایت کے اندر بھی چودہویں قول کے بیان میں آتی ہے) متی کے انجیل کے اصل عبری نسخے کے گم ہو جانیکا یہ سبب ہوا کہ فرقے ابیونی نے اس میں تحریف کی تھی، سو دیکھو کہ اس عہد میں بعض حواری موجود تھے، اور پادریوں کے قول کے موافق بعض بعض تابعی بھی صاحب الہام تھے، پھر بھی اس محرف نسخے کو ان میں سے کسی نے نہ سنوارا بلکہ بالکل چھوڑ دیا، یہاں تک کہ صفحہ جہاں سے جاتا رہا۔

فائدہ

عیسائی مذہب کے بعض محقق علماء کی تحقیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب ایک قوم میں ایک بات بڑی مشہور ہو یا اس زمانے میں مروج عام ہو گو غلط ہی ہو تو اس سے خود پیغمبر بھی دھوکا کھا جاتا ہے، اور غلطی میں پڑ جاتا ہے، اور اپنی تصنیف میں اس کا اقرار کر بیٹھتا ہے، دیکھو بھوتوں کے تسلط کے معاملے کو کہ علماء یورپ کے نزدیک یقیناً باطل ہے، اور حواری لوگ (جو عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق موسیٰ سے بھی رتبہ میں بڑھ کر ہیں) اور ان کے تابعین اس غلطی میں پڑ گئے ہیں، اور انجیل میں جا بجا اس کا اقرار کرتے ہیں، اور انجیل کا تقریباً آٹھواں حصہ اس حال سے مالا مال ہے، اور اس بات کو کسی طرح ان کی نبوت کے منافی یا انجیل کی صداقت کے مخالف نہیں سمجھتے، بلکہ عیاذاً باللہ وہ غلطی حضرت مسیح کے قولوں میں بھی موجود ہے۔

پیلی نے اپنی کتاب الاسناد میں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء):

> ''اور وے لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ رائے غلط (یعنی بھوتوں کے تسلط کی) اس زمانے میں عام تھی اور انجیل کے مولف اور یہودی اس زمانے کے بھی اس میں پڑے، اس امر کے اقبال سے نہ چونکیں کہ اس سے دین عیسوی کی سچائی کو کوئی خوف نہیں''۔

(یہاں تک پیلی کا کلام تھا)

ساتویں ہدایت

ساتویں ہدایت اس بات کے بیان میں کہ عیسائی مذہب کے مخالف علماء بلکہ بعض بعض موافق فرقے کے علماء بھی سلف سے خلف تک تحریف کی دہائی دیتے چلے آئے ہیں۔

اور مخالف فرقوں کا ذکر کرنا اگرچہ الزاماً مناسب نہیں تھا، لیکن پادری لوگ کبھی کبھی مسلمانوں کے سامنے جوان کی کتابوں سے واقف نہیں ایسی تقریریں کیا کرتے ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریف کا دعویٰ مسلمانوں نے ہی کیا ہے، کسی اور نے نہیں کیا، تو اس لحاظ سے مخالف فرقوں کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے، سو اس ہدایت کو دو امر پر منقسم کر کے اول میں موافقین کا اقرار اور دوم میں مخالفین کا کلام نقل کروں گا، اور ان دونوں امروں کے لکھنے سے پہلے ویریوس ریڈنگ کے معنی کو بیان کر دینا ضروری ہے، کیونکہ پادری لوگ عوام کو مغالطہ دینے کے واسطے اکثر دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ جن کا ہمارے علماء اقرار کرتے ہیں، وہ تو ویریوس ریڈنگ ہیں نہ کہ تحریفیں، اور کبھی ویریوس ریڈنگ کے معنی غلطی کاتب بیان کیا کرتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں صرف مغالطے ہیں۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء مطبوعہ لندن میں تیسری دفعہ چھپا، صفحہ ۳۲۵):

"ارائٹ یعنی غلطی کاتب اور ویریوس ریڈنگ یعنی اختلاف عبارت میں

میکالیس کی تفریق اچھی معلوم ہوتی ہے کہ جب ایک سے زیادہ مختلف عبارتیں پائی جاویں تب ان میں ایک سچی ہوسکتی ہے، اور باقی یا تو قصداً تحریف ہے یا کاتب کی بھول، پر اصل عبارت کو جھوٹی اور ساختہ عبارت سے تمیز کرنا اکثر دشوار ہے، سو جب ذرا بھی شبہ رہے تب سب کو اختلاف عبارت کہیں گے، مگر جب صریح معلوم ہو کہ یہاں کاتب نے جھوٹ لکھا ہے تب اسکو غلطی کاتب کی کہیں گے"۔

(یہاں تک ہارن کی عبارت تھی)

اور اس قسم کے (۱) ویریوس ریڈنگ فقط انجیل کے اندر مِتیل صاحب نے تیس ہزار اور گریباخ نے ایک لاکھ پچاس ہزار حساب کئے ہیں، اور شولز کا حال معلوم نہیں کہ اس نے جو زیادہ سعی کی اور آخری محقق ہے، کتنے ایسے ویریوس ریڈنگ شمار کئے ہیں۔

اور انسائی کلو پیڈیا برٹانیکا کی انسویں جلد کے اندر اسکریچر کے بیان میں لکھا ہوا ہے کہ:

"وٹیس ٹین نے ایسے اختلافات دس لاکھ سے زیادہ جمع کئے ہیں، اور دین عیسوی کا منکر پارکر صاحب ظرافت کی راہ سے یوں لکھا ہے کہ "پروٹسٹنٹ قایل ہیں کہ مقدس کتابوں کا خدا حافظ ہے، اور اس میں غلطیاں نہیں، کیا پروٹسنٹ نے اختلاف عبارت کے مقدمہ میں غل کیا ہے، اور کیا کے پلوس اپنی کتاب کو جو اس نے عہد عتیق کے اختلاف کے اثبات میں لکھی ہے پروٹسٹنٹ کی عنایت میں چھپوا سکتا ہے، اور دین پروٹسٹنٹ کہتا ہے کہ معجزۂ ازلی اور ابدی نے

---

(۱) اور جب ویریوس ریڈنگ کے یہ معنی ٹھہر چکے جو مذکور ہوئے، اور پھر ویریوس ریڈنگ ان کے محققین کے اقرار کے موافق تیس ہزار یا ڈیڑھ لاکھ یا دس لاکھ ان کے مقدس کتاب میں پائے گئے تو پھر اس قول میں کہ: کتب مقدسہ میں ایسے اختلاف عبارت کے بہت ہیں جو یقیناً نہیں معلوم ہوسکتا کہ ان میں مصنف کی اصل عبارت کون سی ہے اور محرف کون سی" کوئی خلاف نہیں، اور پادری فنڈر صاحب نے جو اپنے خط محررہ ۱۴ ر اگست میں ڈاکٹر صاحب کے جواب میں اس قول کو خلاف کہا تو اس خلاف کہنے میں خود خلاف کہا، اور یقیناً عمداً یا خطاً جھوٹ بولا۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

عہد عتیق اور جدید کو ادنیٰ سے ادنیٰ صدمہ سے بھی باز رکھا ہے، لیکن یہ مسئلہ اس عمدہ فوج اختلاف عبارت کے سامنے جو تیس ہزار ہے کھڑا نہیں رہ سکتا"....

(یہاں تک پارکر صاحب کا کلام تھا)

کہتا ہوں میں بلکہ ڈیڑھ لاکھ عمدہ بلکہ دس لاکھ عمدہ فوج کے مقابل ٹھہر نہیں سکتا، مگر یوں کہو کہ یہ ایسا مضبوط گڑھا ہے کہ اگر ایسے ایسے دس کروڑ اختلاف عبارت ہوں تو بھی اس مسئلہ کو کچھ ضرر نہیں، اور کتب مقدسہ میں ان سے کچھ تغیر نہیں آتا، بلکہ قول مشہور کے مطابق

چیزے کہ بہ کان نمک افتاد نمک شد

(جو چیز نمک کی کان میں پڑی نمک ہوگئی)

ان کتابوں کا وہ حال ہے کہ جس واہی تباہی کا کلام ان میں مل جاتا ہے، وہ بھی کلام ربانی کے برکت سے کلام ربانی ہو جاتا ہے، تو اب اس صورت میں ہم کو سکوت کے سوا چارہ نہیں، ہم بھی جبراً مان لیں گے، اور یہ سمجھیں گے

این وثاقت نشکند در ہیچ چیز   چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

(یہ اعتماد کسی چیز سے نہیں ٹوٹتا، جس طرح بی بی تمیزن کا وضو کسی چیز سے نہیں ٹوٹتا تھا)

اور جب ہارن کی عبارت سے وہ فرق معلوم ہو گیا تو ان دونوں مغالطوں کا حال بھی کھل گیا، اور ہمارے نزدیک ویریوس ریڈنگ کا اقرار بعینہ تحریف کا اقرار ہے، اور اگر کوئی ویریوس ریڈینگ کا اقرار کرے اور لاعلمی سے تحریف کا انکار کرے تو ہم میں اور اس میں فقط نزاع لفظی ہوگی، چنانچہ انشاء اللہ مباحثہ کی نقل میں آجائے گا، اور ان ویریوس ریڈنگ میں سے بعض جملوں اور فقروں اور نقطوں میں ہیں، اور بعض اعراب

اور لفظوں اور حرفوں میں اور جب یہ بات معلوم ہوگئی تو مطلب میں شروع کرتا ہوں۔

پہلا امر

(موافقین کا اقرار)

اور اس امر میں ۲۴ قول نقل کروں گا۔

پہلا قول

(۱) ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے آٹھویں باب میں دریوس ریڈنگ کے بیان میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

"کہ ان کے وقوع کے چار سبب ہیں۔

پہلا سبب

غفلت اور سہو کاتب اور یہ کئی وجہ سے ہوسکتا ہے۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ کہ لکھانے والے نے خود کچھ کا کچھ بتلایا یا لکھنے والے نے بتلانے والے کی بات نہ سمجھ کر کچھ کا کچھ لکھ دیا۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ کہ عبرانی اور یونانی حروف باہم مشابہ ہیں پس ایک کے عوض سہواً دوسرا لکھا گیا۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ کہ کاتب نے اعراب کو لکیر سمجھا یا لکیر کو جس پر لکھتا تھا حرف کا جزو جانا یا اصل مطلب سمجھ کر عبارت بنادی اور یوں غلطی کی۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ ہے کہ کاتب کہیں سے کہیں لکھ گیا اور جب اس کو خبر ہوئی تو اس نے نہ چاہا کہ اپنے لکھے کو چھیل ڈالے، سو اس نے جہاں سے چھوڑ دیا تھا، پھر وہیں سے لکھنا شروع کیا، اور جو عبارت کہ لکھ چکا تھا اسکو بھی رہنے دیا۔

پانچویں وجہ

پانچویں وجہ یہ ہے کہ کاتب نے کچھ چھوڑ دیا اور کچھ لکھ کر اس کو خیال آیا تو اس نے اس چھوٹی ہوئی عبارت کو لکھ لیا، سو اس صورت میں ایک جگہ کی عبارت دوسری جگہ چلی گئی۔

چھٹی وجہ

چھٹی وجہ یہ ہے کہ کاتب کی نظر چوک کر ایک سطر سے دوسری سطر پر جا پڑی اور کچھ عبارت رہ گئی۔

ساتویں وجہ

ساتویں وجہ یہ ہے کہ کاتب نے الفاظ مخفف اور کوتاہ کو کچھ سمجھ کر پورا لفظ لکھدیا، اور اس طرح غلطی ہوگئی۔

آٹھویں وجہ

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ جہالت اور غفلت کاتبوں کی دیریوں ریڈنگ کے وقوع کا بڑا منشاء و منبع ہوئی ہے کہ انہوں نے حاشیہ یا تفسیر کو متن کا جز سمجھ کر داخل کرلیا۔

دوسرا سبب

غلطی کا دوسرا سبب خود اس نسخہ کا ناقص ہونا ہے جس سے نقل کیا اور وہ بھی کئی طور پر ہے۔

اول

اول یہ کہ حرکات اور شوشے حروف کے اڑ گئے اور محو ہو گئے۔

دوم

دوم یہ کہ وہی حرکات اور شوشے جو صفحہ کے دوسرے طرف تھے پھوٹ کر اس صفحہ کے حروف کے ساتھ ایسے مل گئے کہ اُن کا جز سمجھے گئے۔

سوم

سوم یہ کہ کوئی فقرہ کسی نسخہ میں چھوٹ گیا اور کاتب نے اسکو حاشیہ پر بے نشان کئے لکھدیا سو اس سے دوسرے لکھنے والے کو غلطی ہوئی اور اسے معلوم نہیں کہ اس حاشیہ والی عبارت کو کہاں داخل کرے۔

تیسرا سبب

اختلاف کا، اس کی بھی کئی صورتیں ہیں تصحیح اور اصلاح کا ارادہ کرنا ہے۔

پہلی صورت

پہلی صورت یہ ہے کہ کاتب نے کسی عبارت کو جو حقیقت میں ناقص نہ تھی ناقص سمجھا، یا مطلب کے سمجھنے میں غلطی کی یا خیال کیا کہ اس عبارت میں قاعدے کی غلطی ہے، حالانکہ خود وہی غلطی پر تھا، یا وہ قاعدے کی غلطی جسکو وہ صحیح کرتا ہے حقیقت میں مصنف ہی سے واقع ہوئی۔

دوسری صورت

دوسری صورت یہ ہے کہ بعض محقق کاتبوں نے صرف قاعدے کی غلطی درست نہیں کی، بلکہ غیر فصیح عبارت کو فصیح کیا یا فضول لفظوں کو جن کا فرق انکو معلوم نہ ہوا حذف کر ڈالا اور اڑا دیا۔

تیسری صورت

تیسری صورت سب سے زیادہ یہ ہوئی کہ مقابل کے فقروں کو یکساں کیا، اوراس طرح کا تصرف انجیلوں میں خصوصاً ہوا، اور پولوس کے نامجات میں اسکے سبب اکثر الحاق ہوا، تا کہ عہد عتیق سے جو حوالے اس نے دئے ہیں سپٹوا جینٹ کے موافق ہوں۔

چوتھی صورت

بعض محققین نے عہد جدید کو ولگیٹ (یعنی لاطینی ترجمہ) کے موافق بنادیا۔

چوتھا سبب

اختلاف کا چوتھا سبب عبارت میں دانستہ تحریف ہے، جو کسی نے اپنے مطلب کے لئے کی ہو اور وہ تحریف کرنے والا خواہ دیندار ہو خواہ بدعتی، اور قدیم بدعتیوں میں ایرینوں سے زیادہ کسی پر تحریف کا الزام نہیں لگایا گیا ہے، اور نہ کوئی ایسی حرکت ناشایستہ کے سبب اس سے زیادہ ملامت کا مستحق تھا، اس کے علاوہ یہ بات بھی محقق ہے کہ بعض تحریفیں قصداً ان لوگوں نے بھی کی ہیں جو دیندار کہلاتے تھے، اور ان کے بعد وہی تحریفیں ترجیح دی جاتی تھیں، تا کہ کسی مسئلہ مقبولہ کی تائید ہو یا جو کچھ اعتراض اس پر وارد ہوتا ہے اٹھ جائے"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا، جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

اور ہارن صاحب نے ہر سبب کے بیان میں اس قسم کی بہت سی مثالیں نمونے کے طور پر لکھی ہیں، اور ان سب کے بیان میں چونکہ طول ہوتا ہے اس سبب سے ان کو چھوڑا گیا (۱)، مگر کئی مثالیں جو اس نے دینداروں کی تحریف کی بابت قاف صاحب

(۱) اس لئے کہ بعض دیندار عیسائیوں نے خیال کیا کہ فرشتے کی خداوند کو قوت دینی خداوند کے درجۂ الوہیت کے نقصان کا سبب ہے۔۱۲ ہارن صفحہ ۳۳۱ جلد ۲

کی کتاب سے نقل کی ہیں، نقل کر دیتا ہوں۔

لکھتا ہے مثلاً لوقا کے ۲۲ باب کا ۴۳ درس جس کا ذکر اوپر ہو چکا قصداً چھوڑا گیا۔

اور متی کے پہلے باب کے ۱۸ درس میں یہ الفاظ ''قبل اس کے کہ وہ ہم بستر ہوں'' اور ۲۵ درس میں یہ الفاظ ''اس کا پہلوتا بیٹا'' قصداً چھوڑے گئے ہیں تا کہ مریم کی دائمی دوشیزگی پر شبہ نہ پڑے۔

اور نامہ اول کرنتھیوں کے ۱۵ باب کے ۵ درس میں ''بارہ'' کی جگہ ''گیارہ'' بنائے گئے، تا کہ پولوس پر جھوٹ کا الزام نہ لگے، کیونکہ یہوداسکریوتی تو مر چکا تھا۔

اور مرقس کے ۱۳ باب کے ۳۲ درس میں کچھ لفظ چھوڑ دیئے گئے، اور بعض مرشدوں نے بھی ان الفاظ کو رد کیا ہے، کیونکہ ان کو یہ خیال تھا کہ وہ لفظ ایرین فرقے کے مؤید تھے (۱)۔

اور لوقا کے پہلے باب کے ۳۵ درس میں کچھ لفظ سریانی اور فارسی اور عربی اور اتھیوپک اور دوسرے ترجموں کے نسخوں میں اور بہت مرشدوں کے حوالوں میں بڑھالئے گئے، یوٹی کینس کے فرقے کے مقابلہ میں وہ اس بات کا منکر تھا کہ حضرت عیسیٰ میں دونوں صفتیں ہیں۔

اور ہارن کی اس تحریر سے منصف ناظرین پر یہ بات ظاہر ہے کہ تحریف کی جتنی صورتیں وہم اور خیال میں گزرتی ہیں، سو سب اس نے بیان کر دیں، اور ہر ایک کی مثال بتلا کے یہ دکھا دیا کہ مقدس کتابوں میں سب صورتوں سے تحریف ہوئی ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ جب کبھی کاتبوں نے حاشیہ کی عبارت متن میں داخل کر لی، اور کبھی محققین نے غیر فصیح کو فصیح بنا دیا، اور کبھی الفاظ فضول اور مترادفہ کو اڑا دیا، اور سب

---

(۱) اکبروس کہتا ہے کہ بہت نسخوں میں جو میرے وقت میں رائج ہیں وہ الفاظ چھوڑ دیے گئے، کیونکہ وہ الفاظ ایرین کے مسئلہ کے مؤید تھے۔ ۱۲، ہارن صفحہ ۳۲۶ جلد ۲

کتابوں میں عموماً اور انجیلوں میں خصوصاً اور پولوس کے نامجات میں اکثر فقروں کے یکساں کرنے کو الحاق کیا، اور بعض محققین نے ولگیٹ ترجمہ کی موافقت کے واسطے کمی و بیشی کی، اور کبھی دیندار حضرات نے قصداً تحریف کی، اور کبھی بدعتیوں نے خاک اڑائی، تو بھلا تب کونسی صورت تحریف کی باقی رہ گئی، جس کا پادری لوگ انکار کرتے ہیں، اور جب ہارن نے جو بڑا دیندار اور متعصب کہلاتا ہے، باوجود غایت تعصب کے مجبوراً اتنا لکھا تو اس سے کسی پروٹسٹنٹ کو انکار نہیں ہو سکتا۔

دوسرا قول

(۲) بشپ ہارسلی اپنی تفسیر کی تیسری جلد میں صفحہ ۲۸۱ و ۲۸۲ کے اندر کتاب یوشع کے مقدمہ میں یوں لکھتا ہے:

"بشپ ارج نیوکم اقرار کرتا ہے کہ محرف عبارتوں سے جو مطبوعہ کو خراب کئے ہوئے ہیں بڑی مشکلات واقع ہوتی ہیں"۔

پھر بشپ ہارسلی اس قول پر اعتراض کرتا ہے، اور خود یوں لکھتا ہے:

"اور یہ بات کہ پاک متن نے تحریف پائی تھی، بلاشبہ ہے، اور نسخوں کے اختلاف سے یہ ظاہر ہے، اس لئے کہ مختلف عبارتوں میں سے صرف ایک ہی درست ہو سکتی ہے، اور یہ بات بھی غالب ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ یقین کے قریب ہے کہ خراب سے خراب عبارتیں بعض دفعہ چھپے ہوئے متن میں راہ پا گئی ہیں، مگر یہ کہ یوشع کی کتاب میں عہد عتیق کی اور کتابوں سے تحریفات زیادہ ہیں مجھے اس کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی، اور میں اس بات کا انکار کرتا ہوں کہ کسی جگہ اتنی بہت تحریفات ہیں یا وہ ایسی ہیں کہ اس کتاب کی عبارت کے مبہم ہونے کا سبب بنی ہیں"۔

(یہاں تک بشپ ہارسلی کا کلام تھا)

دیکھو یہ محقق گو بشپ ارج نیوکم پر اعتراض کرتا ہے، مگر اتنی بات وہ مانتا ہے کہ پاک متن نے (یعنی بائبل کے متن نے) تحریف پائی تھی یہ بات بلاشبہ ہے اور یہ بات بھی یقین کے قریب ہے کہ خراب سے خراب عبارتیں بعض دفعہ چھپے متن میں راہ پا گئی ہیں۔

پھر اسی تیسری جلد کے صفحہ ۲۸۵ میں لکھتا ہے کہ:

"یہ بات یقیناً بہت درست ہے کہ عبرانی متن بخت نصر کے ہیکل غارت کرنے کے بعد بلکہ شاید کچھ زمانے کے پیشتر سے ان نقلوں میں جو لوگوں کے پاس تھیں بہت بری تحریف کی حالت میں تھا، بہ نسبت اس کے کہ اسکا یہ حال عزرا کے تصحیح کے بعد بھی ہوا ہے"۔

(یہاں تک بشپ ہارسلی کا کلام تھا)

سوان عبارتوں کے موافق یہ مشہور فاضل جناب مسیح کے زمانے کے پہلے اور بعد میں تحریف کا قائل ہے۔

تیسرا قول

(۳) یوسی بیس اپنی تاریخ کی چوتھی کتاب کے اٹھارہویں باب میں یوں لکھتا ہے کہ:

"جسٹن شہید نے طریفوں کے مقابلہ میں چند پیشین گوئیاں ذکر کر کے دعوے کیا ہے کہ یہودیوں نے انہیں مقدس کتابوں سے نکال ڈالا"۔

اور واٹسن کی تیسری جلد کے صفحہ ۳۲ میں ہے کہ:

"البتہ اس بات میں مجھے کچھ شک نہیں ہے کہ جسٹن نے طریفون کے ساتھ مباحثہ کرنے کے وقت میں جن عبارتوں کے نکال ڈالنے کا الزام یہودیوں کو لگایا تھا گو اب عبری اور سپٹواجنٹ کے نسخوں میں نہیں پائی جاتی ہیں، پر حقیقت میں جسٹن اور ارینیوس کے وقت میں دونوں کے اندر موجود تھیں اور کتاب مقدس کا جزو تھیں، خصوصاً وہ عبارت جس کی نسبت جسٹن یہ کہتا ہے کہ:

''وہ یرمیا کے کتاب میں تھی''۔

سلبر جیس جسٹن کے حاشیہ میں اور ڈاکٹر گریب ارینیوس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

''معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کو اپنے پہلے خط کے چوتھے باب کے چھٹے درس کے لکھنے کے وقت اسی پیشین گوئی کا خیال تھا''۔

اور ہارن چوتھی جلد کے صفحہ ۶۲ میں لکھتا ہے کہ:

''جسٹن اپنی کتاب میں طریقون یہودی کے مقابلہ میں دعوے کرتا ہے کہ عزرا نے لوگوں سے کہا تھا کہ یہ عید فسخ کا کھانا ہمارے خداوند نجات دہندہ کا کھانا ہے، تو سمجھو کہ اگر تم خداوند کو اس نشان یعنی کھانے سے اچھا سمجھو گے اور اس پر ایمان لاؤ گے تو یہ زمین کبھی ویران نہ ہوگی اور اگر تم اس پر ایمان نہ لاؤ گے، اور اس کا وعظ نہ سنو گے تو تم غیر قوموں کی ہنسائی کا سبب ہوگے۔

اور وائی ٹیسکر لکھتا ہے کہ:

''یہ فقرہ غالباً عزرا کی کتاب کے چھٹے باب کے درس ۲۱ و ۲۲ کے درمیان ہو''۔

اور ڈاکٹر اے کلارک جسٹن کی تصدیق کرتا ہے''۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

ان عبارتوں سے واضح ہے کہ جسٹن شہید نے طریقون یہودی کے مقابلہ میں کئی پیشین گوئیاں ذکر کر کے دعوے کیا ہے کہ یہودیوں نے ان کو تحریف کر کے کتب مقدسہ سے نکال ڈالا ہے، اور گریب اور سلبر جیس اور وائی ٹیسکر اور اے کلارک اور واٹسن نے اس کے دعوے کی تصدیق کی ہے، اور واٹسن مدعی ہے کہ گو اب عبری اور سپتواجنٹ کے نسخوں میں نہیں پائی جاتیں پر حقیقت میں جسٹن اور ارینیوس کے وقت میں دونوں میں موجود اور مقدس کتابوں کی جزء تھیں، پس ان علماء کے اقرار کے موافق جسٹن اور ارینیوس کے عہد کے بعد یہ تحریف ہوئی ہے۔

چوتھا قول

(۴) تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

''اگسٹاین یہودیوں کو ان بزرگوں کی نسبت جو طوفان سے پہلے ہوئے ، یا اس کے بعد حضرت موسیٰ کے زمانے تک گذرے ہیں ، تاریخوں کی تبدیل اور تحریف کا الزام لگاتا تھا ، اور الزام کیوجہ یہ کہتا تھا کہ انہوں نے یونانی ترجمہ کے غیر معتبر کرنے کے واسطے اور دین مسیحی کی دشمنی سے یہ امر کیا تھا ، اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی رائے قدماء مسیحیوں میں عام تھی ، اور یہ کہتے تھے کہ قریب ۱۳۰ء کے یہود نے یہ تحریف کی ہے''۔

(یہاں تک ان مفسروں کا کلام تھا)

اور جاننا چاہئے کہ تفسیر ہنری و اسکاٹ وہ تفسیر ہے جس کو ایک سو کئی علماء کی کتابوں سے جمع کیا گیا ہے ، اور عیسائیوں کے نزدیک بڑی معتبر ہے ، اور لنڈن کی ٹرکٹ سوسائٹی نے بھی اس کو معتبر اور مستند سمجھ کر چھپوایا ہے ، سو ان مفسروں کے قول سے معلوم ہوا کہ سلف کے مسیحی اور اگسٹائن یہودیوں کو دانستہ تحریف کا الزام لگاتے تھے ، اور مدعی تھے کہ انہوں نے یہ تحریف ۱۳۰ء کے قریب میں کی ہے۔

اور اب ایک جھوٹ پادری فنڈر صاحب کا دیکھو کہ حل الاشکال کے صفحہ ۱۵۷ میں لکھتے ہیں کہ:

''اگسٹائن لکھتا ہے کہ کتب مقدسہ کو خراب کرنا کبھی ممکن نہ تھا الخ''۔

حالانکہ مفسرین مذکورین اقرار کرتے ہیں کہ وہ یہودیوں کو تحریف کا الزام لگاتا تھا ، اور یہی رائے قدماء مسیحیوں میں عام تھی ، پادری صاحب کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیں کہ اگسٹائن کا وہ قول اس میں منقول ہے۔

پانچواں قول

(۵) چوتھی ہدایت کے اندر نویں وجہ میں گذرا، کہ ممفر دیکتھولک اولا گریز اسٹم کا قول یوں نقل کرتا ہے کہ:

''یہود نے غفلت بلکہ بے دینی سے بعض کتابیں کھودی ہیں اور بعض کتابیں پھاڑ ڈالیں، اور بعض جلادیں''۔

پھر آپ لکھتا ہے کہ:

''یہ بات کہ انہوں نے وہ کتابیں پھاڑ ڈالیں اور جلادیں، نہایت غالب معلوم ہوتی ہے''۔

چھٹا قول

(٦) واٹسن اپنی کتاب کی تیسری جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۷۹۱ء صفحہ ۲۸۳):

''مدت ہوئی کہ ارجن ان اختلافوں کی شکایت کرتا تھا، اور ان کو مختلف سببوں کی طرف نسبت کرتا تھا، مثل تغافل اور بدذاتی اور بیبا کی کاتبوں کی اور جیروم کہتا ہے کہ جب اس نے عہد جدید کے ترجمہ کرنیکے واسطے اور نسخوں کو جو اس کے پاس تھے ملایا بڑا اختلاف پایا''۔

اور صاحب اکیسہو موا اپنی کتاب میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۱۳ء صفحہ ۱۰):

''ارجن تیسری صدی میں نسخوں کے خراب ہونے کی بڑے زور سے فریاد کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ہم کاتبوں کی غلطی اور اس بددیانتی اور بے باکی کا کہ جس سے انہوں نے متن کو صحیح کیا ہے، کیا حال بیان کریں، اور اسی طرح ان کی بے قیدی کا جس سے انہوں نے زیادہ یا کم کیا ہے، کیا حال کہیں''۔

ساتواں قول

(۷) آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں مقدمہ کے اندر لکھتا ہے کہ:

''جیروم کے پہلے مختلف مترجموں نے بہت سے ترجمے لاطینی زبان میں

کئے تھے، اور بعض ان کے پرلے درجے کے محرف تھے، اور بعض مقامات ان کے دوسرے مقامات سے متناقض تھے، جیسا جیروم فریاد کرتا ہے"۔

آٹھواں قول

(۸) وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ کے مقدمہ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء صفحہ ۱۷ و ۱۸):

"ڈاکٹر ہمفری صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۸ میں لکھتا ہے کہ:

"یہودیوں کے وہم نے (عہد عتیق کی کتابوں کو) کئی جگہ ایسا خراب کیا ہے، کہ پڑھنے والا اس کو سہولت سے معلوم کر سکتا ہے"۔

پھر لکھتا ہے کہ:

"یہود کے علماء نے مسیح کی بشارات کو بہت بری طرح سے بگاڑ ڈالا ہے"۔

پھر لکھتا ہے کہ:

"ایک دوسرا پروٹسٹنٹ لکھتا ہے کہ:

"پرانے مترجم نے ایک طور پر پڑھا ہے، اور اب یہودی اس کو اور طرح پڑھتے ہیں"۔

اور میرے نزدیک یہود کے کاتبوں اور ان کے ایمان کی طرف خطا کی نسبت کرنی بہتر ہے، اس سے کہ اس کو پرانے مترجم کی جہل اور سستی کی طرف نسبت کریں، اس لئے کہ یہودی لوگ مسیح کے قبل اور بعد زبور کی حفاظت اپنے راگوں کی نسبت کم کرتے تھے"۔

(یہاں تک وارڈ کا کلام تھا)

یہاں بھی دیکھو کہ یہ عالم یہود کو تحریف کا الزام لگاتے ہیں۔

نواں قول

(۹) تیسری ہدایت کے اندر چوتھے اختلاف کے بیان میں آدم کلارک مفسر کا قول گذرا، کہ ڈاکٹر کنی کاٹ سامری کا بڑا حامی ہے، اور بہت لوگ کنی کاٹ کی دلیلوں کو لا

جواب سمجھتے ہیں، اور انہیں شبہ نہیں کہ یہودیوں نے سامریوں کی عداوت سے تحریف کی ہے، اور ہارن کا قول اس امر میں دوسری ہدایت کے اندر گذرا۔

دسواں قول

(۱۰) تیسری ہدایت کے اندر آدم کلارک مفسر کا قول ۲۹ اختلاف کے بیان میں گذرا کہ:

''یوسفیس کے وقت میں یہودیوں کو خیال تھا کہ مقدس کتابوں کی تاریخ کو جلادیں نمازیں اور گیت اور تاریخ کی نئی باتیں ایجاد کریں۔

دیکھو بہت سے الحاق کتاب استیر کے اور شراب اور عورتوں اور سچ کی بڑی کہانی جو عزرا اور نحمیا کی اصل تاریخ کے بیچ میں بنائی گئی ہے، اور اب وہ عزرا کی پہلی کتاب کہلاتی ہے، اور دیکھو تین لڑکوں کا گیت جو دانیال کی کتاب میں داخل کردیا، اور دیکھو بہت سے الحاق یوسیفس میں''۔

(یہاں تک آدم کلارک کا قول تھا)

دیکھو اس میں یہودیوں کے بارے میں تحریف کا الزام اور زمانہ تحریف کا دونوں مصرح ہیں۔

گیارہواں قول

(۱۱) فیلیس کوڈنوس راہب اپنی کتاب خیالات میں جس کو اس نے احمد شریف بن زین العابدین اصفہانی کے جواب میں لکھی ہے، اور ۱۶۴۹ء میں چھپی ہے، چھٹی فصل کے اندر یوں لکھتا ہے کہ:

''نسخہ قصاعبہ میں بہت ہی تحریف پائی جاتی ہے، خصوصاً کتاب امثال سلیمان میں، اور رب اقیلا نے جو انکلیس کرکے مشہور ہے، سب توریت کو نقل کیا ہے، اور اسی طرح رب یوشابن عزیاں نے کتاب یوشع بن نون اور کتاب

القضات اور کتاب السلاطین اور کتاب اشعیا اور انبیاء کی باقی کتابوں کو نقل کیا ہے، اور رب یوسف اعمیٰ نے زبور اور کتاب ایوب اور راغوث اور استیر اور سلیمان کی کتابوں کو نقل کیا ہے، اور ان سب نے تحریف کی ہے، اور ہم نصرانیوں نے ان کی کتابوں کی محافظت سے رکھا ہے، تاکہ یہودیوں کو تحریف کا الزام دیں، اور ہم ان کی اباطیل کو نہیں مانتے"۔

(یہاں تک فیلیس کواڈنوس کا کلام تھا) وہ صاف اقرار کرتا ہے کہ ان سب یہودیوں نے کتب مذکور میں تحریف کی ہے۔

بارہواں قول

(۱۲) چوتھی ہدایت کے اندر ساتویں وجہ کے بیان میں ریس کی انسائیکلوپیڈیا سے منقول ہوا، کہ یہود نے ایک کونسل جما کے مقدس کتابوں کے نسخوں کو جو آٹھویں صدی تک کے تھے، تحریف اور غلطی کا الزام لگا کر جلوا دیا تھا۔

تیرہواں قول

(۱۳) لارڈنر اپنی کتاب الاسناد کی پانچویں جلد کے صفحہ ۱۲۴ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۷ء):

"کہ جب قسطنطنیہ میں مسالہ حاکم تھا، پاک انجیلیں مصنفوں کی جہالت کے سبب سے بحکم بادشاہ اناسطیشوس کے بری ٹھیرائی گئیں، اور ان کی پھر کر تصریح ہوئی"۔

(یہاں تک کلام لارڈنر کا تھا)

اب خدا کے واسطے دیکھو کہ یہ انجیلیں اگر الہام سے لکھی گئی ہیں، جیسے پادری دعویٰ کرتے ہیں تو پھر مصنفوں کی جہالت اور بری ٹھیرائے جانے کے اور پھر تصحیح ہونے کے کیا معنی، کیا عیاذ باللہ روح القدس جاہل ہے، اور تحریف میں اب پھر کیا حالت منتظر

باقی رہی، اور اگر یہ انجیلیں کونسل گھر کی گھڑی ہوئی ہیں، جیسے اور بہت سی تھیں جن کا ذکر چوتھی ہدایت کے اندر بارہویں وجہ کے بیان میں گذرا، تو البتہ اب ان سب امروں کے معنی صاف ہیں، مگر اب سب مجموعہ کے جعلی اور محرف ہونے میں کیا اشتباہ رہا، اور اس جگہ یہ شبہ بھی زائل ہوگیا، جو پادری لوگ کہا کرتے ہیں، کہ ہماری مقدس کتابوں میں کسی بادشاہ یا حاکم نے دست اندازی نہیں کی، یہ محض جھوٹ ہے، اور حق یہ ہے کہ یہ انجیلیں بھی کونسل گھر کی ساختہ اور گھڑی ہوئی ہیں، سرکار انگریزی کے قانون کے موافق ان میں وقت کے تقاضے کے تحت ترمیم ہوتی رہی ہے۔

چودہواں قول

(۱۴) تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

"انجیل متی کے عبری نسخے کے گم ہوجانے کا یہ سبب ہوا کہ فرقہ ابیونی نے جو جناب مسیح کے الوہیت کا منکر تھا، اس نسخے میں تحریف کی تھی، اور یروشلم کی تباہی کے بعد وہ نسخہ جاتا رہا"۔

اور بعض کہتے ہیں کہ:

"ناصریوں نے یا یہودی مریدوں نے عبری انجیل کو محرف کیا تھا، اور فرقہ ابیونی نے بہت سے فقرے اس کے نکال ڈالے تھے"۔

پندرہواں قول

(۱۵) ہارن صاحب پہلی جلد کے صفحہ ۶۸ میں لکھتا ہے کہ:

"الحاق کی بابت مانا جاوے کہ توریت میں ایسے فقرے (یعنی الحاقی) موجود ہیں"۔

پھر دوسری جلد کے صفحہ ۴۴۵ میں لکھتا ہے کہ:

''عبرانی متن میں محرف مقامات تھوڑے ہیں''۔

یعنی صرف نو ہی ہیں، جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے۔

سولہواں قول

(۱۶) دوسری ہدایت کے اندر ہارن کی تحریر سے معلوم ہو چکا کہ دوسری صدی کے شروع میں یہودیوں نے بہت سے فقرے ترجمہ سپٹواجنٹ سے نکالنے شروع کیے تھے، اوراس کے نسخوں میں بہت غلطیاں یہود کی دانستہ تحریف کے سبب اوراسی طرح حاشیہ اور شرح کے متن میں داخل ہونے کے سبب بھی ظہور میں آئی تھیں، اور بقول مورخ انگریزی کے اس ترجمے میں بہت غلطیاں بعض سہو کاتب سے اور بقول ڈاکٹر کنی کاٹ بعض کاتبوں کی شرارت سے پائی جاتی ہیں، اور بقول وارڈ کے اس میں مشرق کے ملحدوں نے تحریف کی ہے۔

سترہواں قول

(۱۷) چوتھی ہدایت کے اندر چودہویں وجہ کے بیان میں ہارن کے قول سے معلوم ہو چکا کہ پانچویں صدی سے پندرہویں صدی تک ترجمہ لاطینی میں بہت سی خرابیاں اور الحاق ہوئے ہیں، اوراس کے مانند کوئی ترجمہ خراب نہیں کیا گیا، اس کے نقل کرنے والوں نے بہت ہی ناجائز بے قیدی سے عہد جدید کی ایک کتاب میں دوسری کتاب کے فقرے داخل کیے اور حاشیوں کی عبارت متن میں درج کرلی۔

اٹھارہواں قول

(۱۸) پہلی ہدایت میں گذرا، کہ ان کتابوں کے حق میں جن کو رومن کیتھولک مانتے ہیں پروٹسٹنٹ نہیں مانتے، پروٹسٹنٹ لوگ نہ ماننے کا ایک یہ بھی عذر بیان کرتے ہیں

کہ وہ محرف اور جعلی ہیں، خصوصاً مقابیں کی دوسری کتاب۔

انیسواں قول

(۱۹) آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں سموئیل کی دوسری کتاب کے ۲۴ باب کے ۹ درس کی شرح میں لکھتا ہے:

"عہد عتیق کی تاریخ کی کتابوں میں اور جگہ کی نسبت بہت سی تحریفیں ہوئی ہیں، اور ان کی تطبیق میں محنت کرنی عبث ہے، بہتر یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ اس بات کو قبول کرلیں، جس کا انکار فتحیابی سے نہیں ہوسکتا، گو اصل عہد عتیق کے لکھنے والے الہامی تھے، لیکن نہیں کہہ سکتے کہ وہ الہام نقل نویسوں کو بھی تھا"۔

(یہاں تک اس مفسر کا کلام تھا)

دیکھو عہد عتیق کی ساری کتابوں میں عموماً اور تاریخ کی کتابوں میں خصوصاً تحریف کا صاف صاف اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ اس بات کو قبول کرلیں، جس کا انکار فتحیابی سے نہیں ہوسکتا۔

پھر وہی مفسر اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۱۳ باب کی شرح میں لکھتا ہے:

"اور ان تاریخ کی کتابوں کے عدد میں ہم کو اکثر تحریف کے وقوع کی فریاد کا موقع ہوا ہے"۔

(یہاں تک اس مفسر کا کلام تھا) سو اس جگہ بھی صاف صاف اقرار کرتا ہے۔

بیسواں قول

(۲۰) اکھارن جو ایک بڑا عالم عیسائی مذہب میں گذرا ہے، اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

"کلیمنس دوسری صدی کے آخر میں ان آدمیوں کا ذکر کرتا ہے جو انجیلوں کو محرف کرتے تھے، سو اس کے موافق عیسائی مذہب کے علماء نے دوسری ہی صدی سے اس امر کی فریاد کی ہے جیسے مخالفین بھی دوسری صدی سے اس امر

کی فریاد کرتے ہیں"۔

جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب دوسرے امر کے بیان میں تیسرے قول میں معلوم ہو جائے گا، اور اکھارن کی تمام عبارت کی نقل بارہویں ہدایت میں آتی ہے۔

اکیسواں قول

(۲۱) بادشاہ جیمس اول کے عہد میں پروٹسٹنٹوں نے بادشاہ کو عرضی اس مضمون کی دی تھی کہ ہماری نماز کی کتاب میں جو زبور داخل ہیں، ان میں عبری کے مخالف دو سو جگہ کے قریب زیادتی اور کمی اور تبدیلی پائی جاتی ہے۔

بائیسواں قول

(۲۲) مسٹر کارلائل کہتا ہے کہ:

"انگریزی مترجموں نے مطلب کو فاسد کیا، سچ کو چھپا دیا، اور جاہلوں کو فریب دیا، اور انجیل کے سیدھے مطلب کو ٹیڑھا کیا، اور ان لوگوں کو نور سے ظلمت اور سچ سے جھوٹ زیادہ پسند ہے"۔

تیئیسواں قول

(۲۳) مسٹر پروتن نے کونسل کے لارڈ لوگوں سے درخواست کی تھی کہ ایک نیا ترجمہ انگریزی تیار ہو، کیونکہ جو ترجمہ اب انگلستان میں مروج ہے وہ غلطیوں سے پر ہے، اور بشپ لوگوں سے کہا تھا کہ تمہارا مشہور انگریزی ترجمہ ایسا ہے، کہ عہد عتیق کی کتابوں کی عبارت کو ۸۴۸ جگہ الٹتا ہے، اور کروڑہا آدمیوں کو عہد جدید کے کتابوں کے رد کرنے اور دوزخ میں پڑنے کا سبب ہوا ہے، دوسرے ترجموں کی بابت اور بھی ایسے قول ہیں، جن کا بیان بارہویں ہدایت کے پہلی قسم میں تفصیل سے آتا ہے۔

چوبیسواں قول

(۲۴) اکبر آباد کے مباحثہ میں علیٰ رؤس الاشہاد پادری فرنچ صاحب نے کہا تھا کہ:

"صاحب (یعنی پادری فنڈر صاحب) بھی اس بات کو مانتے ہیں، کہ سات آٹھ جگہ تبدیل وتحریف ہوئی ہے"۔

اور میں نے ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۷۰ھ میں ایک خط فرنچ صاحب کو لکھا تھا، انہوں نے اس کے جواب میں صاف اقرار کیا تھا کہ:

"چار پانچ آیتوں میں قریب یقین ہوا کہ یا سہواً یا عمداً بہ راہ تحریف متن کے (یعنی انجیل کے متن کے) درمیان آئیں"۔

اور اس کی نقل پہلی جلد کے اندر مقدمہ میں بھی گذری ہے، اور اسی طرح اور قول (۱) ہیں، کہاں تک لکھیں، انہیں قولوں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ موافق والے بھی سلف سے خلف تک تحریف کا اقرار کرتے چلے آتے ہیں، اور اس قدر اقرار مسلمانوں کے دعوے کے واسطے شافی وکافی ہے، کیونکہ اہل اسلام کا بھی سچا دعویٰ ہے کہ یہ بائبل کا موجودہ مجموعہ سب کا سب یقین کے ساتھ خدا کا کلام نہیں ہے، اور سند کے نہ ہونے اور بعض مقامات میں تحریف واقع ہوجانے کی وجہ سے مشکوک ہوگیا ہے، سو یہ دعوے بفضل اللہ بخوبی ثابت ہے۔

---

(۱) مرآۃ الصدق میں (جس کا مصنف پادری تھامس (طامس) ہے جو کیتھولک مذہب کا ماننے والا انگریز ہے) یوں ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء ص: ۱۷۶، ۱۷۷): فقط چودھویں مزمور کو جو کتاب عام نماز میں موجود ہے اور جس پر پروٹسٹنٹ پادری حلفیہ اپنی پذیرائی اور رضامندی کا اقرار کرتے ہیں دیکھو، اور پھر اس مزمور کو پروٹسٹنٹوں کی کتاب مقدس میں مطالعہ کرو تو دیکھو گے کہ چار آیتیں نماز کی کتاب میں کتاب مقدس کی بہ نسبت کم ہیں، اگر یہ چاروں آیتیں کلام الٰہی سے ہیں تو کتاب مقدس میں کیوں چھوڑ دی ہیں اور اگر کلام الٰہی سے نہیں ہیں تو پروٹسٹنٹ عام نماز کی کتاب میں ان آیتوں کی عدم صداقت کیوں ظاہر نہیں کرتے، صریح حقیقت یہ ہے کہ پروٹسٹنٹوں نے یا کچھ بڑھانے سے یا گھٹانے سے اس پیشین گوئی کے لفظوں کو اور خدا کے کلام کو بگاڑا ہے (یہاں تک مرآۃ الصدق والے کا کلام تھا) ۱۲ منہ

دوسرا امر

(مخالفین کا بیان)

(۱) لارڈنر اپنی کتاب الاسناد کی تیسری جلد میں فرقہ مانی کینز کے حال میں لکھتا ہے کہ:

"یہ فرقہ عہد جدید کی مقدس کتابوں کو تو مانتا ہے لیکن الحاق کا ان میں قائل ہے"۔

(۲) پھر فاسٹس کا قول جو اس فرقہ کا ایک مشہور عالم چوتھی صدی میں گذرا ہے، اور اگستائن کے مقابل تھا یوں لکھتا ہے کہ:

"ان چیزوں سے انکار کروں جنکو فریب سے تمہارے باپ دادوں نے اس میں الحاق کر دیں ہیں، اور اس کی خوبصورتی اور بہتری کو بدشکل اور خراب کر دیا ہے، کیونکہ یہ تحقیق ہے کہ اس عہد جدید کو نہ حضرت عیسیٰ نے لکھا ہے نہ ان کے حواریوں نے، بلکہ ایک مدت کے بعد کسی گمنام شخص نے لکھا، اور اس نے اس لحاظ سے کہ مبادا اس کو ان حالات سے جو لکھتا ہے، غیر واقف سمجھ کر اعتبار نہ کریں، حواریوں اور حواریوں کے رفیقوں کے نام لگا دیے ہیں، اور اس نے عیسیٰ کے مریدوں کو بڑی تکلیف دی ہے، کہ ان کے نام سے ان کتابوں کو جن میں بہت سی غلطیاں اور تضاد ہے بنایا، کیا یہ حضرت عیسیٰ کے مریدوں کے ساتھ جو باہم متفق اور یکدل تھے، برائی کرنی نہیں"۔

(یہاں تک لارڈنر کے کلام کا ٹکڑا تھا) پھر اسی کے قول میں نقل کرتا ہے:

"اس میں کیا قباحت ہے کہ ہم بھی عہد جدید سے صرف وہی چیزیں مانیں جو ابن کی عزت کے قائل ہیں، اور ان کو اس نے یا اس کے حواریوں نے کہا ہے، اور خارج کریں ان کو جو حواریوں نے جہالت سے کہیں، یا جھوٹ اور بے حیائی سے ان کی طرف منسوب ہوئیں"۔

(یہاں تک لارڈنر کا کلام تھا) اور مانی کیز کے فرقے کی طرح اور فرقوں کا یہی حال تھا۔

(۳) اکھارن سلسوس کے قول کو جو ایک فاضل بت پرست دوسری صدی میں گذرا ہے، اور اس نے ایک کتاب مسیحی دین کے ابطال میں بھی لکھی ہے، اپنی کتاب میں یوں نقل کرتا ہے کہ:

"عیسائیوں نے اپنی انجیلوں کو تین بار چار بار بلکہ اس سے بھی زائد ایسا بدلا ہے کہ گویا ان کا مضمون بھی بدل گیا"۔

(یہاں تک اس فاضل بت پرست کا کلام تھا)

اور اب جو ملحد لوگ بکتے ہیں، اور ان کی صدہا کتاب چھپ کر شائع ہوگئیں ہیں، ان کی مزخرفات کے نقل کرنے کو دل نہیں چاہتا، جس کا جی چاہے ان کتابوں میں دیکھ لے۔

اور یہ کلام تو تحریف لفظی میں تھا، اور تحریف معنوی میں تو کچھ کلام ہی نہیں، سب عیسائی بالاتفاق مانتے ہیں کہ یہودیوں نے تحریف معنوی کی ہے، اور کرتے ہیں، خصوصاً بشارات مسیحی میں، اور چونکہ یہ بات مسلمات میں سے ہے، اس کے بہت سے شواہد لانے کی حاجت نہیں، اس لئے میزان الحق سے فقط دو قولوں کو نقل کر دیتا ہوں۔

پہلے باب کی تیسرے فصل میں ہے (۱۸۵۰ء صفحہ ۳۹):

"مسیحی دین کے پہلے معلم فقط یہی سچا دعوے کرتے ہیں کہ یہودیوں نے ان آیات کو کہ جن میں یسوع مسیح کا اشارہ ہے نالائق اور نامناسب طور پر تفسیر اور خلاف بیان کیا ہے"۔

پھر دوسرے باب کے مقدمہ میں ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء صفحہ):

"اور پیشین گوئیوں یعنی اخبارات قبل از وقوع کو جو پرانے عہد کی کتابوں میں مسیح کی طرف اشارہ ہیں، برخلاف بیان اور تفسیر کر کے کہتے ہیں کہ

مسیح جس کا وعدہ ہوا، اب تک نہیں آیا، بلکہ آوے گا"۔

(یہاں تک میزان الحق کی عبارت تھی)

اور اس قول سے "فقط یہی سچا دعویٰ الخ" جو یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ پہلے معلم تحریف لفظی کا دعویٰ نہیں کرتے تھے، سو یہ بالکل غلط ہے، جیسا ابھی جلد اسی ہدایت میں تیسرے اور چوتھے اور پانچویں قول کے بیان میں گذرا۔

آٹھویں ہدایت

اس بات کے بیان میں کہ ان کی مقدس کتابوں میں ایسے اختلاف اور غلطیاں ہیں کہ اگر اور سب امور سے قطع نظر کریں تو وہ بھی اس بات کے مقتضی ہیں کہ یا تو ان میں تحریف ہوئی، یا ان کے لکھنے والے الہامی شخص نہ تھے۔

اور چونکہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے تیسرے شبہ کے جواب کے اندر عہد جدید کے ساٹھ اختلافوں کو اور پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے اندر عہد عتیق اور جدید کی تراسی غلطیوں کو لکھ آیا ہوں، تو اس سبب سے اس جگہ بہت نہ لکھوں گا، بلکہ عہد جدید سے تو فقط اور چھ اختلافوں کو لکھوں گا کہ پہلے ساٹھ اختلافوں کے ساتھ مل کر چھیاسٹھ ہو جائیں گے، اور عہد عتیق کے تیس اختلافوں کو لکھوں گا، اور بعض ان میں سے جو ایسے ہیں جن کا ذکر پہلی ہدایتوں میں یا پہلی جلد کے اندر گذر گیا ہے انہیں اجمالاً لکھوں گا، اور ان کو اگرچہ ناظرین تلاش کر کے معلوم کر سکتے ہیں، لیکن اس واسطے لکھا گیا کہ اس کو ضرورت کے وقت تلاش کی حاجت نہ ہو۔

پہلا اختلاف

متی کی انجیل کے دسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

”۱۹۔ لیکن جب وہ تمہیں پکڑوائیں، فکر نہ کرنا کہ ہم کیونکر کہیں یا کیا

کہیں، کہ اسی گھڑی وہ بات جو تم کہو گے تمہیں دی جائے گی۔
۲۰۔ کہ تم نہیں کہو گے، بلکہ تمہارے باپ کی روح تم میں کہیگی۔

اور اسی طرح مرقس کی انجیل کے ۱۳ باب کے ۱۱ درس اور لوقا کی انجیل کے ۱۲ باب کے ۱۱ اور ۱۲ درس میں ہے۔

اور ان تینوں انجیلوں کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا اپنے مریدوں سے وعدہ تھا کہ گرفتاری کے بعد حاکموں کے سامنے جو تم کہو گے، وہ الہامی اور روح القدس کا قول ہوگا، حالانکہ یہ غلط ہے اور کتاب اعمال کے تیئسویں باب کے مخالف ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"۱۔ تب پاول نے مجلس کو غور سے دیکھ کے کہا: اے بھائیو! میں نے سب کی طرح کی صاف دلی سے آج کے دن تک خدا کے آگے عمر بسر کی ہے۔

۲۔ اسوقت حیناہ سردار امام نے ان کو جو آس پاس حاضر تھے، حکم کیا کہ اس کے منہ پر طمانچہ ماریں۔

۳۔ پاول نے اس سے کہا، اے رنگین دیوار! خدا تجھ کو طمانچہ مارے گا، تو شرع کے موافق مجھ کو فتویٰ دینے بیٹھا ہے، اور شرع کے برخلاف حکم دیتا ہے، کہ مجھے طمانچہ ماریں۔

۴۔ وے جو نزدیک کھڑے تھے کہنے لگے، کیا تو خدا کے سردار امام کو ملامت کرتا ہے۔

۵۔ تب پاول نے کہا، بھائیو خیال نہ تھا کہ یہ سردار امام ہے کہ لکھا ہے کہ تو اپنے لوگوں کے حاکم کو بری بات مت کہو"۔

دیکھو اگر وہ قول صادق ہوتا تو جناب پولوس کیوں غلطی کرتے، کیا عیاذاً باللہ روح القدس سے بھی غلطی ہوا کرتی ہے، اور ان کے علماء بھی اس جگہ اختلاف اور غلطی کے قائل ہیں، جیسا کہ دسویں ہدایت کے اندر گیارہویں سند کے بیان میں آتا ہے۔

دوسرا اختلاف

کتاب اشعیا کے چالیسویں باب کا پانچواں درس لوقا کے تیسرے باب کے چھٹے درس سے مخالف ہے، اوران کے مفسرین کے اقرار کے موافق اول محرف ہے، اور بیان اس کا ۳ ہدایت کے اندر ۱۵۴ اختلاف میں گذرا۔

تیسرا اختلاف

میکا کی کتاب کے پانچویں باب کا دوسرا درس متی کی انجیل کے ۲ باب کے ٦ درس سے مخالف ہے۔

چوتھا اختلاف

١٦ زبور کا ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، درس کتاب اعمال کے ۱۲ باب کے ۲۵، ۲٦، ۲۷، ۲۸، درس سے مخالف ہے۔

پانچواں اختلاف

زبور چالیسویں کا ٦، و ۷، ۸، درس نامہ عبرانیہ کے ۱۰ باب کے ۵، ٦، ۷، درس سے مخالف ہے۔

چھٹا اختلاف

کتاب عاموس کے ۹ باب کا ۱۱، ۱۲ درس کتاب اعمال کے ۱۵ باب کے ١٦، ۱۷، درس سے مخالف ہے، اوران چاروں کا بیان پانچویں ہدایت کی پہلی قسم کے شواہد میں ۴۸ شاہد سے ۵۱ شاہد تک گذرا، اور وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کے مفسروں کے اقرار کے موافق عہد عتیق کی عبارت ان سب جگہوں میں محرف ہے۔

ساتواں اختلاف

سموئیل کی ۲ کتاب کے ۲۴ باب کے ۹ درس میں بنی اسرائیل آٹھ لاکھ اور بنی یہودا پانچ لاکھ، اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۲۱ باب کے ۵ درس میں بنی اسرائیل گیارہ لاکھ، اور بنی یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار ہیں، اور دونوں میں اختلاف ہے اور ایک یقیناً غلط ہے۔

آٹھواں اختلاف

سموئیل کی ۲ کتاب کے ۲۴ باب کے ۱۳ درس میں سات برس اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۲۱ باب کے ۱۲ درس میں تین برس ہیں، اور ایک یقیناً غلط ہے۔

نواں اختلاف

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۲۲ باب کے ۲ درس میں اخذیاہ کی عمر تخت نشین ہونے کے وقت بیالیس برس کی اور سلاطین کی ۲ کتاب کے ۸ باب کے ۲۶ درس میں بائیس برس کی لکھی ہے، اور دونوں میں اختلاف ہے، اور اول یقیناً غلط ہے۔

دسواں اختلاف

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۳۶ باب کے ۹ درس میں یہویکین کی عمر تخت نشین ہونے کے وقت آٹھ برس کی اور سلاطین ۲ کتاب کے ۲۴ باب کے ۸ درس میں اٹھارہ برس کی لکھی ہے، اور دونوں میں اختلاف ہے، اور اول غلط ہے۔

گیارہواں اختلاف

یوشع کی کتاب کے ۱۳ باب کے ۲۵ درس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے بنی عمون کی آدھی سرزمین بنی جاذ کے حصہ میں دی تھی، اور کتاب استثناء کے ۲ باب

کے ۱۹ درس سے اس بات کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

بارہواں اختلاف

اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۷ باب کے ۶ درس اور اسی کتاب کے ۸ باب کے ۲ درس اور کتاب پیدائش کے ۴۶ باب کے ۲ درس میں دو طرح کا اختلاف ہے، اول ناموں میں دوم عدد میں اور ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق اخبار الایام میں غلطی ہے۔

تیرہواں اختلاف

اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۸ باب اور ۹ باب میں باہم ناموں کے اندر کا اختلاف ہے اور ایک جگہ غلطی ہے۔

چودہواں اختلاف

سموئیل کی ۲ کتاب کے ۲۳ باب کے ۸ درس اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۱۱ باب کے ۱۱ درس میں اختلاف ہے، اور ڈاکٹر کنی کاٹ نے سموئیل کی عبارت میں غلطی اور تین بڑی تحریفیں مانی ہیں۔

پندرہواں اختلاف

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۳۶ باب کے ۱۰ درس میں صدقیاہ کو یہویکین کا بھائی لکھا ہے، اور سلاطین کی ۲ کتاب کے ۲۴ باب کے ۱۷ درس میں چچا لکھا ہے اور دونوں میں اختلاف ہے اور اول غلط ہے۔

سولہواں اختلاف

سموئیل کی ۲ کتاب کے ۱۰ باب میں تین جگہ اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے

۱۸باب میں سات جگہ ہدر عزر ہے،اور سموئیل کی اسی کتاب کے ۸ باب میں ہدوعزر ہے،اور یہی صحیح ہے،اوراول غلط ہے۔

سترہواں اختلاف

یوشع کی کتاب کے ۷ باب کے ۱۸ درس میں عکن اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے۲باب کے۷درس میں عکر ہےاوراول غلط ہے۔

اٹھارہواں اختلاف

اخبارالایام کی پہلی کتاب کے۳باب کے۵درس میں عمی ایل کی بیٹی بت سوع اور سموئیل کی ۲ کتاب کے ۱۱باب کے۳ درس میں الیعام کی بیٹی بت سبع ہے،اور اول غلط ہے۔

انیسواں اختلاف

سلاطین کی ۲ کتاب کے ۱۴باب کے ۲۱ درس میں عزریاہ اور اخبارالایام کی ۲ کتاب کے۳۶باب کے پہلے درس میں عزیاہ ہےاوراول غلط ہے۔

بیسواں اختلاف

اخبارالایام کی ۲ کتاب کے ۲۱باب کے ۱۷درس میں یہواخذ اور سلاطین کی ۲ کتاب کے۸باب کے۲۴درس میں اخذیاہ ہے،اوراول غلط ہے۔

اکیسواں اختلاف

سموئیل کی ۲ کتاب کے ۵،۶ باب سے معلوم ہوتا ہے، کہ داؤد خدا کے صندوق کوفلسطینوں کی لڑائی کے بعدلائے،اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے۱۳،۱۴، باب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑائی سے پہلے لائے،اوران دونوں میں اختلاف ہے،

اور ایک غلط ہے۔

بائیسواں اختلاف

کتاب شمار کے ۳۱ باب سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ کے عہد میں سب مدیانی نیست ونابود ہو چکے تھے، اور کتاب القضات کے ۶ باب سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

تیسواں اختلاف

کتاب پیدائش کے چھٹے باب میں ساتواں باب کے ۲، ۳، درس کے مخالف حکم ہے۔

اور ان سترہ اختلافوں کا بیان یعنی ۷ سے ۲۳ تک پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے اندر پہلی قسم کی مثالوں میں سے ۲، ۳، ۴، ۵، ۱۰، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۳۱، ۳۴، ۳۵، مثالوں میں گذرا۔

چوبیسواں اختلاف

سموئیل کی ۲ کتاب کے ۸ باب کے ۴ درس میں ایک ہزار سات سو اور ۱۰ باب کے ۱۸ درس میں سات سو اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۱۸ باب کے ۴ درس اور ۱۹ باب کے ۱۸ درس میں ستر ہزار ہیں، اور اول غلط ہے۔

اور آدم کلارک مفسر نے اپنی تفسیر کی ۲ جلد میں سموئیل کی ۲ کتاب کے ۸ باب کی شرح میں اس بات کی مخالفت کے مقامات کو جو اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۱۸ باب سے ہے ضبط کیا ہے، اگر چہ ان میں سے بعض مقامات کا ذکر گذر بھی چکا ہے، مگر ناظرین کے فائدے کے واسطے ترجمہ اردو ۱۸۴۲ء کے موافق سب کو ذکر کر دیتا ہوں۔

۸ باب کا درس	۱۸ اباب کا درس	سموئیل کے لفظ	اخبار الایام کے لفظ
۱	۱	دارالسلطنت(۱) کے لگام کو ان کے اختیار سے نکال لیا	جنت اور اس کا دیہات فلستیوں کے ہاتھ سے لے لیا
۳	۳	ہودعزر	ہدرعزر (۲)
۴	۴	ایک ہزار سات سو سوار	ایک ہزار رتھ اور سات ہزار سارتھی
۸	۸	اور بطح اور بیراتی سے جو ہدوعزر کے شہر میں تھے بہت سا تانبا لے آیا	اور داؤد ہدرعزر کے شہروں طبحت اور کون میں سے بہت سے پیتل لا یا الخ
۹	۹	(۱) بادشاہ (۲) تئی ہدوعزر	(۱) بادشاہ (۲) تعو ہدرعزر
۱۰	۱۰	یورام	ہدورام
۱۲	۱۲	ارامیوں کو	ادومیوں کو
۱۳	۱۳	ارامی	ادومی
۱۷	۱۷	(۱) اخی ملک (۲) شرایاہ	(۱) ملک (۲) شوشا

پھر سموئیل کے دسویں باب اور اخبار الایام کے ۱۹ اباب کی مخالفت کو یوں ضبط کرتا ہے۔

۱۰ اباب کا درس	۱۹ اباب کا درس	سموئیل کے لفظ	اخبار الایام کے لفظ
۱۶	۱۶	سوبک جو ہدرعزر کی فوج کا سردار تھا الخ	ہدر عزر کا سپہ سالار سافک الخ
۱۷	۱۷	اور حیلام تک آیا	اور ان پر چڑھ آیا ساتھ
۱۸	۱۸	سات سو گاڑیاں اور چالیس ہزار سوار کٹا گئے اور ان کی فوج کے سردار سوبک کو مار لیا	ہزار سارتھیوں کو اور چالیس ہزار پیادوں کو مار ڈالا، اور لشکر کے سردار سافک کو قتل کیا۔

سو دیکھو اس ایک اختلاف میں اور کئی اختلاف نکل پڑے۔

(۱) اس جگہ ترجمے مختلف ہیں، ہر مترجم الگ طرز پر گاتا ہے۔۱۲
(۲) اس جگہ مترجم نے صحیح لکھا تھا مگر تغیر کے موافق نقل ہوا۔۱۲

پچیسواں اختلاف

سلاطین کی پہلی کتاب کے ۴ باب کے ۲۶ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور سلیمان کے چالیس ہزار اصطبل تھے، جہاں اس کی گاڑیوں کے گھوڑے بندھے تھے الخ"۔

اور اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۹ باب کے ۲۵ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور سلیمان کے چار ہزار تھان گھوڑوں اور رتھوں کے تھے الخ"۔

دیکھو کہاں چالیس ہزار اور کہاں چار ہزار اور آدم کلارک اول کو غلط کہتا ہے۔

چھبیسواں اختلاف

سلاطین کی پہلی کتاب کے ۷ باب کے ۲۴ درس میں دو جگہ گانٹھوں کا لفظ اور اس باب کے ۲۵ درس میں اور اسی طرح اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۴ باب کے ۳ و ۴ درس میں بیلوں کا لفظ واقع ہے، اور اول صحیح اور دوسرا غلط ہے۔

ستائیسواں اختلاف

سلاطین کی ۲ کتاب کے ۱۶ باب کا ۲ درس اسی کتاب کے ۱۸ باب کے ۲ درس سے مخالف ہے، اور اول غلط ہے۔

اٹھائیسواں اختلاف

اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۲ باب کا ۳ درس سموئیل کی ۲ کتاب کے ۱۲ باب کے ۳۱ درس سے مخالف ہے، اور اول غلط ہے۔

انتیسواں اختلاف

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۱۶ باب کا پہلا درس سلاطین کی پہلی کتاب کے ۱۵

باب کے ۳۲ درس سے مخالف ہے، اور اول غلط ہے، اور بیان ان چھ کا یعنی ۲۴ سے ۲۹ تک پانچویں ہدایت کے اندر پہلی قسم کے شواہد میں ۲۳ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ و ۳۸ و ۴۱، شاہد کے اندر گذرا۔

تیسواں اختلاف

سلاطین کی پہلی کتاب کے ۷ باب کے ۲۶ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''اور بحر میں دو ہزار بت کی گنجائش تھی''۔

اور اخبار الایام ۲ کتاب کے ۴ باب کے ۵ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''اور بحر میں تین ہزار بت کی گنجائش تھی''۔

دیکھو دونوں میں ایک ہزار کا اختلاف ہے۔

اکتیسواں اختلاف

عزرا کی کتاب کے ۲ باب اور نحمیا کی کتاب کے ۷ باب میں بڑا اختلاف ہے، اور اختلاف کے سوا یہ بات ہے کہ دونوں جمع ۴۲۳۶۰ لکھتے ہیں، اور جمع کرنے سے ایک جگہ میں اتنے نہیں آتے، بلکہ عزرا میں ۲۹۸۱۸ ہوتے ہیں، اور نحمیا میں ۳۱۰۸۹ آتے ہیں۔

اور یوسیفس مورخ اپنی تاریخ کی کتاب کے پہلے باب میں یوں لکھتا ہے:

''جو بابل کی قید سے چھوٹ کے یروشالم کو آئے، بیالیس ہزار چار سو باسٹھ تھے''۔

(یہاں تک یوسیفس کا کلام تھا)

اور اس کی تحریر سے وہ جمع اتفاقی بھی غلط معلوم ہوتی ہے۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں عزرا کے باب کی شرح میں یوں ہے:

''بہت سے فرق اس باب میں اور کتاب نحمیا کے ساتویں باب میں کاتبوں کی غلطی سے واقع ہوئے ہیں، اور ترجمہ انگریزی کے تیار کرنے کے وقت نسخوں کا مقابلہ کر کے بہت سے فرق نکالے گئے ہیں، اور دوسری جگہوں میں یونانی ترجمہ عبری کی شرح میں مدد کرتا ہے''۔

(یہاں تک ان مفسروں کا کلام تھا)

دیکھو ان مفسروں نے ایسی غلطی تو مانیں، کہ اصلاح کے بعد بھی عبری اور انگریزی اور اردو اور عربی ترجموں میں اب تک اس میں سے باقی ہے، مگر کاتب کے سر لگائی۔

بتیسواں اختلاف

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۲ باب کے ۲ درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''تین ہزار چھ سو سرداروں کو ان پر مقرر کیا'' اور سلاطین کی پہلی کتاب کے ۵ باب کے ۱۶ درس میں تین ہزار تین سو ہیں۔

سو دونوں میں تین سو کا اختلاف ہے۔

شاید سلاطین والی عبارت غلط ہو، کیونکہ ترجمہ یونانی میں اس جگہ بھی تین ہزار چھ سو بنا دیے ہیں، جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر ۲۴ اختلاف کے بیان میں گذرا۔

تینتیسواں اختلاف

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۱۳ باب کے ۲ درس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبیا کی ماں کا نام میکایاہ تھا، جو اور ریل جبعانی کی بیٹی تھی، اور اسی کتاب کے ۱۱ باب کے ۲۰ درس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ماں کا نام معکہ تھا، جو ابی سلوم کی بیٹی تھی۔

اور سموئیل کی ۲ کتاب کے ۱۴ باب کے ۲۷ درس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی سلوم کی ایک ہی بیٹی تھی جس کا نام تمر تھا، سو اب تینوں میں اختلاف ہے۔

چونتیسواں اختلاف

یوشع کی کتاب کے ۱۰ باب سے معلوم ہوتا ہے، کہ بنی اسرائیل یروشالم کے بادشاہ پر فتح پاکر اس کی سرزمین پر غلبہ پاگئے تھے۔

اور اسی کتاب کے ۱۵ باب کے ۶۳ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"لیکن یبوسی جو تھے، یروشالم میں رہتے تھے، سو ان کو بنی یہودا اخراج نہ کر سکے، چنانچہ یبوسی آج کے دن تک یروشلم میں بستے ہیں"۔

اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر غلبہ نہ پایا تھا۔

پینتیسواں اختلاف

سلاطین کی پہلی کتاب کے سترہویں باب میں ایلیا پیغمبر کے حال میں یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۲۔ اور یہواہ کا کلام اس پر نازل ہوا۔

۳۔ کہ یہاں سے چل دے، اور مشرق کی راہ لے، اور وادی کریت میں جو اردن کے سامنے ہے جا چھپ۔

۴۔ اور ایسا ہوگا کہ تو اس نالے سے پیویگا، اور میں نے کووں کو حکم کیا ہے کہ وے تیری پرورش کریں۔

۵۔ سو وہ روانہ ہوا، اور یہواہ کے کہے پر عمل کیا الخ۔

۶۔ اور ہر صبح اور شام کوے اس کے لئے روٹی اور گوشت لایا کرتے تھے، اور وہ اس نالے کا پانی پیتا تھا"۔

اور کتاب قوانین کے ۱۱ باب اور کتاب استثناء کے ۱۴ باب میں ہر قسم کا احرام اور نجس لکھا ہے، تو اب کس طرح ہوا کہ ایسے پاک پیغمبر کو ناپاک جانوروں سے گوشت اور روٹی پہنچتا ہو، اور کس طرح سے معلوم ہو سکے کہ وہ کوے جو گوشت لاتے تھے، پہلے

مردار لاشوں پر نہ ٹھہرے ہوں گے، اس کے علاوہ پورے سال تک ایلیا پیغمبر کو گوشت روٹی پہنچاتا تھا، تو کس طرح ہوا کہ صبح شام کوّے بلاناغہ ایسی خدمت بجالاویں، بہر حال یہ غلط ہے، اور کتاب قوانین اور استثناء کے مخالف اور جب عیسوی دین کے منکروں نے اس پر طعن کیا تو ہارن سے اس کے سوا کچھ نہیں بن پڑا، کہ مترجمین اور شارحین نے ترجمہ غلط کیا ہے، اور کووں کی جگہ عرب کے لوگ لکھنے چاہئے، جیسا کہ بارہویں ہدایت میں آتا ہے۔

چھتیسواں اختلاف

کتاب دوم سموئیل کے ۲۴ باب کے پہلے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"بعد اس کے خداوند کا غصہ بنی اسرائیل پر بھڑکا کہ اس نے داؤد کے دل میں ڈالا، جو بنی اسرائیل اور بنی یہوداہ کو گنے"۔

ترجمہ فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"و خداوند باردیگر براسرائیلیاں غضب ناک شدہ داؤد رابرایشاں برانگیزانید الخ"۔

(عربیہ ۱۸۳۱ء):

"ثم ان اشتد غضب الرب علی اسرائیل والقی فی قلب داؤد الخ"۔

اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۲۱ باب درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور شیطان اسرائیل کے مقابلے میں اٹھا، اور داؤد کے دل میں ڈالا کہ اسرائیل کی اسم نویسی کرے"۔

(فارسیہ ۱۸۵۰ء):

"وشیطان بخلاف اسرائیل ایستادو داؤد را وسوسہ نمود الخ"۔

دیکھو اول کے موافق خدا نے دل میں ڈالا، اور دوسرے کے موافق شیطان نے، الا یہ کہ یوں کہو کہ خداوند اور رب سے نعوذ باللہ شیطان ہی مراد ہے، جیسا کہ پروٹسٹنٹوں کے اعتقاد کے موافق اور جگہ میں ایسا اطلاق اس پر آیا ہے۔

گرنتھوں کے ۲ نامہ کے ۴ باب کے ۴ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''اس جہاں کے خدا نے ان کی عقلوں کو جو بے ایمان ہیں تاریک کر دیا ہے''۔

(نسخہ ۱۸۶۱ء):

''اس جہاں کے خدا نے ان کی عقلوں کو جو بے ایمان ہیں تاریک کر دیا ہے''۔

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

''وخدائے ایں جہاں فہم ہائے بے ایمان ایشاں را کور کردہ است''۔

(عربیہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء):

"وطمس اله العالم على افئدتهم بعينه"۔

اور پروٹسٹنٹ اس لحاظ سے کہ اس میں نسبت شر کی ہے، اس جہاں کے خدا یا خدائے ایں جہاں یا الہ العالم سے شیطان مراد لیتے ہیں، لیکن اب مشکل یہ ہے کہ اور جگہ کیا کہیں گے۔

مثلاً اشعیا کے ۴۵ باب کے ۷ درس میں جو یوں ہے (فارسیہ ۱۸۳۸ء):

''سازندۂ نور وآفرینندۂ تاریکی منم صلح دہندہ وظاہر کنندہ شر منکہ خداوندم ایں ہمہ اشیاء را بوجود مے آرم''۔

(عربیہ ۱۸۳۱ء):

"المصور النور والخالق الظلمة الصانع السلام والخالق

لشرانا الرب الصانع هذه جميعها۔

(نسخہ ۱۸۲۵ء):

''میں یہواہ ہوں، میرے سوا کوئی نہیں میں روشنی بناتا ہوں، اور تاریکی پیدا کرتا ہوں، اور سلامتی بناتا ہوں، اور شر پیدا کرتا ہوں''۔

اور جس کو اور زیادہ اختلافات دیکھنے ہوں، وہ اعجاز عیسوی میں دیکھے کہ وہاں اور بھی ملیں گے اور یہاں اسی قدر پر کفایت کرتا ہوں۔

نویں ہدایت

اس بات کے بیان میں کہ جو لوگ اب تک ان کتابوں کو الہامی کہتے ہیں ان کو بعض مقامات میں تحریف تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں اور مدت دراز کے بعد بعض مقامات میں تحریف ایسی چل گئی کہ سب نسخوں میں یکساں طور پر تبدیلی کے ذریعہ تحریف موجود ہے۔

پانچویں ہدایت کے اندر پہلی قسم کے شواہد میں چوتھے فائدہ کو دیکھو کہ ''گلے'' کا لفظ تحریف سے ''گڈریہ'' کی جگہ لکھا گیا، اور پانچویں اور چھٹے شاہد کو دیکھو کہ کتاب شمار کے ۲۶ باب کا دسواں درس اور کتاب استثناء کے ۳۲ باب کا ۵ درس محرف ہوا، اور آٹھویں شاہد کو دیکھو، کہ تین برس کی جگہ سات برس کا لفظ لکھا گیا، اور نویں شاہد کو دیکھو کہ جورو کے لفظ کی جگہ بہن کا لفظ تحریف سے لکھا گیا، اور اس جگہ پروٹسٹنٹ بھی عبری کو چھوڑ کر ترجمہ لاطینی اور یونانی کے موافق جورو کا لفظ لکھتے ہیں۔

اور دسویں شاہد کو دیکھو کہ بیالیس کا لفظ بائیس کی جگہ تحریف سے لکھا گیا۔

اور سترہویں شاہد کو دیکھو کہ اس جملہ کی جگہ کہ ''شریروں کی جانوں نے مجھے چرایا'' تحریف سے یہ جملہ ''شریروں کے گروہ نے مجھے چورایا'' لکھا گیا، اور اس جگہ بھی پروٹسٹنٹ عبری کو محرف سمجھ کر چھوڑتے ہیں، اور یونانی کے موافق اول کو لکھتے ہیں۔

اور چوبیسویں اور پچیسویں شاہد کو دیکھو کہ سموئیل کی کتاب کے پندرہ باب میں ارامی کا لفظ اروم کی جگہ اور چالیس کا لفظ چار کی جگہ لکھا گیا۔

اور ۲۶ شاہد کو دیکھو کہ سموئیل کی دوسری کتاب کے ۲۳ باب کے آٹھویں درس

میں تین بڑی تحریفیں ہیں، اور ۲۷ سے ۳۱ شاہد تک دیکھو کہ ''عکن'' کا لفظ عکر کی جگہ، اور لفظ ''عمی ایل کی بیٹی بت سوع'' اس لفظ کی جگہ ''الیعام کی بیٹی بت سبع'' اور عزریاہ کا لفظ عزیاہ کی جگہ اور یہواحذ کا لفظ احذیاہ کی جگہ تحریف سے واقع ہوا ہے۔

اور ۴۳ شاہد کو دیکھو کہ گانٹھوں کے لفظ کی جگہ بیلوں کا لفظ واقع ہوا ہے، اور بیالیسویں شاہد کو دیکھو کہ اس جملہ کی جگہ ''انہوں نے میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدے'' یہ جملہ ''اور دونوں ہاتھ میرے شیر کی مانند ہیں'' واقع ہوا...... اور اس جگہ بھی پروٹسٹنٹ عبری کو چھوڑ کر لاطینی کے موافق اول کو لکھتے ہیں، اور ۴۴ و ۴۵ شاہد کو دیکھو کہ اشعیا کی کتاب کے ۶۴ باب کا ۲ و ۴ درس محرف ہوا، اور ۴۷ شاہد سے ۵۲ شاہد تک دیکھو کہ ملاکیا کی کتاب کے تیسرے باب کا پہلا درس اور میکا کی کتاب کے پانچویں باب کا دوسرا درس اور زبور سولہویں کے ۸ درس سے ۱۱ درس تک اور کتاب عاموص کے نویں باب کا ۱۱ و ۱۲ درس اور زبور چالیسویں کے ۶ درس سے ۸ درس تک اور زبور ایک سو دسویں کا چوتھا درس عبری میں محرف ہوا۔

اور دیکھو یہ سب تحریفیں ایسی چل گئیں کہ عہد عتیق کی کتابوں کے سب نسخوں میں برابر پھیل پڑیں، اور اسی طرح اور بہت سی مثالیں تبدیلی کے ذریعہ تحریف کی ہیں، جو میں نے اختصار کا لحاظ کر کے نہیں لکھیں، ناظرین کو قسم اول کے شواہد کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

اور زیادتی کے ذریعہ تحریف میں دوسری قسم کے شواہد کے اندر ۴۸ شاہد کو دیکھو کہ کتاب استثناء کے دسویں باب میں چار درس تحریف سے بڑھائے گئے ہیں، اور ۴۹ شاہد کو دیکھو کہ یہ لفظ ''اور اس کی دسویں پشت تک'' استثناء کے ۲۳ باب کے ۲ درس سے بڑھایا گیا۔

اور ۵۳ شاہد کو دیکھو کہ کتاب القضات کے پہلے باب میں چھ درس بڑھائے گئے۔

اور ۵۵ شاہد کو دیکھو کہ سموئیل کی پہلی کتاب کے ۶ باب کے ۱۹ درس میں ضرور تحریف ہوئی۔

اور ۵۶ شاہد کو دیکھو کہ سموئیل کی پہلی کتاب کے ۱۷ باب میں پچیس درس بڑھائے گئے، اور ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق کاتبوں کی بے پروائی سے حاشیہ سے متن میں داخل ہو گئے، سو دیکھو کہ یہ الحاق عہد عتیق کی اس کتاب کے سب نسخوں میں برابر پھیل پڑا۔

اور ۵۷ شاہد میں دیکھو کہ فیلپ کا لفظ ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق کاتب کی غفلت سے لوقا کی انجیل کے متن میں داخل ہوا، اور اب اس انجیل کے سب نسخوں میں برابر پھیل پڑا۔

اور ۶۰ شاہد کو دیکھو کہ یہ جملہ ''خداوند نے کہا'' لوقا کی انجیل میں تحریف سے بڑھایا گیا، اور اب سب نسخوں میں برابر پھیل پڑا۔

اور ۸۲ شاہد کو دیکھو کہ اتنی عبارت ''اسی طرح پورا ہوا جو نبی نے کہا تھا کہ انہوں نے میرے کپڑے آپس میں بانٹے اور میرے کرتے کے لئے قرعہ ڈالا'' متی کے انجیل کے ۲۷ باب میں ملائی گئی، اور سب نسخوں میں اب برابر پھیل پڑی۔

اور ۶۳ شاہد کو دیکھو کہ نامہ اول یوحنا میں اتنی عبارت ''جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں، باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور تین ہیں جو زمین پر'' تحریف سے بڑھائی گئی، اور اب سب نسخوں میں برابر پھیل پڑی۔

اور ۶۴ شاہد کہ دیکھو کہ کتاب مشاہدات کے پہلے باب کے ۱۱ درس میں یہ الفاظ ''اول و آخر ہوں'' تحریف سے بڑھائے گئے۔

اور ٦٥ شاہد کو دیکھو کہ کتاب اعمال کے ۸ باب کا سینتیسواں درس تحریف سے بڑھایا گیا۔

اور ٦٦، شاہد کو دیکھو کہ کتاب اعمال کے ۹ باب میں ایک بڑی عبارت بڑھائی گئی۔

اور ۷۰ شاہد کو دیکھو کہ متی کی انجیل کے بارہویں باب میں دل کا لفظ بڑھایا گیا، اور اسی طرح اور الحاقات ہیں جو دوسری قسم کے شواہد کے ناظرین پر کھل جاتے ہیں، اور یہ سب الحاقات اب انجیلوں کے نسخوں میں عموماً پھیل پڑے۔

اور کمی کر کے تحریف میں تیسری قسم کے شواہد کے اندر پہلے شاہد کو دیکھو کہ ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق کتاب خروج کے ۱۲ باب کے چالیسویں درس میں عبری نسخے سے یہ الفاظ ''آباؤ اجداد اور زمین کنعان'' گر گئے ہیں۔

اور دوسرے شاہد کو دیکھو کہ کتاب پیدائش کے ۴ باب کے ۸ درس سے یہ جملہ ''آؤ میدان کو چلیں'' گر گیا ہے۔

اور گیارہویں شاہد کو دیکھو کہ عیسائی مذہب کے مفسرین کے اقرار کے موافق یہ الفاظ ''نجات ہمارے خدا کی'' اشعیا کی کتاب کے چالیسویں باب کے پانچویں درس سے عبری نسخے کے اندر گر گئے ہیں، اور اسی طرح اور جگہ ہے جو اس قسم کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں، اور عبری میں یہ تحریف ایسی چل گئی کہ سب نسخوں میں برابر پھیل پڑی۔

اور بارہویں شاہد کو دیکھو کہ لوقا کہ ۲۱ باب میں سارا درس گر گیا ہے۔

اور تیرہویں شاہد کو دیکھو کہ کتاب اعمال کے ۱۶ باب کے ۷ درس میں عیسیٰ کا لفظ گر گیا ہے، اور عہد جدید میں یہ نقصان (کمی کرنا) ایسے پھیل گئے کہ اب کے سب یا

اکثر نسخوں میں برابر پائے جاتے ہیں۔

سوان مقامات میں جن کا ذکر اس ہدایت میں گذرا اور اسی طرح اور بعض مقامات میں جن کو ہم نے قصداً نہیں ذکر کیا، اور پانچویں ہدایت کے حوالے پر چھوڑا ہے ان کے مفسر اور محقق تحریف مانتے ہیں، گو سب جگہ تحریف کا زمانہ متعین نہ کرسکیں۔

اور ظاہر تو یہ ہے کہ ان نو مقامات میں جن کا ذکر پہلی قسم کے شواہد میں ۴۲ و ۴۴ شاہد کے اندر اور اسی طرح چالیس پر سات شاہد (۴۷) سے پچاس پر دو شاہد (۵۲) تک اور تیسری قسم کے شواہد میں گیارہ شاہد کے اندر گذرا ہے، جناب مسیح کے عروج کے بعد یہود نے شرارت سے، یہ تحریف قصداً اس لئے کی ہو کہ انجیل کی مخالفت ثابت کریں، جیسے اگستائن اور دوسرے قدیم مسیحیوں کے موافق یہودیوں نے ۱۳۰ء کے آس پاس توریت کے اندر تاریخوں میں تبدیلی اور تحریف یونانی ترجمہ کو غیر معتبر کرنے کے لئے اور دین مسیحی کی دشمنی کے سبب سے کی ہے۔

اور دافع البہتان والے کے اقرار کے موافق سامریوں نے پانسو برس زائد کے بعد وہ تحریف مشہور یہودیوں کی مخالفت میں کی ہے، اور جسٹن شہید کے قول کے موافق (جس کو اب تک تمام کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مذہب کے بہت سے فاضل بھی مانتے ہیں،) یہودیوں نے ان پیشین گوئیوں میں جو مسیح کے حق میں تھیں تحریف کی ہے، سو جیسے یہ شرارتی تحریفیں چل گئیں، ایسی ہی یہ تحریفیں بھی صدہا سال کے بعد چل گئیں، اور سب نسخوں میں برابر پھیل گئیں، اور عہد عتیق کے اور مقامات میں غالباً یوسیفس کے زمانہ میں تحریفیں ہوئی ہوں خواہ شرارت سے خواہ وہم اور جہالت سے جیسا کہ آدم کلارک مفسر کے اس کلام سے جس کی نقل ساتویں ہدایت کے اندر دسویں قول میں گذری معلوم ہوتا ہے۔

اور بعض مقامات میں اور وقت میں اور پہلی ہدایت کے اندر معلوم ہو گیا کہ آدم کلارک کتاب پیدائش کے ۳۶ باب کے نو درسوں کے الحاقی ہونے کا اقرار کرتا ہے، اور کہتا ہے:

''غالب نہیں کہ موسیٰ نے ان کو لکھا ہو، اور نہایت قریب القیاس ہے کہ کسی اچھے نسخے کے حاشیہ میں مرقوم ہوں، اور نقل کرنے والے نے اس خیال سے کہ متن میں سے چھوٹا ہوا ہے، متن میں داخل کر لئے ہوں''۔

پھر آدم کلارک اس لفظ کی بابت ''خداوند کے جنگ نامے'' کہتا ہے، غالبًا حاشیہ تھا متن میں داخل ہو گیا۔

اور ہارن اس جملہ کی بابت ''وہی نام آج تک ہے'' جو استثناء کی کتاب کے ۳ باب کے ۱۴ درس میں ہے کہتا ہے کہ:

''کئی صدی کے بعد یہ لفظ حاشیہ میں بڑھایا گیا، اور حاشیہ کی عبارت پچھلے نسخوں کے متن میں داخل ہو گئی''۔

پھر یہی ہارن لفظ وان اور جرون کی بابت کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ موسیٰ نے لیث اور قریہ اربع لکھا ہو گا، مگر کسی نقل نویس نے توضیح کے لئے ان لفظوں کو دان اور جروں کے ساتھ بدل ڈالا، سو دیکھو ان سب مقامات میں کاتب کا یہ الحاق اور تبدیلی ایسی چل گئی کہ سب نسخوں میں برابر پھیل پڑی، گو زمانہ اس کا ہم کو معلوم نہ ہو، اور عبری کے نسخوں میں پھیل جانا کیا بعید تھا۔

دیکھو ترجمہ یونانی میں جو حواریوں کے وقت سے پندرہویں صدی تک عیسائیوں میں بڑا ہی معتبر اور مستعمل تھا، اور ان کے سب کلیسوں میں پڑھا جاتا تھا، مشرق کے ملحدوں کی تحریف ایسی چل گئی کہ سب نسخوں میں برابر پھیل پڑی، پھر عبری نسخے میں جو اس صدی تک بمنزلہ متروک کے تھا، تحریف سے کیا مانع ہے، اور عہد جدید

میں دوسری صدی سے دسویں صدی تک ہر قسم کی تحریف کا بازار گرم رہا، شرارت سے بھی، جہالت سے بھی اور دینداری سے بھی اور دوسری صدی کے قاعدے کے برتاؤ سے بھی مقتضاء وقت کے موافق وہ تحریف عمل میں آئی۔

اور اس جگہ سے یہ بات بھی کھل گئی کہ تحریف اور تبدیل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے بھی بہت کچھ ہوئی ہے اور حضرتؐ کے ظہور کے بعد بھی دسویں صدی مسیحی تک مقتضائے وقت کے موافق ہوتی رہی ہے۔

دسویں ہدایت

اس بات کے بیان میں کہ اگر تحریف سے قطع نظر کرلیا جائے تو بھی ان کتابوں کا تمام حالات کے اعتبار سے الہامی ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور اہل کتاب کے سیکڑوں علماء نے اکثر مقامات میں دیدہ ودانستہ ان کتابوں کے مخالف کہا ہے۔

اور اس ہدایت کو دو قسم کرتا ہوں۔

پہلی قسم

اس بات کے بیان میں کہ باعتبار تمام حالات اور گذارشات کے ان کا الہامی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(۱) ہارن اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۱۳۱ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

''اگر ہم تسلیم کریں کہ بعض کتابیں پیغمبروں کی جاتی رہیں، تو کہتے ہیں وہ کتابیں الہام سے نہیں لکھی گئی تھیں، اور اس بات کو اگسٹائن بڑی قوی دلیل سے ثابت کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ سلاطین یہود اور اسرائیل کی تاریخوں میں بہت ایسی چیزوں کا ذکر ہے، جن کا بیان وہاں نہیں، اور ان کے بیان کا حوالہ اور پیغمبروں کی کتابوں کی طرف ہے، اور بعض جگہ ان پیغمبروں کا نام بھی مذکور ہوا ہے، اور وہ کتابیں اس قانون میں جس کو خدا کا کلیسا واجب التسلیم مانتا ہے، موجود نہیں، اور اس کا سبب اس کے سوا نہیں بتلا سکتا کہ ان پیغمبروں (جن کو روح القدس بڑی بڑی چیزیں سندی مذہب کی الہام کرتا تھا) کی تحریر دو طرح کی تھی، ایک دیانت دار مورخین کی طرح (یعنی بغیر الہام) دوسری الہام سے اور ان کے دونوں قسم کے مکتوبات میں ایسا فرق تھا کہ اول ان کی طرف اور دوم خدا کی طرف

منسوب ہوتے تھے، اور اول سے ہمارے علم کی زیادتی اور دوسرے سے ہمارے
دین اور قانون کی سند مقصود تھی"۔

(۲) پھر اسی جلد کے صفحہ ۲۳۱ میں جنگ نامے کے گم ہو جانے کے عذر میں جس کا ذکر کتاب شمار کے ۲۱ باب کے ۱۴ درس میں ہے لکھتا ہے کہ:

"یہ کتاب جس کا گم ہو جانا مظنون ہے، موافق رائے بڑے محقق ڈاکٹر لائٹ فٹ کے وہ تھی جس کو موسیٰ نے عمالیق کو شکست دینے کے بعد خدا کے حکم سے یوشع کی یادداشت کے لئے بطور تذکرہ کے لکھا تھا"۔

پس معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں فقط حال اس فتح کا اور آئندہ لڑائی کے انتظام کی تدبیریں مرقوم تھیں، اور کسی طرح سے وہ الہامی نہ تھی، اور نہ کتاب قانونی کا جزء تھی۔

(۳) پھر اسی جلد کے صفحہ ۲۴۸ میں حاشیہ پر یوں لکھتا ہے کہ:

"جب ہم کہیں، کہ کتب مقدسہ خدا کا کلام ہیں، ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ وہ سب کلام خدا نے بولا ہے، یا لکھوایا ہے، یا ہر چیز جو اس میں ہے خدا کا کلام ہے، بلکہ انصاف اور رحم اور زندگی کی پاکی کے احکام کے بیان اور ان تاریخی حصوں میں جن میں ایسی زندگی کا جو ان اصول و احکام کے برخلاف ہے، نتیجہ دکھایا گیا ہے، فرق کرنا چاہئے، پہلا تو پاک اور کلام خدا ہے، اور دوسرا یعنی تاریخی حصہ اس میں بعضا کلام نیک آدمیوں کا، اور بعضا شریر کا اور بعض کلام شیطان کا ہے، اور اس سبب سے اس کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا، جو خلاصہ کے طور پر منقول ہوا)

۴: پھر اسی جلد کے ضمیمہ اول میں یوں لکھتا ہے کہ:

"جب کہا جائے کہ کتب مقدسہ خدا کی طرف سے وحی کی گئی ہیں، تو ہم نہ سمجھیں کہ خدا نے ہر لفظ یا ساری عبارت بتلائی ہے، بلکہ اختلاف محاورہ اور

بیان کے مختلف طرز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان مصنفوں کو اجازت تھی کہ اپنے اپنے مزاج اور سمجھ اور عادت کے موافق لکھیں، اور علم الہام اسی طور اور قاعدے پر کام میں آیا، جیسے رسمی علوم کام میں آیا کرتے ہیں، اور نہ یہ خیال کیا جائے کہ ہر ایک معاملے میں جو وہ بیان کرتے تھے، یا ہر ایک حکم میں جو وہ دیتے تھے، ان کو الہام ہوتا تھا''۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا، جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

(۵) پھر لکھتا ہے کہ:

''عہد عتیق کی تاریخی کتابوں کے مصنفوں کو کبھی کبھی تو الہام ہونا محقق ہے''۔

(۶) پھر لکھتا ہے کہ:

''ان میں سے بعض کتابیں پیچھے سے ان پاک ملفوظات سے جن کے مصنف پیغمبر یا سیر لوگ تھے، اور ان دفتر کے کاغذات یا اور سچے ملفوظات سے جمع کی گئی ہیں، جو غیر الہامی لوگوں کی تصنیف تھے''۔

(یہاں تک کلام ہارن کا تھا)

(۷) تفسیر ہنری واسکاٹ کی آخر جلد میں الگزیدر کینن سے یوں منقول ہے کہ:

''ضرور نہیں کہ، ہر لکھا پیغمبر کا الہامی یا قانونی ہو، اور اس لئے کہ حضرت سلیمان نے بعض کتابیں الہامی لکھیں، یہ ضرور نہیں کہ جو انہوں نے تاریخ کے طور پر لکھا، وہ بھی الہامی ہو، اور یاد رکھا جائے کہ پیغمبر اور حواری خاص خاص مطلب اور موقع پر الہام کئے جاتے تھے''۔

(یہاں تک ان مفسروں کا کلام تھا)

اور یہ تفسیر بھی پروٹسٹنٹوں کے نزدیک بڑی مستند ہے، جیسا کہ ساتویں ہدایت کے اندر چوتھے قول میں گذرا۔

اور الگزیدر کینن یعنی الگزیدر کے اصول ایمانیہ بھی ایک بڑی مستند اور معتبر کتاب ہے، چنانچہ پادری وارن صاحب نے بھی کا کرین صاحب کیتھولک مذہب کے مقابلے میں انجیل کی صحت وعدم صحت کی بابت اسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

(۸) انسائی کلوپیڈیا برٹینکا کی ۱۱ جلد کے صفحہ ۲۷۴ میں الہام کے بیان میں لکھا ہے کہ:

''اس بات پر گفتگو ہے کہ آیا کتب مقدسہ کی ہر بات اور ہر معاملہ الہامی ہے یا نہیں، جیروم اور گروٹیس اور ارازمس اور پروگوبیس اور بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ کتب مقدسہ کی سب باتیں الہامی نہیں''۔

(۹) پھر اسی کتاب کی ۱۹ جلد کے صفحہ ۲۰ میں ہے کہ:

''جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ کتب مقدسہ کا ہر معاملہ اور تمام گزارشات الہامی ہیں وہ اپنے دعوے کو آسانی سے ثابت نہ کر سکیں گے''۔

(۱۰) پھر لکھا ہے کہ:

''اگر از راہ تحقیق ہم سے پوچھا جائے کہ تم عہد جدید کے کون سے اجزاء کو الہامی مانتے ہو تو ہم جواب دیں گے کہ مسائل اور احکام اور پیشین گوئیاں ایسی چیزیں ہیں جو دین عیسوی کی اصل الاصول ہیں، ان سے الہام کا خیال علیحدہ نہیں ہو سکتا، گزارشات کے لئے حواریوں کی یاد کافی تھی''۔

(یہاں تک کلام اس کتاب کا تھا)

اور یہ وہ کتاب ہے کہ جس کو بہت سے بڑے بڑے علماءِ انگلستان نے اکھٹے ہو کر لکھا ہے۔

(۱۱) ریس کی انسائی کلوپیڈیا کی ۱۹ جلد میں لکھا ہے کہ:

''لوگوں یعنی مولفین کے افعال اور ملفوظات میں غلطیاں اور اختلافات ہیں، متی کے ۱۰ باب کے ۱۹ و ۲۰ درس اور مرقس کے ۱۳ باب کے ۱۱ درس اور اعمال کے ۲۳ باب کے پہلے سے چھٹے درس تک باہم مقابلہ کر کے دیکھو، اور یہ بھی کہا

گیا ہے کہ حواری لوگ ایک دوسرے کو صاحب وحی نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ یروشالم کی کونسل کی آپس کی بحث اور پولوس کے پتر کو الزام دینے سے ظاہر ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قدیم مسیحی ان لوگوں کو خطا سے خالی نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ بعض اوقات ان کے افعال پر روک ٹوک کی گئی ہے (اعمال کے ۱۱ باب کے ۲،۳، درس اور اعمال کے ۲۱ باب کے ۲۰ سے ۲۴ درس تک دیکھو) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پولوس مقدس جو اور حواریوں سے اپنے آپ کو کمتر نہیں سمجھتا (۲ کرنتھیوں کے ۱۱ باب کے ۵ درس اور ۱۲ باب کے ۱۱ درس میں) خود اپنے حال میں ایسا بیان کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ اور ہر وقت الہامی نہیں سمجھتا (پہلے کرنتھیوں کے ۷ باب کا ۱۰، ۱۲، ۲۵، ۴۰ درس اور ۲ کرنتھوں کے ۱۱ باب کا ۷ درس) اور ہم نہیں پاتے کہ حواری لوگ ایسے طور پر گفتگو شروع کرتے ہیں، جیسے پیغمبر لوگ شروع کرتے تھے کہ گویا وہ خدا کی طرف سے بولتے ہیں"۔

(۱۲) پھر لکھا ہے کہ:

"سیکالس نے اس ہوشیاری اور خیال سے جو ایسے بڑے مطلب کے واسطے ضروری تھا، طرفین کی دلائل کو تو لکر اس اعتراض کا یوں فیصلہ کرنا مناسب جانا کہ نامجات کے لئے تو الہام البتہ مفید ہے، لیکن تاریخی کتابوں کے واسطے مثلاً انجیلیں اور اعمال اگر الہام سے بالکل قطع نظر کیجاوے، تو کچھ نقصان نہیں، بلکہ کچھ فائدہ ہی ہوگا، اگر تاریخی معاملوں میں حواریوں کی گواہی صرف اور صرف انسانوں کی سی مانی جاوے، جیسا حضرت عیسیٰ نے بھی یوحنا کی انجیل کے ۱۵ باب کے ۲۷ درس میں خود کہا ہے، تم بھی میرے لئے گواہ ہوگے اس لئے کہ تم میرے ساتھ شروع سے تھے، تو بھی کچھ نقصان نہیں اور کوئی شخص منکر کے مقابلے میں دین عیسوی کی صداقت کی بابت کسی مسئلہ کو اولاً فرض وتسلیم کر کے گفتگو نہیں کرے گا، بلکہ مسیح کی موت اور جی اٹھنے اور معجزات کی صداقت کی دلیلوں کی بنا انجیل نویسوں کے اعتبار پر رکھے گا، یہ سمجھ کر کہ گویا وہ مورخ ہیں، اور وہ لوگ جو

اپنے ایمان کی بناء کو جانچیں، ان کو لازم ہے کہ انجیل نویسوں کی گواہی اور انسانوں کی سی سمجھیں، کیونکہ انجیل کی گذارشات کو الہامی قرار دے کر سچا ٹھہرانے میں دور لازم آتا ہے، اس لئے کہ انجیلیں بلحاظ مضامین کے الہامی ٹھہرائی گئی ہیں، پس حالات مذکورہ بالا میں بجز اس کے اور کچھ چارہ نہیں کہ انجیل نویسوں کی گواہی اور آدمیوں کی سی گواہی سمجھی جائے، اور تمام تاریخی معاملوں میں حواریوں کو ایسا سمجھنے سے دین عیسوی میں کچھ نقص وقباحت لازم نہ آئے گی، اور ہم کہیں صراحۃً لکھا نہیں پاتے کہ عام معاملے جنہیں حواریوں نے اپنے تجربہ سے اور لوقا نے اپنی تحقیقات سے دریافت کیا، الہامی ہوویں، بلکہ اگر ہم کو یہ خیال کرنے کی اجازت حاصل ہووے کہ بعض انجیل نویسوں نے کچھ کچھ غلطی کی، اور پیچھے سے یوحنا نے اس کو درست کیا، تو انجیل کی تطبیق کے لئے بڑا فائدہ حاصل ہوگا، مسٹر گڈل صاحب کی رائے اپنے رسالہ الہام کی دوسری فصل میں میکالس کی رائے کے ساتھ متفق ہے، عہد جدید کی ان کتابوں کے الہامی ہونے کی نسبت جن کو حواریوں کے شاگردوں نے لکھا، یعنی مرقس کی انجیل اور لوقا کی انجیل اور اعمال حوارین میکالس تامل کرتا ہے"۔

(یہاں تک کلام ریس صاحب کا ہے جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

اور ریس صاحب نے اس اپنی کتاب کو بہت سے محققین کی مدد سے لکھا ہے۔

واٹسن کی چوتھی جلد میں رسالہ الہام کے اندر جس کو ڈاکٹر بنسن کی تفسیر سے لیا گیا ہے یوں لکھا ہے کہ:

"لوقا کا الہام سے نہ لکھنا اس سے جو وہ خود دیباچہ میں لکھتا ہے، ظاہر ہے یعنی جیسا کہ انہوں نے جو پہلے سے دیکھنے والے کلام کے واعظ کرنیوالے تھے، ہم سے بیان کیا، ویسا ہی بہتری ان باتوں کو جو ہمارے نزدیک یقینی ہیں، لکھنے میں مشغول ہوئے اسلئے مناسب جانا گیا کہ میں بھی ابتداء میں ان سب

باتوں کو اچھی طرح دریافت کر کے تیرے لئے لکھوں، اور اسی بیان کے موافق قدیم علماء کا قول ہے............

ارنیولس لکھتا ہے کہ وہ چیزیں جو لوقا نے حواریوں سے سیکھی تھیں، ہمیں پہنچائیں، اور جیروم لکھتا ہے کہ لوقا نے نہ صرف پولوس سے جس نے گوشت میں خداوند سے صحبت نہیں پائی بلکہ اور حواریوں سے بھی انجیل کی تعلیم پائی ہے"۔

(یہاں تک واٹسن کا کلام تھا)

(۱۴) پھر اسی رسالہ الہام میں ہے کہ:

"خود حواری لوگ جب وہ دین کی بابت بولتے یا لکھتے تھے، تو وہ خزانہ الہام جو ان کو حاصل تھا، انہیں درست رکھتا تھا، لیکن وہ انسان اور ذوی العقول تھے، اور انہیں الہام بھی ہوتا تھا، اور جس طرح اور آدمی معاملات میں عقل سے الہام کے بغیر بولتے اور لکھتے ہیں، ویسا ہی وہ بھی عام معاملوں میں بولا اور لکھا کرتے تھے، اور پولوس مقدس اسی لئے بغیر الہام کے تمتھی کو یہ حکم دے سکتا تھا کہ پانی میں تھوڑی شراب ملا لیا کر یا اپنی صحت بدن کی حفاظت کر، جیسا کہ نامہ اول تمتھی کے ۵ باب کے ۲۳ درس میں ہے، یا تمتھی کو یوں کہے، کہ تو وہ لبادا، جسے میں نے طراوس میں قرفس کے یہاں چھوڑا، اور کتابیں خاص کر چمڑے کے ورق لیتا آیئو" جیسا کہ نامہ ۲ تمتھی کے ۴ باب کے ۱۳ درس میں ہے، یا فلیمان کو یوں کہے، کو لوس میں اس کے سوائے ایک کوٹھری میرے لئے تیار کر، جیسا کہ نامہ فلیمان کے ۲۲ درس میں ہے، یا تمتھی کو یوں لکھے کہ اراسطس قرنت میں رہا، طرفیمس کو میں نے ملیطس میں بیمار چھوڑا جیسا کہ درس ۲۰ باب ۴ نامہ ۲ تمتھی میں ہے، اور البتہ یہ احوال معاملات کا میرا نہیں بلکہ پولس مقدس کا ہے۔

گرنتھیوں کے پہلے نامہ کے ۷ باب کے ۱۰ درس میں لکھتا ہے: پر ان کو جن کا بیاہ ہوا ہے، میں نہیں، بلکہ خداوند حکم کرتا ہے اور ۱۲ درس میں کہتا ہے پر باقیوں کو خداوند نہیں میں کہتا ہوں، اور ۲۵ درس میں اس طرح کہتا ہے: پر

کفواریوں کے حق میں کوئی حکم خداوند کا مجھ پاس نہیں، لیکن میں اپنی اصلاح (صلاح) دیتا ہوں الخ اور اعمال کے ۱۶ باب کے ۶ درس میں ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ جب اس نے ایشیا میں وعظ کرنے کا اردہ کیا، اس سے روح القدس نے منع کیا، اور ۷ درس میں ہے کہ اس نے تبانیہ میں جانے کا قصد کیا، لیکن روح القدس نے منع کیا۔

پس حواریوں میں کاموں کے لئے دو اصول تھے، ایک عقل دوسرا الہام ایک کے رو سے تو عام کاموں میں حکم کرتے تھے، اور دوسرے کی رُو سے دین عیسوی کے باب میں، اس لئے یہ واقع ہوا کہ حواری لوگ لوگوں کی مثل اپنے خانگی کاموں اور ارادوں میں غلطی کرتے تھے جیسا کہ اعمال کے ۲۳ باب کے ۳، ۵ درس میں اور نامہ رومیہ کے ۱۵ باب کے ۲۴، ۲۸ درس میں اور گرنتھیوں کے پہلے نامہ کے ۱۶ باب کے ۵، ۶، ۸، درس میں اور گرنتھیوں کے نامہ ۲ کے ۱۱ باب کے درس ۱۵ سے ۱۸ تک میں ہے"۔

(یہاں تک واٹسن کا کلام تھا جو اس کے رسالہ الہام سے نقل کیا)

اور ریس کی انسائی کلوپیڈیا کی ۱۹ جلد میں ڈاکٹر بنسن کے احوال میں یوں لکھا ہے کہ:

"بنسن نے جو کچھ الہام کے باب میں بیان کیا ہے، وہ بادی النظر میں آسان اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے اور امتحان پر بھی نہایت بےنظیر اور لاثانی سمجھا جاتا ہے"۔

(۱۵) باسوبر اور لیافان لکھتے ہیں:

کہ روح القدس نے جس کی تعلیم اور مدد سے انجیل نویسوں اور حواریوں نے لکھا ہے ان کے لئے کوئی زبان نہیں ٹھہرادی تھی، بلکہ اس نے ان کے دلوں میں صرف مطلب سمجھادیا، اور غلطی میں پڑنے سے بچالیا، اور ہر ایک کو اختیار دیا کہ

اپنے اپنے محاورے اور عبارت میں اس کو ادا کرے، اور جیسے ہم ان پاک لوگوں کی لیاقت اور مزاج کے موافق ان کی(۱) کتابوں میں محاورے کا فرق پاتے ہیں، ویسا ہی وہ شخص جو اصل زبان میں ماہر ہوگا، متی اور لوقا اور پولوس اور یوحنا کے محاورے میں فرق پاوے گا، اور اگر روح القدس حواریوں کو عبارت بتلا دیتا تو یہ بات ہرگز نہ ہوتی۔ بلکہ اس حالت میں کتب مقدسہ میں سے ہر کتاب کا محاورہ یکساں ہوتا، علاوہ اس کے بعض ایسے معاملے ہیں جس میں الہام کی حاجت نہیں، مثلاً جب ان لوگوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ کر یا معتبر گواہوں سے سنکر لکھا ہے جب لوقا نے انجیل کا لکھنا اختیار کیا، وہ کہتا ہے کہ:

"اس نے ان چیزوں کا حال ان لوگوں سے جو آنکھ سے دیکھنے والے تھے سن کر لکھا، اور اس لئے کہ وہ سب چیزوں سے واقف تھا اس نے مناسب جانا، کہ وے باتیں پچھلی آنیوالی پشتوں کو پہنچادے"۔

حالانکہ وہ مصنف جسے ایسی باتوں کی خبر روح القدس سے ہوتی، عادۃً یوں کہتا کہ جیسا مجھے روح القدس نے بتلایا ہے، میں نے ان چیزوں کا حال بیان کیا۔

پولوس مقدس کا ایمان لانا گو تعجب آمیز اور خدا کی طرف سے تھا لیکن پھر بھی اس حال کے بیان کرنے کے لئے لوقا کو پولوس مقدس یا اس کے ہمراہیوں کی گواہی کے سوا کچھ ضروری نہ تھا، اور اسی لئے اس میں فی الجملہ فرق ہے، لیکن کسی طرح کا تناقض نہیں (یہاں تک بامو براور لیافان کا کلام تھا)

اور یہ بھی عیسائی مذہب کے بڑے مشہور علماء میں سے ہیں، اور ان کی کتاب بھی بڑی معتبر کتاب ہے، جیسا کہ ہارن اور واٹسن نے لکھا ہے۔

(۱۶) ہارن اپنی تفسیر کی ۲ جلد کے صفحہ ۷۹۸ میں لکھتا ہے کہ:

"اکھارن ان علماء جرمنی میں سے ہے جو حضرت موسیٰ کے الہام کا قائل

(۱) یعنی عہد عتیق کے پیغمبروں کی۔ ۱۲ منہ

نہیں"۔

اور صفحہ ۸۱۸ میں لکھتا ہے کہ:

"شلز اور ڈاتھ اور روزن ملر اور ڈاکٹر جڈس اس بات کے قائل ہیں کہ موسیٰ کو الہام نہ ہوتا تھا، بلکہ اس نے اپنی پانچوں کتابیں اس وقت کی مشہور روایتوں سے جمع کی ہیں"۔

اور یہی رائے اب علماء جرمنی میں بہت پھیلی ہوئی ہے۔

(۱۷) وہی ہارن لکھتا ہے کہ:

"یوسی بیس اور بعض بڑے محقق لوگ جو اس کے بعد ہوئے کہتے ہیں کہ کتاب پیدائش کو موسیٰ نے اس وقت میں لکھا تھا کہ جب کہ مدین میں اپنے خسر کے گھر بکریاں چراتے تھے"۔

کہتا ہوں میں کہ اس تحقیق کے موافق چونکہ یہ کتاب نبوت سے پہلے لکھی گئی ہے تو الہامی نہیں۔

(۱۸) کلی مے شس کہتا ہے کہ:

"متی اور مرقس تحریر میں باہم اختلاف کرتے ہیں، اور جب یہ دونوں متفق ہو جاویں، تو ان کے قول کو لوقا کے قول پر ترجیح دی جاوے گی"۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

ایک یہ کہ متی اور مرقس کی تحریر میں بعض جگہ اختلاف معنوی ہے اس لئے کہ موافقت لفظی تو کسی قصے میں نہیں۔

دوسری یہ کہ اس کے نزدیک یہ تینوں انجیلیں الہامی نہیں، ورنہ الہامی ہونے کی صورت میں متی اور مرقس کے کلام کی ترجیح کے کیا معنے؟

(۱۹) نامہ یعقوب کے پانچویں باب کے ۱۴ اور ۱۵ درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''جوکوئی تم میں بیمار پڑے، تو مجلس کے قسیسوں کو بلادے اور وے اس پر خداوند کے نام سے تیل ڈالکر اس کے لئے دعا مانگیں''

اس میں یعقوب حواری تیل ملوانے کا حکم دیتے ہیں۔

اور جناب لوتھر پروٹسٹنٹ فرقے کے پیشوا اپنی کتاب کی دوسری جلد میں لکھتے ہیں کہ:

''گو یہ نامہ یعقوب کا ہو، لیکن میں جواب دیتا ہوں کہ حواری کو نہیں پہنچتا کہ اپنی طرف سے سیکرمنٹ (یعنی حکم شرعی) بناوے، یہ منصب صرف حضرت عیسیٰ کا تھا''۔

(یہاں تک لوتھر کا کلام تھا)

اور اس قول میں کہ ''گو یہ نامہ یعقوب کا ہو'' اشارہ ہے کہ اول اسی بات کی سند نہیں کہ یہ نامہ یعقوب کا ہے، اور پیشوا موصوف اور انکے اکثر پیرو اس بات کا انکار کرتے ہیں، اور اس نامہ کو برا کہتے ہیں جیسا کہ پہلی ہدایت کے اندر گذرا، اور صورت تسلیم میں بھی اس کے الہامی ہونے سے انکار کرتے ہیں، اس لئے کہ اگر الہامی ہوتا تو پھر منصب نہ ہونے کے کیا معنی؟

(۲۰) پیلی اپنی کتاب الاسناد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء مطبوعہ دار السلطنت لندن صفحہ ۳۲۳):

''دوسری غلطی جو پہلے عیسائیوں پر لگائی گئی یہ ہے کہ وے قرب قیامت کی امید رکھتے تھے۔

اور میں اعتراض کی تقریر سے پہلے اسی طرح کا ایک اور نمونہ پیش کرتا ہوں کہ ہمارے خداوند نے یوحنا کے حق میں پطرس سے فرمایا کہ اگر میں چاہوں کہ وہ میرے آنے تک یہاں ٹھرے، تو تجھے کیا؟ اور ان لفظوں کے معنی خلاف سمجھے گئے کہ یوحنا نہ مرے گا، اور بھائیوں میں یہ بات پھیل گئی، خیال کرو کہ اگر یہی بات عیسائیوں کی رائے عام ہو کر ہم تک پہنچتی، اور وہ سبب جس سے یہ

غلطی نکلی، کھویا جاتا، اور کوئی آج کے دن اس غلطی کا حوالہ دے کر اس غلطی کے سبب دین عیسوی کی رد پر مستعد ہوتا، تو یہ بات بلحاظ اس چیز کے جو ہم تک پہنچی، بہت ہی بے انصافی کی تھی۔

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ انجیل یقین کراتی ہے کہ حواریوں اور پہلے عیسائیوں کو اپنے ہی زمانے میں قیامت کے آجانے کی امید تھی، ان کو وہی خیال کرنا چاہیئے، جو ہم نے اس چندروزہ پرانی غلطی کے بارے میں لکھا، اور اس غلطی نے ان کے فریبی ہونے کو روکا، اور اب اس باب میں مشکل اور سوال یہ ہے کہ جب ہم نے قبول کیا کہ حواریوں کی رائے سہو کے قابل تھی، تو پھر ہم ان کی کس چیز پر بھروسا کریں؟ اور اس کے جواب میں منکروں کے مقابلے میں دین عیسوی کے حامی کو اتنا جواب کافی ہے کہ مجھکو حواریوں کی گواہی چاہیئے، اور ان کی رائے سے کچھ غرض نہیں، اور اصل مطلب چاہیئے، اور نتیجہ سے میں امن میں ہوں۔

لیکن اس جواب میں دو ہوشیاری اور بھی چاہئیں، تاکہ بے تحقیقی کا سب خوف جاتا رہے ایک یہ کہ اس مقصود کو جو حواریوں کے ارسال سے تھا، اور ان کے اظہار سے ثابت ہوا، اور اس چیز سے جو بیگانی یا اتفاقا اس کے ساتھ مل گئی ہے، جدا کیا جاوے، اور ان معاملات کے باب میں جو دین سے صریح بیگانے ہیں، کچھ کہنا ضروری نہیں، لیکن ان معاملوں کے حق میں جو اس سے ناگہانی مل گئے ہیں، کچھ کہا جاتا ہے اور بھوتوں کا تسلط ایک انہیں معاملوں میں سے ہے ، اور وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ رائے غلط اس زمانے کی عام تھی، اور انجیل کے مؤلف اور یہودی اس زمانے کے بھی اس میں پڑے، اس امر کے اقبال سے نہ چونکیں کہ اس سے دین عیسوی کی سچائی میں کوئی خوف نہیں، اس لئے کہ یہ مسئلہ وہ نہیں ہے، جو عیسیٰ دنیا میں لائے تھے، بلکہ اس وقت اور اس ملک کے مروج رائے ہونے کے سبب ناگہاں اور اتفاقا ملفوظات عیسوی میں مل گیا، اور کسی

صورت میں اس کو گواہی سے تعلق نہیں۔

دوم یہ کہ حواریوں کے ملفوظات میں ان کے مسئلوں اور دلیلوں میں امتیاز کرنا چاہئے، ان کے مسئلے تو الہامی ہیں، لیکن وے لوگ اپنے ملفوظات و گفتگو میں ان مسائل کی توضیح اور تقویت کے واسطے مناسبتیں اور دلیلیں ذکر کرتے ہیں مثلاً یہ مسئلہ کہ یہودیوں کے سوا جو لوگ مسیحی ہوئے، ان کے ذمہ شریعت موسوی کی اطاعت نہیں، الہامی تھا اور اس کی تصدیق معجزات سے ہوئی، پھر بھی پولوس جب اس مطلب کو ذکر کرتا ہے، بہت سی اور باتیں اس کی تائید کے لئے پیش کرتا ہے، مسئلہ تو خود واجب التسلیم ہے، لیکن دین عیسوی کی حمایت میں حواری کی ہر دلیل کی صحت اور ہر تشبیہ کے درست ہونے کا حامی ہونا ضروری نہیں، اور یہی قول اور جگہ بھی لگے گا، اور میری رائے میں یہ بات خوب مضبوط ہے کہ جب ربانی لوگ کسی بات پر اتفاق رکھیں، تو جو ان کے مقدمات سے نتیجہ نکلے، وہ ہم پر واجب التسلیم ہے، لیکن ہم پر واجب نہیں کہ تمام مقدمات کو شرح کریں، یا قبول کریں، مگر اس وقت کہ وہ لوگ مقدمات کے ایسے معترف ہوں، جیسے نتیجہ کے"۔

(یہاں تک پیلی کا کلام تھا)

اور اب میں صحت اور غلط سے قطع نظر کر کے کہتا ہوں کہ پیلی نے کئی باتوں کو مان لیا۔

پہلی بات

پہلی یہ کہ حواری اور پہلے طبقے کے عیسائی بلاشبہ اس غلطی میں تھے، کہ یوحنا نہ مریگا اور ان کو یہ غلطی بھی تھی، کہ بلاشک ہمارے ہی زمانہ میں قیامت آجائے گی، اور پیلی نے منکروں کا الزام تسلیم کر کے یہی جواب دیا کہ یہ غلطی ان کی رائے کی تھی، اس سے ہمیں کچھ کام نہیں۔

دوسری بات

دوسری یہ کہ اس نے اس بات کو مان لیا کہ مسائل اور احکام کی تبلیغ کے علاوہ جو معاملات کہ دین سے بیگانے ہیں، یا اتفاقاً جو امر دینی کے ساتھ مل گئے ہیں، ان میں غلطی ہونے سے کچھ حرج نہیں۔

تیسری بات

تیسری یہ کہ اس بات کو بھی مان لیا کہ مسائل کی دلیلوں میں اور اسی طرح تشبیہات میں غلطی ہو جانے سے کچھ ہرج نہیں۔

چوتھی بات

چوتھی یہ کہ اس بات کو بھی مان لیا کہ زمانے کے رواج کا لحاظ کر کے بھوت پریت کی تاثیر کا حال جو نفس الامر میں غلط ہے، خود حضرت عیسیٰؑ کے اقوال میں بھی پایا گیا، سو ان باتوں سے اس نے صاف اقرار کیا، کہ اس عہد جدید کے مجموعہ میں سارا کلام الہامی نہیں بلکہ ایسے معاملات میں جو دین سے بیگانے ہیں، یا اتفاقاً امر دینی کے ساتھ مل گئے ہیں، یا دلائل اور تشبیہات میں حواریوں کا کلام دوسرے آدمیوں کی طرح خطا اور صواب کا احتمال رکھتا ہے بلکہ بعض جگہ یقیناً غلط بھی ہے، سو اس حساب سے نصف سے زائد عہد جدید کا الہامی ہونے سے نکل گیا۔

(۲۱) وارڈ صاحب نے اپنی کتاب اغلاط نامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں معتبر علماء کے اقوال نقل کئے ہیں، اور اپنی کتاب میں اس نے بتلا دیا ہے کہ کس قول کو اس نے کس جگہ سے نقل کیا ہے، سو میں اس کتاب سے اس جگہ نو قولوں کو نقل کرتا ہوں۔

(۱) زوینگلس اور دیگر پروٹسٹنٹ کہتے ہیں کہ:

''پولوس کے نامجات میں سب کلام پاک نہیں، اور چند چیزوں میں اس نے غلطی کی ہے''۔

(۲) مسٹر فلک پطرس حواری پر غلطی اور انجیل کی جہالت کا الزام لگاتا ہے۔

(۳) ڈاکٹر گوڈا اپنی کتاب مباحثہ میں جو فادر کیم پین سے ہوا تھا لکھتا ہے کہ:

''پطرس نے روح القدس کے نزول کے بعد ایمان میں غلطی کی ہے''۔

(۴) برنٹس جس کو جویل صاحب نے فاضل اور مرشد سنجیدہ کا لقب دیا ہے کہتا ہے کہ:

''پطرس حواریوں کے سردار نے اور برنباہ نے روح القدس کے نزول کے بعد یروشالم کے کلیسے سمیت غلطی کھائی''۔

(۵) جان کالون کہتا ہے کہ: پطرس نے کلیسے میں بدعت بڑھائی، اور آزادگی عیسوی کو خوف میں ڈالا، اور توفیق عیسوی کو دور پھینکا، اور پطرس اور دوسروں کو ملامت کرتا ہے۔

(۶) میگڈی برجنس حوارییں خصوصاً پولوس پر غلطی کا الزام لگاتے ہیں۔

(۷) وائی ٹیکر کہتا ہے کہ مسیح کے عروج اور روح القدس کے نزول کے بعد سب کلیسیا نے غلطی کی، نہ صرف عوام بلکہ خواص نے بھی بلکہ حواریوں نے بھی جو غیر اسرائیلوں کو ملت مسیحی کی طرف دعوت کیا، اور پطرس نے رسوم میں اور بھی غلطی کی، اور یہ بڑی غلطیاں حواریوں سے روح القدس کے نزول کے بعد ہوئی ہیں۔

(۸) زنگلیس اپنے نامہ میں کالون کے بعض پیروں کا ذکر کرتا ہے کہ کہتے تھے کہ:

''اگر پولوس جے نوا میں آوے، اور کالون کے برابر وعظ کرے، تو ہم پولوس کو چھوڑ دیں گے، اور کالون کے سنیں گے''۔

(۹) لواتھروس کہتا ہے کہ:

"لوتھر کے پیرووں میں سے بعض علماء کبار کہتے تھے کہ ہم پولوس کے مسئلہ پر تو شبہ کریں، لیکن لوتھر کے مسئلہ اور کلیسۂ اسپرگ کی عقائد کی کتاب پر شبہ نہیں کرتے"۔

(یہاں تک وارڈ کا کلام تھا)

اور یہ علماء سب کے سب فرقۂ پروٹسٹنٹ کے سردار ہیں، اور ان کے کلام کے موافق سارے عہد جدید کا الہامی نہ ہونا اور حواریوں کا غلطی کرنا ثابت ہے، اور شروع کے سات قول تو بیان کے محتاج نہیں، پچھلے دو قولوں میں تھوڑی سی وضاحت کی ضرورت ہے۔

سو کہتا ہوں کہ ان دونوں کے قائل پولوس کے قولوں کو لوتھر اور کالون کے قولوں سے کمتر سمجھتے تھے، اور لوتھر اور کالون کے قول تو یقیناً الہامی نہیں سو اسی طرح پولوس کے قول نکلے، ورنہ اگر الہامی سمجھ کر ایسا کہیں، تو شریعت عیسوی کے مرتد ٹھہرتے ہیں، گو مبالغہ کی راہ سے کہتے ہوں۔

(۲۲) نورٹن جو انجیل کا بہت بڑا حامی ہے، اس جھوٹی حکایت کی بابت جس کا ذکر پانچویں ہدایت کے دوسری قسم کے شواہد میں ۸۴ شاہد کے اندر گذرا لکھتا ہے:

"کسی نے عبری انجیل کے حاشیہ پر اس حکایت کو لکھ دیا ہوگا، کاتب نے اس حاشیہ کو متن میں داخل کر لیا، اور وہی نسخہ مترجم یونانی کے ہاتھ پڑا، اور اس نے اسی کے موافق ترجمہ کر لیا"۔

سو اس کلام سے معلوم ہوا کہ یہ مترجم ہرگز الہامی شخص نہیں، بلکہ الہامی کا کیا ذکر ایسا بھی نہیں کہ جس کو جھوٹی سچی روایت کی تنقید ہو۔

اور اول جلد کے ۶۱ صفحہ میں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۳۷ء):

"ان اعجازی باتوں میں جن کو لوقا نے ذکر کیا ہے، روایتی جھوٹ بھی مل گیا ہے، اور اس کے لکھنے والے نے مبالغہ شاعری کے طور پر اس کو ملا لیا ہے،

لیکن اس زمانہ میں جھوٹ کا سچ سے تمیز کرنا مشکل ہے"۔

(یہاں تک نورٹن کے کلام سے خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

کہتا ہوں میں کہ اگر لوقا کی انجیل الہامی ہوتی، تو ایسے پتھر کیوں پڑتے۔

(۲۳) کتاب اول اخبار الایام کو عزرا پیغمبر کی تصنیف کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کو حجی اور زکریا پیغمبروں کی مدد سے لکھا ہے، باوجودیکہ تین پیغمبرا کھٹے تھے، پھر بھی اس کتاب میں غلطی ہوئی، جس کو عیسائی اور یہودی دونوں مانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ:

"بے تمیزی سے بیٹے کی جگہ پوتا اور بالعکس لکھا گیا"۔

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ:

"عزرا کو جس نے یہ کتاب لکھی، معلوم نہ تھا کہ آیا ان کے بعض بیٹے تھے، یا پوتے"۔

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ:

"عزرا نے دو کتابیں پائی تھیں، جن میں یہ فقرے ناموں میں کچھ اختلاف کے ساتھ پائے جاتے تھے، اور عزرا کو تمیز نہ ہو سکی، کہ کون ان میں بہتر ہے، تو اس نے دونوں کو لکھ دیا" جیسا کہ چھٹی ہدایت کے اندر پہلی وجہ میں بیان اس کا گذرا۔

بھلا اگر یہ کتاب الہامی ہوتی تو یہ خرابی کیوں پڑتی، اور تینوں پیغمبروں کا الہام کیوں غلط پڑتا۔

اب دیکھو کہ یہ بات کہ مجموعہ بائبل کی سب باتیں الہامی نہیں کیسی سچی ہے، اور اس بات کے قائل اہل کتاب میں سے بعض لوگ ہیں، یا ایک جم غفیر اور معتبر، اور جب ان کے علماء کے قول سے یہ بات ثابت ہو، اور قواعد اسلامیہ کے مطابق اور ادلہ

عقلیہ کے موافق ہوتو پھر کسی مسلمان کو شبہ کی جگہ نہیں۔

قسم اول کی تلخیص

بہرحال اب میں اس قسم کی تلخیص میں مشغول ہوتا ہوں، اور بعض مواقع میں ان کے مناسب کچھ کچھ اضافہ کرتا ہوں، وباﷲ التوفیق، اور کہتا ہوں کہ احوال مذکورہ سے آٹھ امر حاصل ہوئے۔

پہلا امر

اگسٹائن اور ہارن اور جامعین تفسیر ہنری واسکاٹ کے موافق پیغمبروں کی سب تحریر الہامی نہیں ہوتی، بلکہ بعض تحریر بغیر الہام کے ایسے ہوتی ہے جیسے اور دیانت دار موخوں کی، اور اس تحریر کو خدا کی طرف نسبت نہیں کرتے، اور الہامی نہیں کہتے۔

دیکھو جنگ نامہ خدا گو موسیٰ کی ہی تصنیف تھا، اور گو خدا کے حکم سے ہی انہوں نے لکھا تھا تو بھی محقق لائٹ فٹ اور ہارن کی تحقیق کے موافق الہامی نہ تھا، اور جامعین تفسیر ہنری واسکاٹ کے موافق سلیمان نے جو تاریخ کے طور پر لکھا تھا، وہ بھی الہامی نہ تھا، سو اس سے یہ بات تو صاف واضح ہوگئی کہ پیغمبر کا ہر لکھا واجب التسلیم نہیں ہوتا، بلکہ بعضا ایسا ہوتا ہے، جیسے دیانت دار مورخ کا لکھا سو اس تحریر کے انکار سے کفر نہ آئے گا۔

دوسرا امر

ہارن کی تصریح کے موافق پیغمبر لوگوں کو ہر معاملے میں جس کو وہ بیان کرتے تھے یا ہر ایک حکم میں جو وہ دیتے تھے الہام نہیں ہوتا تھا، بلکہ جامعین تفسیر ہنری واسکاٹ

کے موافق پیغمبر اور حواری خاص مطلب اور موقع پر الہام کیے جاتے تھے، اور واٹسن اور ڈاکٹر بنس کی تحقیق کے موافق (جس کو ریس نے اور اس کے مددگاروں نے پسند کر کے کہا ہے کہ وہ بادی النظر میں آسان اور قرین قیاس ہے، اور امتحان پر نہایت بے نظیر اور لاثانی) یہ ہے کہ حواری لوگ عام معاملات میں الہام کے بغیر ایسے بولا اور لکھا کرتے تھے جیسے اور آدمی غیر الہامی بولا اور لکھا کرتے ہیں اور اسی قسم کی کئی تحریریں پولوس کے نامجات میں موجود ہیں، سو حواریوں کے لئے دو اصول تھے، ایک عقل دوسرا الہام، اول کی رو سے عام کاموں میں اور دوسرے کے رو سے دین عیسوی کے باب میں حکم کرتے تھے۔

اور باسو براور لیافان کی تحقیق کے موافق ان معاملات میں جن کو بچشم خود دیکھا ہو، یا معتبر گواہوں سے سنا ہو، الہام کی حاجت نہیں، سو اب یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر کے ہر معاملے یا ہر حکم کے انکار سے کفر لازم نہ آوے گا، اور اسی طرح اس تحریر کے انکار سے جس کو پیغمبر یا حواری نے عام معاملے میں کی ہو (مثلاً پولس کی اوپر ذکر کردہ تحریرات) کفر لازم نہ آوے گا، بلکہ ایسا ہوگا جیسے ایک دیانت دار غیر الہامی آدمی کا انکار کر دیا، اور اسی طرح اس تحریر کا جس کو پیغمبر یا حواری یا تابعی نے ان معاملات میں کیا ہے، جن کو بچشم خود دیکھا تھا، یا معتبر گواہوں سے سنا تھا الہامی ہونا ضروری نہیں۔

تیسرا امر

ریس کی انسائی کلو پیڈیا سے واضح ہوا کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حواری لوگ ایک دوسرے کو صاحب وحی نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ یروشالم کی کونسل کی بحث اور پولوس کے پطر کو الزام دینے سے ظاہر ہے۔

کہتا ہوں میں کہ یہ قول ٹھیک ہے اور اس بحث اور اسی طرح ایک اور چھوٹی

سی بحث کا، اور اس الزام کا حال یہ ہے کہ کتاب اعمال کے پندرہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۱۔اور بعض لوگوں نے یہودیہ سے آ کر بھائیوں کو تعلیم کیا، کہ بغیر اس کے کہ تم موسیٰ کی شریعت کے موافق ختنہ کراؤ، تم نجات نہیں پاسکتے۔

۲۔ جب تشویش ہوئی، اور پاول اور برناباہ نے ان سے مباحثہ کیا تو انہوں نے ٹھہرایا کہ پاول اور برناباہ ہم میں سے بعضوں کو ساتھ لے کر اس سوال کے لئے حواریوں اور پیشواؤں کے پاس یروشالم میں جاویں۔

۴۔ اور جب یروشالم میں پہنچے۔

۶۔ تب حواری اور سب پیشوا باہم جمع ہوئے کہ اس کلام میں تامل کریں۔

۷۔ اور جب بہت بحث ہوئی، پطر کھڑا ہوکے الخ۔

۱۳۔ اور جب وے چپ رہے، یعقوب نے کہا کہ اے مرد بھائیوں میری سنو۔

۱۹۔ سو میری صلاح یہ ہے کہ ان کو جو عوام میں سے خدا کی طرف پھرے ہیں تکلیف نہ دیجائے۔

۳۶۔ چند روز کے بعد پاول نے برناباہ سے کہا، آؤ اپنے بھائیوں سے ہر ایک شہر میں جہاں ہم نے خداوند کے کلام کی بشارت دی ہے پھر کے ملاقات کریں الخ۔

۳۷۔ اور برناباہ نے قصد کیا کہ یوحنا کو جس کا لقب مارق تھا، ساتھ لیوے۔

۳۸۔ پر پاول سمجھا کہ ایسے شخص کو جو پمفولیہ سے ان سے جدا ہوگیا، اور کام کے واسطے ان کے ہمراہ نہ آیا ساتھ لینا خوب نہیں۔

۳۹۔ اور ان میں ایسی شدت کی آزردگی ہوگئی کہ وے آپس سے جدا

ہو گئے، اور برنا باہ مارق کو لے کے قبرس کو تری سے روانہ ہوا"۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ پہلے طبقے کے مسیحی جناب پولوس کو صاحب وحی اور مفترض الطاعت (جس کی اطاعت فرض ہو) نہ سمجھتے تھے، ورنہ یروشالم آنے کی کیا حاجت تھی، اور برنا باہ کیوں جھگڑا کر کے اور شدت کی آزردگی پیدا کر کے الگ ہو جاتا، اور اسی طرح اور حواری بھی ایک دوسرے کو نبی مفترض الطاعۃ وحی والا نہیں سمجھتے تھے، ورنہ کونسل کی کیا حاجت تھی، اور کیوں ان میں آپس میں بڑی بحث ہوتی، بلکہ حقیقت حال اتنی ہے کہ یہ لوگ اس مذہب کے مجتہد تھے اور ان کا حکم بھی اجتہاد کے طور پر تھا، اور ہر ایک دوسرے کو مجتہد جانتا تھا، اور وہ لوگ بھی اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتے تھے، دیکھو یعقوب حواری صاف کہتا ہے کہ میری صلاح یہ ہے۔

اور گلتیوں کے نامہ کے باب دوم میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۱۱۔ جب پتر انطاکیہ میں آیا، تو میں نے رُوبرو اس سے مقابلہ کیا، اس لئے کہ وہ ملامت کے لائق تھا۔

۱۲۔ کیونکہ وہ پیشتر اس سے کہ کوئی شخص یعقوب کے یہاں لے آئے غیر قوموں کے ساتھ کھایا کرتا تھا، پر جب وہ آئے تو مختون سے ڈر کے پیچھے ہٹا۔

۱۳۔ اور الگ ہوا، اور باقی یہودیوں نے بھی اسی کی طرح مکر کیا، یہاں تک کہ برنابا بھی دب کر انکے مکر میں شریک ہوا۔

۱۴۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ انجیل کی سچائی پر سیدھی چال نہیں چلتے ہیں میں نے سبھوں کے سامنے پتر کو کہا کہ جب تو یہودی ہو کر غیر قوموں کی طرح زندگی کرتا ہے، پس تو کس واسطے غیر قوموں پر یہ جبر کرتا ہے کہ یہودیوں کے طور پر چلیں"۔

دیکھو اس بار تو گفتگو اجتہاد سے بڑھ کر گالی دھپڑ پر نوبت پہنچی، اور جناب

پولوس نے حواریوں کے سردار اور جناب مسیح کے جانشیں اور خلیفہ کو ملامت کے قابل اور مکار بتلایا، اور فرمایا کہ انجیل کے حکم کے خلاف حکم دیتا تھا کہ یہودی کے طور پر چلیں اور ایسا ہی برنابا نے دوسرے مسیحیوں کے حق میں ارشاد کیا۔

بھلا اگر پولوس حضرت پطرس کو نبی مفترض الطاعتہ سمجھتے تو پھر ان کو کیوں ایسا سخت وسست کہتے؟ اور کیوں مجمع میں ایسی سخت کلامی کر کے ان کی بے عزتی کرتے؟

چوتھا امر

ریس کی انسائی کلوپیڈیا سے واضح ہے کہ قدیم مسیحی ان لوگوں کو خطا سے خالی نہیں سمجھتے تھے۔

کہتا ہوں میں کہ کتاب اعمال کے ۱۱، ۲۱ باب کی عبارت جس کا حوالہ قائل دیتے ہیں یوں ہے (۱۱ باب نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۲۔ جب پطر یروشالم میں آیا مختونوں نے تکرار کر کے کہا۔

۳۔ کہ تو نامختون کے یہاں گیا، اور ان کے ساتھ کھایا"۔

۲۱ باب (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۲۰۔ انہوں (۱) نے سن کے خداوند کا شکر کیا، اور اس (۲) سے کہا، کہ بھائی تو دیکھتا ہے کہ کتنے ہزار یہودی ایماندار ہیں، اور سب کے سب شریعت کے غیرت مند ہیں۔

۲۱۔ انہوں نے تیری خبر پائی ہے کہ تو سارے یہودیوں کو جو غیر ملکیوں میں ہیں، موسیٰ سے پھرنا سکھلا کے کہتا ہے کہ اپنی اولاد کا ختنہ نہ کرو، اور دستوروں پر نہ چلو۔

۲۲۔ پس کیا ہے جماعت بے شک جمع ہوگئی، کیونکہ وہ سنیں گے کہ تو آیا ہے۔

(۱) یعنی حواریوں اور مشائخ۔ ۱۲ منہ

(۲) یعنی پولوس۔ ۱۲ منہ

۲۳۔ تو وہی کر جو ہم تجھے کہتے ہیں ہمارے پاس چار مرد ہیں، جنہیں نذر ادا کرنا ہے۔

۲۴ ان کو لے کے آپ کو ان کے ساتھ پاک کر اور ان کے سر منڈانے میں جو خرچ ہے، اسے دے، تو سب جان جائیں گے، کہ وہ باتیں جو انہوں نے تیرے حق میں سنی ہیں، کچھ نہیں ہیں، بلکہ تو آپ بھی دستور پر چلتا ہے"۔

پانچواں امر

ریس کی انسائی کلوپیڈیا میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ:

"پولوس مقدس جو حواریوں سے اپنے آپ کو کمتر نہیں سمجھتا، خود اپنے حال میں ایسا بیان کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ اور ہر وقت الہامی نہیں سمجھتا"۔

کہتا ہوں میں کہ جن عبارتوں کا قائلین حوالہ دیتے ہیں یوں ہے (۲ کرنتھیوں کے ۱۱ باب کا ۵ درس نسخہ ۱۸۴۴ء):

"میں اپنے تئیں بھی بڑے رسولوں سے چھوٹا نہیں گمان کرتا ہوں"۔

۱۲ باب کا ۱۱ درس نسخہ ۱۸۴۴ء:

"میں فخر کرنے سے بیوقوف بنا ہوں، پر میں نے تم سے لاچار ہو کے یہ کیا، چاہئے کہ تم میری تعریف کرتے کہ میں سب سے بڑے رسولوں سے کچھ چھوٹا نہیں ہوں، اگرچہ ناچیز ہوں"۔

پہلے کرنتھوں کا ساتواں باب نسخہ ۱۸۴۴ء:

"۱۰۔ پر میں ان کو جن کا بیاہ ہوا ہے حکم کرتا ہوں میں نہیں خداوند حکم کرتا ہے کہ جورو اپنے خصم سے جدا نہ ہووے۔

۱۲۔ باقی جو کچھ ہے خداوند نہیں کہتا میں کہتا ہوں، اگر کسی بھائی کی جورو بے ایمان ہو، اور اس کے ساتھ رہنے کی رضامند ہو، تو وہ اس کو نہ چھوڑے۔

۲۵۔ کواریوں کے حق میں خداوند کا کوئی حکم میرے پاس نہیں، لیکن جیسا میں دیانت دار ہونے کے لئے خداوند سے رحم پایا ہوں، ایسی ہی صلاح دیتا ہوں۔

۴۰۔ پر اگر وہ بے شوہر رہے، تو وہ میرے دانست میں خوش وقت ہے، اور مجھے معلوم ہے کہ خدا کی روح مجھ میں ہے"۔

دوسرے کرنتھوں کے ۱۱ باب کا ۱۷ درس (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"جو کچھ کہ میں اس فخر کے حال میں کہتا ہوں، سو خداوند سے نہیں، بلکہ بیوقوفی کی طرح سے کہتا ہوں"۔

سو ان عبارتوں سے قائلین کا دعوے صاف صحیح ہے۔

چھٹا امر

ریس کی انسائی کلوپیڈیا میں ہے:

"حواری لوگ ایسے طور پر گفتگو شروع نہیں کرتے، جس سے معلوم ہو کہ وہ خدا کی طرف سے بولتے ہیں، جیسے پیغمبر لوگ شروع کرتے تھے"۔

کہتا ہوں میں کہ وہ اس دعوے میں سچے ہیں، اور ان انجیل والے کے کلام میں تو کہیں اس بات کی بو بھی نہیں ہے کہ میں رسول اللہ ہوں، یا الہام سے لکھتا ہوں، اور تیسری انجیل والا خود ہی اقرار کرتا ہے کہ میں سنی سنائی روایتوں کو لکھتا ہوں، رہا مرقس وہاں الہام کا گمان بھی ہم کو نہیں، اور یوحنا کا حال ہم آگے لکھیں گے۔

ساتواں امر

ریس کی انسائی کلوپیڈیا میں ہے کہ:

"کتب مقدسہ کے مولفین کی کلام میں غلطیاں اور اختلاف ہیں"۔

میں کہتا ہوں جس غلطی اور اختلاف کا انہوں نے حوالہ دیا، اس کا ذکر آٹھویں

ہدایت کے اندر پہلے اختلاف کے بیان میں گذرا۔

اور اس غلطی اور اختلاف کے علاوہ ساٹھ اختلاف اور تراسی غلطیوں کا ذکر پہلی جلد کے اندر اور بعض اور اختلافات کا ذکر آٹھویں ہدایت کے اندر گذرا اور اکثر ان کتابوں کے حامی لاچار ہو کر وہاں تحریف کا اقرار کرتے ہیں، مگر حق یہ ہے کہ بعض جگہ خود مصنفوں سے ہی وہ غلطیاں اور اختلاف ہوئے ہیں، سو اب اس صورت میں اگر ان کے مؤلف الہام سے لکھتے، تو یہ بات کیوں ہوتی، کیا نعوذ باللہ خدا اور روح القدس بھی غلطی کرتے ہیں، نہیں یہی لوگ غلطی کرتے تھے۔

واٹسن اور ڈاکٹر نبسن کی تحقیق کے موافق حواری اپنے خانگی کاموں اور ارادوں میں غلطی کرتے تھے اور کلی می شس کے قول کے موافق متی اور مرقس کی تحریر میں بعض جگہ اختلاف معنوی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے تیسرے شبہ کے جواب میں پانچویں اختلاف کے اندر گذرا، اور وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہارن نے بعض بعض اختلافات کی نسبت صاف اقرار کیا ہے کہ ان حالات میں تطبیق کی صورت کوئی نہیں نکلتی، اور زونیکس اور دوسرے پروٹسٹنٹ پولوس کے ناموں میں غلطی کے قائل ہیں۔

اور ڈاکٹر گوڈ اور برنشس اور جان کالون اور ہیگڈی برجنس علی الاعلان للکارتے ہیں کہ:

> "جناب پطرس حواریوں کے سردار نے روح القدس کے نزول کے بعد بھی مسائل میں بلکہ ایمان میں غلطی کی ہے، اور انجیل سے جاہل تھے، اور کلیسہ میں بدعت بڑھائی، اور آزادگی عیسوی کو خوف میں ڈالا، اور توفیق عیسوی کو دور پھینکا، اور اسی طرح برنباہ اور سب کلیسیا اور سب حواریوں نے عموماً اور پولوس

نے خصوصاً غلطیاں کی ہیں، اور وائی ٹیکر کے قول کے موافق سب حواریوں نے اس بات میں غلطی کی ہے، کہ غیر اسرائیلیوں کو ملت مسیحی کی طرف دعوت کی"۔

کہتا ہوں میں کہ اس عیسائی مذہب کے محقق کے اس قول کے حضرت مسیح کے اقوال موید ہیں۔

متی کی انجیل کے دسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۵۔ یسوع نے بارہوں کو حکم کر کے بھیجا اور کہا کہ تم عوام کی طرف نہ جانا، اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔

۶۔ بلکہ بہ تخصیص اسرائیل کے گھر کی گم شدہ گوپسندوں کی طرف جائیو"۔

اور متی کی انجیل کے ۱۵ باب میں ہے کہ:

"اسرائیل کے گھرانے کی گمراہ گوپسندوں کے سوا اور کسی کے پاس بھیجا نہیں گیا"۔

اب دیکھو کہ ان قولوں میں حضرت مسیح کی رسالت کی تخصیص ہے، اور مذکورہ فاضل کی تحقیق اور جناب مسیح کے ان اقوال سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ جو پادری لوگ مسلمانوں یا ہندوؤں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت کرتے ہیں بہت بڑی غلطی کرتے ہیں، اور انجیل اور اپنے فضلاء کی تحقیق کے موافق بھی برا کرتے ہیں۔

اور اگر مرقس کی انجیل کے سولہویں باب کے ۱۵ درس سے دھوکا کھاتے ہیں تو جان لو کہ وہ درس الحاقی ہے، اور گریسباخ نے اپنی شرح میں دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ اس باب کے ۹ درس سے آخر باب تک الحاقی ہے، اور محقق نورٹن نے بھی اس کی تحقیق کو مان لیا ہے، جیسا کہ پانچویں ہدایت کے اندر دوسری قسم کے شواہد میں سے پچاسویں شاہد کے اندر گذرا۔

اور پیلی کی تحقیق کے موافق بھوت پریت کی تاثیرات کا حال جس سے انجیل کا تقریباً آٹھواں حصہ بھرا ہوا ہے، بالکل غلط ہے، اور یہ غلطی حضرت عیسیٰ کے اقوال میں بھی موجود ہے، اور اسی طرح ان معاملات میں جو دین سے بیگانے ہیں، اور ان معاملات میں جو اتفاقاً قائل گئے ہیں، اور ادلہ اور تشبیہات میں غلطی کا ہو جانا ممکن ہے، سو اس کی تحقیق کے موافق عہد جدید کے نصف سے زائد میں خطا کا احتمال ہے، بلکہ بعض جگہ یقیناً غلط ہے، اور حواریوں اور پہلے طبقے کے عیسائیوں کا یہ غلط عقیدہ تھا کہ یوحنا نہ مریگا، اور اسی طرح یہ غلط عقیدہ تھا کہ قیامت ان کے ہی زمانے میں آجائے گی۔

کہتا ہوں میں کہ ان دو غلطیوں کی ان کے مفسر بھی تصدیق کرتے ہیں۔

یوحنا کی انجیل کے اکیسویں باب کی شرح میں بارنس یوں لکھتا ہے کہ:

"عیسیٰ کے لفظوں سے جو آسانی سے غلط سمجھے جاسکتے تھے یہ غلطی اٹھی کہ یوحنا نہ مرے گا، اور اس بات سے کہ یوحنا اور حواریوں کے بعد بھی زندہ رہا، یہ غلطی مضبوط ہوگئی"۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے:

"غالباً عیسیٰ نے اس قول سے یہودی انتقام کا لینا مراد رکھا ہوگا، لیکن حواریوں نے غلط خیال سے یہ سمجھا کہ یوحنا قیامت تک زندہ رہے گا، یا زندہ بہشت میں اٹھالیا جاوے گا"۔

پھر اسی تفسیر میں ہے:

"یہاں سے سیکھو کہ انسان کی بے تحقیق روایت اور اس پر ایمان کی بنیاد رکھنا احمق پن ہے، یہ ایک روایت تھی، جو حواریوں کی روایت تھی، اور بات تھی جو بھائیوں میں عام تھی، اول کی پھیلی ہوئی، اور رائج تھی، پھر بھی وہ جھوٹی تھی، اب ان یہ لکھی ہوئی روایتوں پر کتنا بھروسا کم ہے، اور یہ تفسیر روایتی تھی کوئی نئی بات

حضرت عیسیٰ کی پیش نہ کی گئی تھی، پھر بھی غلط تھی''۔

پھر اسی تفسیر کے حاشیہ میں ہے کہ:

''اس سبب سے کہ حواری خداوند کے آنے کو صرف انصاف کے لئے خیال کرتے تھے، لفظوں کو غلط سمجھے، جیسا کہ انجیل نویس خود بتلاتا ہے''۔

اور تفسیر ڈوالی اور چرڈ منٹ میں ہے کہ:

''خداوند کے اس اظہار مبہم سے بعض مریدوں نے سمجھا کہ یوحنا کبھی نہ مرے گا، اور ان لوگوں میں پایا جائے گا جو نزول عیسوی کے وقت زندہ رہیں گے''۔

(دیکھو نامہ اول کرنتھیوں کے ۱۵ باب کا درس ۵۱، ۵۲ اور نامہ اول تھسلنیکیوں کے ۴ باب کا ۱۷ درس حالانکہ ان لفظوں کے اصل معنے یہ تھے کہ حواری یروشالم کے غارت ہونے تک زندہ رہے گا، اور کتب مقدسہ کے بہت سے فقروں میں اس کو خداوند کے آنے سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ نہایت بڑا انصاف اور اس کے سچ اور طاقت کی گواہی ہے۔

کہتا ہوں میں کہ ان پچھلے مفسروں کے نزدیک نامہ اول کرنتھیوں کے ۱۵ باب کا ۵۱ و ۵۲ درس اور نامہ اول تھسلنیکیوں کے ۴ باب کا ۱۷ درس اسی عقیدے کے موافق ہیں۔

اور اسی طرح یعقوب کے نامہ کے ۵ باب کا ۸ درس اور پطرس کے پہلے نامہ کے ۴ باب کا ۷ درس، اور مشاہدات کے ۳ باب کا ۱۱ درس اور مشاہدات کے ۲۲ باب کا ۷ و ۱۰ و ۲۰ درس اور نامہ اول یوحنا کے ۲ باب کا ۱۸ درس اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حواریوں کو یقیناً یہ امید تھی کہ ہم آخری زمانہ میں ہیں، اور قیامت بہت ہی نزدیک ہے، اور ہمارے طبقے کے لوگوں کی زندگی میں جناب مسیح کا نزول ہو جائے گا، سو یہ

سب قول الہامی نہیں، بلکہ اپنی غلط فہمی سے اور غلطی اعتقاد سے ان لوگوں نے ایسا کچھ لکھا ہے، سو ان لوگوں کے غلط سمجھنے اور غلط عقیدہ رکھنے اور غلط لکھنے میں شک نہیں، اور اخبار الایام کی پہلی کتاب میں عزرا پیغمبر سے باوجودیکہ دو پیغمبر اور بھی ان کے مددگار تھے، غلطی ہوئی اور منقول عنہ کی غلطی کو تینوں پیغمبر نہ نکال سکے۔

آٹھواں امر

جو لوگ ان کتابوں کو الہامی کہتے ہیں، ان کے اقوال کو دیکھئے کہ کس کتاب کو الہامی کہتے ہیں اور اس میں بھی کس قدر کو، اتنا تو متفق علیہ ہے کہ ان کتابوں کے الفاظ اور عبارت تو الہامی نہیں، جیسا کہ ہارن اور باسوبر اور لیافان کی تصریح سے معلوم ہوا، رہا مضمون سو اس کی بابت اختلاف ہے، جیروم اور گروٹیس اور ارازمس اور پروگوبیس اور اور بہت لوگ کہتے ہیں کہ کتب مقدسہ کی سب باتیں الہامی نہیں، اور جو لوگ سب باتوں کے الہامی ہونے کا دعوے کرتے ہیں ان کی رائے مردود ہے، جیسا کہ انسائی کلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے۔

اور اس کتاب کے مؤلفین کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ:

''عہد جدید میں فقط مسائل اور احکام اور پیشنگوئیاں الہامی ہیں، اور گزارشات اور حال تاریخی الہامی نہیں، اور میکالس اور مسٹر گڈن کے نزدیک نامجات تو الہامی ہیں، اور اناجیل اربعہ اور اعمال غیر الہامی اور تاریخی معاملوں میں حواریوں کی گواہی ایسی ہے جیسے اور مورخین کی۔

اور لوقا کی انجیل اور مرقس کی انجیل اور کتاب اعمال کو الہامی کہتے ہیں''۔

میکالس کو تامل ہے جیسا ریس کی انسائی کلوپیڈیا میں ہے۔

کہتا ہوں میں کہ نامجات کا بھی یہ حال ہے کہ جناب لوتھر کے نزدیک نامہ

یعقوب کا اول تو مسلم ہی نہیں، اور پھر تسلیم کی صورت میں بھی الہامی نہیں، اور زوینگلس اور دوسرے پروٹسٹنٹ پولوس کے نامجات کو الہامی نہیں مانتے۔

اور واٹسن کی ۴ جلد میں ہے کہ:

''لوقا کی انجیل الہامی نہیں، اور یہی قول قدماء کا ہے، تو مرقس کی انجیل بھی الہامی نہ ہوگی، کیونکہ اس کو کوئی ترجیح نہیں، اور دونوں کے مؤلف تابعین میں سے ہیں نہ حواریوں میں سے، اور یاسوبر اور لیافان کی تحقیق کے موافق لوقا کی انجیل الہامی نہیں''۔

کہتا ہوں میں کہ جب ان کے نزدیک لوقا کی انجیل الہامی نہیں، تو ایسے ہی کتاب اعمال بھی الہامی نہیں، کیونکہ یہ بھی اسی کی تصنیف ہے اور انجیل سے رتبہ میں کمتر ہے اور کلی می شس کے قول کے موافق متی اور مرقس اور لوقا تینوں کی انجیلیں الہامی نہیں، اور متی کی انجیل قدماء کے مذہب اور تحقیق کے موافق عبری میں تھی جو گم ہوگئی، اور اب اس کا ترجمہ یونانی پایا جاتا ہے، سو اس ترجمہ کے مولف کا محقق نورٹن کی تحقیق کے موافق یہ حال ہے کہ اس کو جھوٹی اور سچی روایت کی تنقید کا رتبہ نہیں، اور اس نے جھوٹی حکایت کو بھی داخل کر لیا ہے۔

اور نورٹن علی الاعلان للکارتا ہے کہ:

''لوقا کی انجیل کی اعجازی باتوں میں دروغ روایتیں شامل ہوگئی ہے، اور اس کے لکھنے والے نے مبالغہ شاعری کے طور پر اس کو ملا لیا ہے، اور اس زمانہ میں جھوٹ کا سچ سے تمیز کرنا مشکل ہے، اور پیلی کی تحقیق کے موافق عہد جدید میں نصف سے زائد الہامی نہیں، اور علماء جرمن کی تحقیق کے موافق حضرت موسیٰ کی پانچوں کتابیں الہامی نہیں، بلکہ انہوں نے اس وقت کی مشہور روایتوں سے جمع کیا ہے''۔

اور یوسی بیس اور بعض اور بڑے محققین کے نزدیک کتاب پیدائش الہامی نہیں، اور جب موسیٰ کی کتابوں کے بارے میں ان علماء کے مسیحی اعتقاد کا یہ حال ہو تو عہد عتیق کی اور کتابوں کا تو کیا ذکر کہ ان میں سے تو اکثر کے مصنفوں کے نام اور زمانے کا ٹھکانہ بھی نہیں لگتا، جیسا کہ پہلی ہدایت میں گذرا، اور ان آٹھ امور مذکورہ بالا کے سوا جو ان اقوال مذکورہ سے حاصل ہوئے۔

نواں امر

جو فی الحقیقت ساتویں امر کی تکمیل کرنے والا ہے یہ ہے کہ اقوال مسیحی اکثر وقت ایسے مجمل ہوتے تھے کہ سننے والوں کی سمجھ میں نہ آتے تھے۔

اور حواری بعض وقت ادب یا خوف کر کے پوچھتے بھی نہ تھے مثلاً یوحنا کی انجیل کے ۲ باب میں جناب مسیح کا قول یہودیوں کے جواب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۹۔ یسوع نے جواب دے کر انہیں کہا، چالیس برس سے یہ ہیکل بن رہا ہے تو اسے تین دن میں بنائے گا۔

۲۱۔ پھر اس نے اپنے بدن کی ہیکل کی بات کہی تھی۔

۲۲۔ اس لئے جب وہ مردوں سے جی اٹھا، تو اس کے شاگردوں کو یاد آیا، اس نے انہیں یہ کہا تھا، اور وے کتابوں پر اور اس کلمے پر جو یسوع نے کہا تھا، ایمان لائے"۔

دیکھو اس قول کو یہودیوں میں سے کسی نے نہ سمجھا کیا فاضل اور کیا عالم اور کیا جاہل اور حواریوں نے زندہ ہونے کے بعد سمجھا کہ ہیکل سے مراد جسم عیسوی تھا۔

اور یوحنا کی انجیل کے ۶ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۵۱۔ میں ہوں وہ جیتی روٹی، جو آسمان سے اتری، اگر کوئی اس روٹی کو

کھائے ابد تک جیتا رہے گا، اور روٹی جو میں دوں گا، میرا گوشت ہے، جو میں جہاں کی حیات کے لئے دوں گا۔

۵۲۔تب یہودی آپس میں بحث کرنے لگے کہ یہ مرد اپنا گوشت کیوں کر ہمیں دے سکتا ہے کہ کھائیں۔

۵۳۔یسوع نے انہیں کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں، اگر تم ابن آدم کا گوشت نہ کھاؤ، اور اس کا لہو نہ پیو تو تم میں حیات نہیں ہے۔

۵۴۔جو کوئی میرا گوشت کھاتا ہے، اور میرا لہو پیتا ہے، حیات ابدی پاتا ہے، اور میں اسے پچھلے دن اٹھاؤں گا۔

۵۵۔کہ میرا گوشت فی الحقیقت خوردنی اور میرا لہو فی الواقع نوشیدنی ہے۔

۵۶۔وہ جو میرا گوشت کھاتا ہے اور میرا لہو پیتا ہے مجھ میں بستا ہے اور میں اس میں۔

۶۰۔تب اس کے شاگردوں بہتوں نے سن کے کہا کہ یہ سخت مشکل کلام ہے، اسے کون سن سکتا ہے"۔

دیکھو یہ کلام کسی یہودی کی سمجھ میں نہ آیا، اور بہت سے جناب مسیح کے مریدوں نے اسے سخت مشکل سمجھا۔

یوحنا کی انجیل کے ۳ باب میں جناب مسیح کا قول نکدریمہ سے جو فاضل یہودی تھا، یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۳۔یسوع نے جواب میں اس سے کہا، میں تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں، اگر کوئی پھر پیدا نہ ہو تو وہ خدا کی بادشاہت کو دیکھ نہیں سکتا۔

۴۔نکدیمہ اس سے بولا، آدمی جب بوڑھا ہوا، تو کیونکر پیدا ہوسکتا ہے؟ اسے یہ قدرت ہے کہ اپنی ماں کے پیٹ میں جاوے، اور دوبارہ پیدا

ہووے۔

۵۔ یسوع نے جواب دیا کہ میں تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں، اگر آدمی پانی سے روح سے پیدا نہ ہووے تو وہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہو نہیں سکتا۔

۹ نکدیمہ جواب میں اس سے بولا یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔

۱۰ یسوع نے جواب دیا کیا تو بنی اسرائیل کا مرشد ہے اور یہ باتیں نہیں سمجھتا"۔

دیکھو نکدیمہ باوجودیکہ یہودی مذہب کا عالم اور مرشد تھا تو بھی جناب مسیح کے قول کو نہ سمجھا، اور جب آپ نے دوبارا کھول کر فرمایا تو بھی نہ سمجھا، اور پوچھنے لگا کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔

بھلا جب یہودی فاضل قابل کا یہ حال ہو، تو اب جناب مسیح کے اکثر شاگردوں سے جو اکثر جاہل مچھیرے تھے، سمجھنے کی کیا امید ہے۔

یوحنا کی انجیل کے ۸ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۲۱۔ یسوع نے پھر ان سے کہا، میں تو جاتا ہوں، اور تم مجھے ڈھونڈو گے اور اپنے گناہوں میں مرو گے، جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آسکتے"۔

دیکھو یہاں بھی یہودی لوگ جناب مسیح کی مراد کو نہ سمجھے۔

۲۲۔ تب یہودیوں نے کہا: کیا وہ اپنے تئیں مار ڈالے گا، جو کہتا ہے جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آسکتے۔

پھر اسی باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۵۱۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں، اگر کوئی شخص میری بات پر عمل کرے، موت کو کبھی نہ دیکھے گا۔

۵۲۔ یہودیوں نے کہا، اب ہم نے جانا ہے کہ تیرے ساتھ دیو ہے ابراہیم اور سب نبی مر گئے، اور تو کہتا ہے، اگر کوئی شخص میری بات پر عمل کرے تو

موت کا مزا ابھی نہ چکھے گا"۔

دیکھو یہاں بھی مراد نہ سمجھے، اور الٹے نسبت دیوانہ پن کی کی۔

پھر اسی باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۵۶۔ تمہارا باپ ابراہیم میرے دن دیکھنے کو بہت چاہتا تھا، اور اس نے دیکھا، اور خوش ہوا۔

۵۷۔ یہودیوں نے اس سے کہا، تیری عمر تو پچاس برس کی بھی نہیں اور تو نے ابراہیم کو دیکھا۔

۵۸۔ یسوع نے ان سے کہا، کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ ابراہیم کے ہونے سے میں آگے ہوں۔

۵۹۔ تب انہوں نے اسے مارنے کو پتھر اٹھائے الخ"۔

دیکھو یہاں بھی یہودی لوگ جناب مسیح کے کلام کو نہ سمجھے۔

پھر اسی انجیل کے ۱۱ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۱۱۔ ان سے کہا کہ ہمارا دوست العازر سو گیا ہے، میں اسے جگانے جاتا ہوں۔

۱۲۔ تب اس کے مریدوں نے کہا، اے خداوند اگر سوتا ہے چنگا ہوگا۔

۱۳۔ یسوع نے تو اس کی موت کی بابت کہی پر انہوں نے گمان کیا کہ اس نے نیند کے چین کی کہی ہے۔

۱۴۔ تب یسوع نے ان سے صاف کہا، العازر مر گیا"۔

دیکھو اس جگہ بھی حواری اور غیر حواری مسیح کی مراد کو نہ سمجھے، جب تک کہ انہوں نے صاف کر کے نہ کہا۔

متی کی انجیل کے ۱۶ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۶۔ تب یسوع نے ان سے کہا خبردار فروسیوں اور صدوقیوں کے

خمیر سے پرہیز کرو۔

۷۔انہوں نے اپنے دل میں گمان کر کے کہا، کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ہم نے روٹیاں ساتھ نہ لیں۔

۸۔لیکن یسوع نے یہ معلوم کر کے ان سے کہا، اے کم اعتقادو، تم اپنے دل میں کیوں گمان کرتے ہو کہ یہ روٹیاں نہ لینے کے سبب سے ہے۔

۱۲۔تب وے سمجھے کہ اس نے ان سے روٹی کے خمیر سے نہیں، بلکہ فروسیوں اور صدوقیوں کی تعلیم سے پرہیز کرنے کو کہا"۔

لوقا کی انجیل کے ۹ باب میں جناب مسیح کا قول سب حواریوں کے خطاب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۴۴۔ان باتوں کو کانوں سے سن رکھو، کہ ابن آدم لوگوں کے ہاتھ پکڑوا جائے گا۔

۴۵۔پر انہوں نے اس بات کو نہ سمجھا، اور ان پر پوشیدہ ہونے سے دریافت نہ کیا، اور مارے ڈر کے اس سے اسکا سوال نہ کیا"۔

دیکھو یہاں سب حواریوں نے نہ جناب مسیح کے مطلب کو سمجھا، اور نہ مارے ڈر کے سوال کیا۔

پھر اسی انجیل کے ۱۸ باب میں ہے:

"۳۱۔پھر اس نے بارہوں کو ساتھ لے کر ان سے کہا، دیکھو ہم یروشلم جاتے ہیں، اور سب کچھ جو ابن آدم کے حق میں نبیوں کی معرفت لکھا گیا ہے پورا ہوگا۔

۳۲۔کیوں وہ غیر ملکیوں کے حوالے کیا جائے گا، اور وے اس سے ہنسی کرینگے، اور اس پر زبردستی کریں گے، اور اس کے منہ پر تھوکیں گے۔

۳۳۔ اور اسے کوڑے مار کر قتل کریں گے، اور تیسرے دن پھر وہ جی اٹھے گا۔

۳۴۔ پر انہوں نے ان باتوں سے کچھ نہ سمجھا اور یہ بات ان پر چھپی رہی، اور انہوں نے ان کہی ہوئی باتوں کو نہ سمجھا"۔

دیکھو اس جگہ بھی باوجودیکہ جناب مسیح اس بات کو انہیں پہلے سمجھا چکے تھے، اور یہ دوسری مرتبہ تھا کہ بارہ کے بارہ نہ سمجھے اور کچھ بھی ان کی سمجھ میں نہ آیا، اور ظاہر میں سبب اس کا یہ ہے کہ انہوں نے یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ مسیح ایک بڑا بادشاہ ہوگا، اور اب انہوں نے حضرت عیسیٰ کو مسیح موعود جانا تھا اور ظاہر میں کسی طرح کی سلطنت دنیاوی نہ ہوئی تھی سو ان کو بھی خیال تھا، کہ ضرور ہوگی، اور ہم بھی ان کے وعدے کے موافق بارہ تختوں پر جلوس کر کے بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں پر سلطنت کریں گے، اور یہ باتیں اس خیالی سلطنت اور اعتقاد کے مخالف تھیں، سو اس لحاظ سے سمجھ میں نہ آئیں، ورنہ ان میں کسی طرح کا پوشیدہ پن نہ تھا۔

سو اب میں کہتا ہوں کہ چاروں اناجیل میں سے کسی میں حضرت عیسیٰ کے قول ان کے الفاظ سے تو منقول نہیں، بلکہ سب انجیل والے روایت بالمعنی اپنی سمجھ کے موافق کرتے ہیں، تو اب کون سی دلیل ہے کہ انہوں نے ان کے قولوں کو بہت جگہ غلط نہ سمجھا ہو، اور وہ غلطی ان کو اپنی حیات تک معلوم نہ ہوئی ہو، جیسے سب اس غلط عقیدے پر اٹھے کہ قیامت ہمارے طبقے کے لوگوں کی زندگی میں آجائے گی، یا جیسے پطرس حواری اور پولوس اور بعض اور جو یوحنا کی وفات سے پہلے مرے یا مارے گئے، اس عقیدے پر اٹھے کہ یوحنا قیامت تک زندہ رہیگا، یا زندہ بہشت میں اٹھالیا جائے گا۔

اور جب الفاظ عیسوی گم ہو گئے تو تمیز کی پھر کوئی صورت نہ رہی۔

اور جب یہ نو کے نو امر معلوم ہوئے تو اب کہتا ہوں کہ اس عہد جدید کے الہامی اور واجب التسلیم ہونے کی کوئی صورت نہیں، اس لئے کہ متی اور لوقا اور مرقس کی

انجیل اور کتاب اعمال تو علماء مذکورین کی تحقیق کے موافق الہامی نہیں، (۱) اور نامہ عبرانیہ اور نامہ دوم پطرس اور نامہ یعقوب اور نامہ دوم وسوم یوحنا اور کتاب مشاہدات تو بالکل اعتبار سے ساقط ہیں، جیسا کہ پہلی ہدایت کے اندر گذر را ہی یوحنا کی انجیل اور بعض نامجات سوان کا حال یہ ہے کہ یوحنا کی انجیل کی اول تو سند ہی نہیں، اور سند سے قطع نظر کر کے مذکورہ بالا علماء کی تحقیق کے موافق گذارشات اور تاریخی حال اس کا الہامی نہیں، اور متی کی انجیل کو تسلیم کرنے کی صورت میں بھی یہی ہمارا قول ہے، رہے نامجات سوان میں بھی عام کاموں میں جو تحریر ہے الہامی نہیں، اور پہلی تحقیق کے موافق ادلہ اور تشبیہات بھی ایسی ہی ہیں، اور زوئنگلس اور پرٹسٹنٹوں کے نزدیک پولوس نے چند چیزوں میں غلطی کی ہے، اور ہم تو پولوس کو نہ حواری مانتے ہیں، اور نہ صاحب الہام اور نہ ہم کو اس سے اور اس کے نامجات سے کچھ کام ہے، تو ہمیں اس کی تحریر کی طرف التفات کی بھی حاجت نہیں۔

اور جب ان کے علماء محققین کے اقرار سے ثابت ہوا کہ سب حواریوں نے عموماً اور پطرس اور پولوس نے خصوصاً غلطی کی ہے، یہاں تک کہ پطرس حواری نے ایمان کے مسئلہ میں بھی غلطی کی ہے، تو اب کونسی دلیل ہے کہ انہوں نے مسائل اور احکام کے بیان میں غلطی نہ کی ہو؟ اور اسی طرح جب یہ لوگ حضرت عیسیٰ کے قول کو روایت بالمعنی کرتے ہیں، تو اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس کے سمجھنے میں کسی جگہ غلطی کھا کر غلط نہ نقل کیا ہو، جیسا بعض جگہ غلط سمجھنا ان کا مسلم ہے۔

اور وہ جو پیلی دعویٰ کرتا ہے کہ دلیل میں تو غلطی ممکن ہے، اور نتیجہ اس کا یقیناً صحیح ہے استہزا کے قابل ہے، اس لئے کہ غلط دلیل سے نتیجہ یقینی طور پر صحیح کب نکلتا ہے

(۱) اور کتاب اعمال کو فرقہ ولن ٹی ٹینس اور مارسیونی اور سوریتلینس اور بعض فرقہ مانی کیز کا بھی رد کرتا ہے۔ ۱۲ منہ

اسی لئے پرکس جو عیسائی مذہب کا ایک فاضل ہے اس کی کتاب پر اس جگہ حاشیہ کے طور پر یوں لکھتا ہے:

"یہ خیال نہایت نامعقول ہے، کہ حواریوں نے برے مقدمے استعمال کر کے نتیجہ نیک نکالا، اور اس مطلب میں جو خدا نے پیشتر الہام کیا تھا غلطی کی حالانکہ وہ تازہ الہام کی تعلیم میں مصروف تھے، اور اسی طرح یہ خیال بھی کہ انہوں نے کتب مقدسہ کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ کے لکھنے کے حالت میں نہ پلٹا، اور جو شخص ایسے مقدمات کو کہ جن کا یقین نہیں استعمال کرے، دیانت دار نہیں، اور حواریوں کا ان مقدمات کو دین عیسوی کے مسئلہ کے اثبات کے لئے استعمال کرنا ہر ایک عیسائی کے واسطے ان مقدمات کی صداقت کی پوری سند ہے، ورنہ یہ طریقہ دلیل کا بے فائدہ اور بدتر بلکہ استہزاء کے قابل ہے"۔

(یہاں تک برکس کا کلام تھا) اس فاضل نے پیلی پر لے دے تو بہت کچھ کی، مگر کوئی اچھی توجیہ اپنی طرف سے بھی نہ لا سکا۔

پادریوں کے دو عذر اور ان کا جواب

پادری لوگ عوام کے مغالطہ دینے کو تحریر اور تقریر میں دو عذر کبھی پیش کیا کرتے ہیں، سو اس جگہ مناسب ہے کہ ان کو بھی ذکر کر دوں، اول یہ ہے کہ مرقس کی انجیل کو پطرس نے اور لوقا کی انجیل کو پولوس نے دیکھ لیا ہے، اور یہ دونوں تو الہامی شخص تھے، سو ان کا دیکھ لینا ان کی صداقت کے لئے کافی دلیل ہے، دوم یہ کہ یوحنا حواری نے اناجیل ثلثہ کو دیکھ کر پسند کیا ہے، کہتا ہوں میں کہ مرقس کی انجیل کو پطرس حواری کا دیکھنا ثابت نہیں ہوتا۔

ارنیوس جو ۱۷۸ء میں تھا یوں لکھتا ہے کہ:

"پطرس کے مرید و مترجم مرقس نے پولس کی موت کے بعد وہ چیزیں لکھ

کر دیں جن کو پطرس نے وعظ کیا تھا"۔

اور لارڈ نر اپنی کتاب الاسناد میں لکھتا ہے:

"مجھے خیال ہوتا ہے کہ مرقس کی انجیل ۶۳ء یا ۶۴ء کے قبل نہیں لکھی گئی، اس لئے کہ پطرس کی اس وقت سے پہلے روم میں رہنے کی کوئی وجہ معقول سمجھ میں نہیں آتی، اور یہ تاریخ اس پرانے لکھنے والے ارنیوس کے موافق ہے جو کہتا ہے کہ مرقس نے اپنی انجیل کو پطرس اور پولوس کی موت کے بعد لکھا ہے۔

اور باسنیج ارنیوس کی موافقت کر کے کہتا ہے کہ مرقس کی انجیل ۶۶ء میں پطرس اور پولوس کی موت کے بعد لکھی گئی، اور اس کے نزدیک ان کی شہادت ۶۵ء میں واقع ہوئی ہے"۔

(یہاں تک لارڈ نر کا کلام تھا)

سو اب معلوم ہوا کہ پطرس حواری نے مرقس کی انجیل کو نہیں دیکھا، بلکہ یہ انجیل تو ان کے مرنے کے بعد لکھی گئی ہے۔

پولس نے لوقا کی انجیل کو نہیں دیکھا

اور اسی طرح لوقا کی انجیل کو پولوس کا دیکھنا بھی تین وجہ سے ثابت نہیں۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ علماء عیسائی مذہب کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب پولوس جب ۶۳ء میں قید سے چھوٹے، پھر ان کا حال موت تک صحیح خبر سے نہیں ملتا، نہ کتاب اعمال سے نہ اور جگہ سے۔

اور اس بات میں گفتگو ہے کہ قید سے چھوٹ کر کہاں گئے، بعض گمان کرتے ہیں کہ ہسپانیہ اور مغرب کی سمت کو، اور بعض خیال کرتے ہیں کہ یروشالم سے ہو کر

دوسرے کلیسوں کی طرف جو انہوں نے بنائے تھے گئے، اور کئی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اول ہی صحیح ہو، اور ان کلیسوں کی طرف جو مشرق کی جانب تھے نہ گئے ہوں، اور جمہور عیسائیوں کا یہ مذہب ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل کو اکیا میں جو مشرق میں ہے لکھا ہے:

اور ظن غالب یہ ہے کہ اس نے اپنی انجیل کو لکھتے ہی تھیوفلس کے پاس جس کے واسطے تصنیف کی تھی، روانہ کردی ہوگی، اور یہ بات کہیں سے ثابت نہیں ہوئی کہ تھیوفلس اور پولوس کی ملاقات ہوئی ہے۔

تو اب معلوم ہوتا ہے کہ پولوس نے اس انجیل کو نہ دیکھا ہوگا۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد، صفحہ ۳۳۸ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

"اس جہت سے کہ لوقا نے پولوس کی تاریخ کو اس کی رہائی کے بعد سے نہیں لکھا، اسی لئے اس کی رہائی سے جو ۶۳ء میں ہوئی، اس کی موت تک کے سفر وغیرہ کا حال سچی خبر سے نہیں معلوم ہوتا"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)۔

اور لارڈ نر اپنی کتاب الاسناد کی پانچویں جلد کے صفحہ ۵۳۰ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۷۲۷ء):

"کہ اب ہمیں حواری کے اس وقت (یعنی رہائی کے وقت سے) اس کی موت تک کی تاریخ لکھنی ہے، لیکن وقت مذکور کی بابت لوقا کے بیان سے کچھ مدد نہیں ملتی، اور عہد جدید کی اور کتابوں سے بھی بہت تھوڑی، اور علیٰ ہذا القیاس قدماء کے کلام سے زیادہ مدد پائی نہیں جاتی، اس امر میں گفتگو ہے کہ رہائی کے بعد پولوس کہاں گیا"۔

(یہاں تک لارڈ نر کا کلام تھا)

رہائی کے بعد پولس کہاں گئے؟

ان دونوں مفسروں کے کلام سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ رہائی کے بعد جناب پولس کا حال سچی خبر سے معلوم نہیں ہوتا، تو اب ہم پر متاخرین کا صرف قیاس حجت نہ ہو سکے گا، اور غالب یہی ہے کہ ہسپانیہ اور مغرب کی سمت کو گئے، جیسا کہ اب معلوم ہو جاتا ہے۔

نامہ رومیہ کے ۱۵ باب کا ۲۳ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"پر اس لئے کہ اب ان ملکوں میں جگہ باقی نہ رہی، اور تمہاری ملاقات کی بھی بہت برس سے آرزو رکھتا ہوں، جب ہسپانیہ کو روانہ ہوں گا، تم پاس بھی آ جاؤں گے"۔

اس عبارت سے جناب پولس کا عزم ہسپانیہ کی سمت جانیکا معلوم ہوتا ہے، اور چونکہ کسی دلیل قطعی سے معلوم نہیں ہوتا کہ کہ رہائی سے پہلے ہسپانیہ کو گئے ہوں، تو اب غالب یہی ہے کہ رہائی کے بعد ضرور گئے ہونگے، کیونکہ ارادے کے موقوف کر دینے کی کوئی اچھی وجہ نہیں پائی جاتی، اور جب تک کوئی اچھی وجہ نہ ہو، تو ظاہر کے خلاف کو لینا ایک بے انصافی اور جناب پولس پر الزام لگانا ہے۔

اور کتاب اعمال کے بیسویں باب کے پچیسویں درس میں جناب پولس کا قول یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"اور اب دیکھو کہ مجھے معلوم ہے کہ تم سب جن کے درمیان میں خدا کی بادشاہت کی خوشخبری دیتا پھرا نہ دیکھو گے"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کلیسوں کی طرف جو مشرق کی سمت تھے، جناب پولس کا عزم نہ تھا۔

اور کلیمنٹ اسقف روم اپنے نامہ میں یوں لکھتا ہے کہ:

''پولوس تمام دنیا کو راستی سکھلاتا کنار مغرب پر آیا، اور شہادت پا کر پاک جگہ میں گیا''۔

(یہاں تک کلیمنٹ کا کلام تھا)

سو اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ رہائی کے بعد ہسپانیہ کو گئے ہوں، نہ مشرق کے کلیسوں کی طرف اور جب یہ بات ثابت ہوگئی، تو اب ان کا لوقا کے انجیل کو دیکھنا ثابت نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ کہ لوقا کی انجیل کے لکھے جانے سے پولوس کی وفات تک بہت ہی تھوڑا زمانہ ہے، اور جب کہ مرقس نے باسنیج کے قول کے مطابق اپنی انجیل کو ۶۶ء میں لکھا ہے، اور لوقا نے بعض کے قول کے مطابق اپنی انجیل کو ۶۴ء میں لکھا ہے، متی کی انجیل کو جو بقول بعض کے ۳۷ء میں لکھی گئی ہے، اس عرصہ دراز میں باوجودیکہ تمام ملک یہودیہ اور یروشالم میں پھرتے رہے ہیں نہیں دیکھا، تو پھر پولوس نے اتنے عرصے میں کہ کل برس یا ڈیڑھ برس کا زمانہ ہوتا ہے، لوقا کی انجیل کو کس طرح دیکھا ہوگا، اس لئے کہ اس عرصہ میں نہ تو پولوس کا لوقا کے پاس آنا اور نہ لوقا کا اس کے پاس جانا، اور نہ انجیل کا اس کے پاس بھجوانا ثابت ہوا ہے۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ کہ یہ گمان فقط ان بعض قدماء کے قول سے اٹھا ہے جو سوڈیڑھ سو برس کے بعد ہوئے ہیں سو پہلی بات یہ ہے کہ ان کی اکثر روایت سے یہ بات پوری طرح ثابت نہیں ہوئی، مثلاً ارنیوس صرف اتنا کہتا ہے کہ ''پولوس کے پیرو لوقا نے ایک

کتاب میں اس خوش خبری کو جس کا وعظ پولوس نے کیا لکھا ہے' سو اس قول سے ہرگز یہ بات معلوم نہیں ہوتی، کہ پولوس نے اس انجیل کو دیکھا ہو، بلکہ لارڈنر صاحب ارنیوس کے اس قول کو اپنی کتاب الاسناد میں نقل کر کے لکھتا ہے کہ:

''ربط کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات (یعنی لوقا کا انجیل کو لکھنا) مرقس کی انجیل کے لکھنے اور پولوس اور پطرس کی موت کے بعد واقع ہوئی ہو''۔

(یہاں تک لارڈنر کا کلام تھا) سو اس کی تحریر کے موافق بھی ممکن نہیں کہ پولوس نے اس انجیل کو دیکھا ہو۔

اور ٹرٹولین صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ:

''لوقا کی تاریخ عموماً پولوس کی طرف منسوب ہے''۔

سو اس سے بھی وہ بات ثابت نہیں ہوتی، بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو کچھ لوقا نے لکھا، پولوس سے سن کر لکھا ہے، اور ارجن کا قول ایسا ہے کہ خود عیسائی مذہب کے علماء لاچار ہو کر اقرار کرتے ہیں کہ اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، بلکہ وہ تو نامہ رومیہ کے ۲ باب کے ۱۶ ادرس یا نامہ تمتھی کے ۲ باب کے ۸ ورس یا نامہ ۲ گرنتھیوں کے ۸ باب کے ۱۸ ادرس پر گواہی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر مان بھی لیں کہ بعض روایت سے ثابت ہوتی ہے، تو اس بعض روایت کی کوئی سند نہیں پائی جاتی کہ ان کو یہ روایت کس سے پہنچی تھی، بلکہ وہ لوگ صرف اپنے گمان کے موافق کہتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ جب جامعین تفسیر ہنری اور اسکاٹ کے اقرار کے موافق یہ روایت کہ یوحنا قیامت تک نہ مرے گا، حواریوں کی روایت اور بات تھی جو عام تھی اول کی پھیلی ہوئی، اور رائج تھی کہ کوئی نئی بات حضرت عیسیٰ کی نہ تھی، پھر بھی جھوٹی اور غلط تھی، تو پھر عیسائی مذہب کے ان بعض قدماء (جو سوا اور ڈیڑھ سو برس کے بعد ہوئے) کی روایت کو بے سند کیسے قبول کر لیں، حالانکہ قدماء عیسائی مذہب کو ہرگز روایات کی تنقید نہ تھی، محض جھوٹی گپوں کو

اعتقاد کر بیٹھے تھے، جیسا کہ ہارن کہتا ہے

"پرانے سے پرانے قدماء نے اپنے وقت کی گپوں کو سچ سمجھ کر لکھ دیا، اوران لوگوں نے جوان کے بعد ہوئے ادب کر کے ان کے لکھے کو قبول کر لیا، اور یہ جھوٹی سچی روایتیں ایک لکھنے والے سے دوسرے لکھنے والے تک پہنچیں، اور مدت دراز کے بعد ان کی تنقید دشوار ہوئی"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

یوحنا حواری نے تینوں انجیلوں کو نہیں دیکھا

اسی طرح اناجیل ثلثہ کو یوحنا حواری کا دیکھنا کئی وجہ سے جھوٹ ہے، یا مفید نہیں۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ متی اور مرقس کی تحریر میں بعض بعض جگہ یقیناً ایسا اختلاف معنوی ہے کہ ہارن سا متعصب صاف اقرار کرتا ہے کہ ان حالات میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں نکلتی، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں گذرا، اور نکلی می شس بھی اس امر کا اقرار کرتا ہے، جیسا کہ اسی ہدایت کے اندر اٹھارہویں سند میں گذرا، بلکہ تینوں انجیلوں کی تحریر میں اختلاف معنوی اور غلطیاں ہیں، جیسا کہ تفصیل سے پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں گذرا۔

اور خود ان کے علماء بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں، جیسا کہ ریس کی انسائی کلوپیڈیا سے گیارہویں سند میں گذرا۔

تو اب دو حال سے خالی نہیں، کہ یہ غلطیاں اور اختلاف یوحنا حواری کے دیکھنے اور سند کرنے کے وقت موجود تھے، یا نہ تھے اگر موجود تھے تو یوحنا کو معلوم ہوئے

تھے یا نہیں، اگر معلوم ہوئے تھے تو پھر پوچھا جائے گا کہ یوحنا نے ان غلطیوں اور اختلاف سمیت ان کی سند کر دی تھی، یا اصلاح دے کر ان کو نکال دیا تھا، لیکن چونکہ تحریف کا حضرات مسیحیوں میں اول ہی سے چرچا تھا، اور دوسری صدی سے اس قسم کی حرکات مستحبات دینی سے سمجھی گئی تھیں، اور متی کی انجیل کا اصل عبری نسخہ ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق اسی تحریف کے صدقے سے گم ہوا، اور کلیمنس دوسری صدی میں ان لوگوں کے نام لکھتا ہے جو انجیلوں کو محرف کرتے تھے۔

اور ارجن تیسری صدی میں بڑے زور سے فریاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ:

"کاتبوں کی غلطی، اور اس بددیانتی اور بیباکی کا جس سے انہوں نے متن کو صحیح کیا ہے، کیا حال بیان کریں، اور اسی طرح ان کی اس بے قیدی کا جس سے زیادہ یا کم کیا ہے، کیا حال کہیں"

اور یہ حرکت ایسی تھی کہ موافق کا کیا ذکر مخالف بھی اس سے ایسے واقف تھے کہ اپنی تحریر اور تقریر میں سلف سے خلف تک چلاتے اور شکایت کرتے ہیں، دیکھو سلوس فاضل بت پرست کو جو دوسری صدی میں ہوا للکارتا ہے کہ:

"عیسائیوں نے اپنی انجیلوں کے متن کو چار بار بلکہ اس سے بھی زائد اس طرح بدلا ہے کہ گویا ان کا مضمون بھی بدل گیا"۔

اور فاشش جو چوتھی صدی میں فرقے مانی کیز کا ایک مشہور فاضل گذرا ہے، دہائی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ:

"ان چیزوں سے انکار کروں، جو فریب سے تمہارے باپ دادوں نے الحاق کر دی ہیں"۔

سو تحریف کرنے والوں نے اس کی اصلاح سے پہلو تہی کر کے پھر سب ان غلطیوں اور اختلافات کو ایسا داخل کر لیا، جیسا سولہویں صدی کے تحریف کرنے

والوں نے جناب لوتھر کے ترجمہ میں باب پانچویں نامہ اول یوحنا میں اس جھوٹے اور جعلی فقرۂ مشہور کو جس کا ذکر پانچویں ہدایت کے اندر دوسری قسم کے شواہد میں گذرا، پھر داخل کرلیا ہے۔

پہلی شق تو بالکل باطل ہے، کیونکہ ممکن نہیں کہ یوحنا حواری سا شخص جان بوجھ کر ایسی بددیانتی برتے، اور دوسری شق میں، اور اسی طرح اس صورت میں کہ اس کو معلوم ہی نہیں ہوئی تھی، اور اسی طرح اس صورت میں کہ سند کرنے کے وقت غلطیاں اور اختلاف موجود ہی نہ تھے اس تصدیق اور سند کا کچھ فائدہ نہ رہا، بلکہ دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہوا۔

سو اب حق یہ ہے کہ یوحنا حواری نے ان کو نہیں دیکھا، اور ایک دو قدماء کی روایت سے جن کا حال ایسا تھا جیسا اوپر گذرا، اس امر باطل کا اعتقاد نہیں ہوسکتا، خصوصاً یوسی بیس جیسے شخص کی روایت کے موافق کہ عیسائیوں کے نزدیک ایک بدعتی ہے جو اریس کے معتقدوں میں سے تھا، اور اس نے اتھانیشیش کا عقیدہ اپنی طرف سے گھڑ دیا تھا، اور آ بگروس کے نامہ کو جسے اب عیسائی مذہب کے علماء (کیتھولک ہوں یا پروٹسٹنٹ جعلی سمجھتے ہیں) سچا جانتا تھا۔

علاوہ اس کے اگر مرقس کی انجیل کو پطرس حواری یا یوحنا حواری نے دیکھ بھی لیا ہو، تو ایک اور طریق سے کچھ مفید نہیں، اس لئے کہ متی کی انجیل کی طرح اس کا اصل نسخہ بھی گم ہے، اور فقط یونانی ترجمہ اس کا موجود ہے، چنانچہ کارڈنل میں برونس اور ملر ملاٹن کہتے کہ یہ انجیل اصل میں لاٹن زبان میں تھی، اس کے بعد یونانی میں ترجمہ ہوئی، اور کچھ تھوڑی سی اس اصل میں سے وِنسن شہر کے کتب خانہ میں موجود بھی ہے کہ وہاں کے لوگ اس کے اصل ہونے کے مدعی ہیں، اور ایک پرانا نسخہ سریانی زبان کا تھا، اس پر

بھی لکھا تھا کہ مرقس نے اپنی انجیل رومی (یعنی لاٹن) زبان میں لکھی تھی۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ کہ اگر بالفرض دیکھا بھی ہو، تو بھی ان وجوہ کا لحاظ کر کے جن کا ذکر چھٹی ہدایت کے اندر گذرا، یوحنا حواری کے دیکھنے سے ان کا مستند اور کامل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کے علماء کبار کے اقرار کے موافق حواری لوگ خود اپنی تحریر میں غلطیاں کرتے ہیں، اور جناب پطرس حواریوں کے سردار نے روح القدس کے نزول کے بعد بھی مسائل میں بلکہ ایمان میں غلطی کی ہے، اور کلیسہ میں بدعت بڑھائی ہے، اور آزادگی عیسوی کو خوف میں ڈالا ہے، اور توفیق عیسوی کو دور پھینکا ہے، اور اسی طرح برنباہ اور سب کلیسا اور سب حواریوں نے عموماً اور پولوس نے خصوصاً غلطیاں کی ہیں، اور وائی ٹیکر کے قول کے موافق سب حواریوں نے اس بات میں بھی غلطی کی ہے، کہ غیر اسرائیلوں کو ملت مسیحی کی طرف مدعو کیا، سو اب اگر نظر کرنے کے وقت دوسرے کی تحریر میں ان سے غلطی ہو، تو کیا عجب ہے اور کتاب اعمال کو تو یوحنا کا دیکھنا کسی ضعیف روایت سے بھی ہماری نظر سے نہیں گذرا، اور یہ پہلی دونوں وجہیں مرقس اور لوقا کی انجیل کو پطرس اور پولوس کے دیکھنے کی بابت بھی کہہ سکتے ہیں۔

دوسری قسم

دوسری قسم اس بات کے بیان میں کہ اس کتاب کے صدہا علماء نے اکثر مقامات میں دیدہ و دانستہ ان کتابوں کے مخالف کہا ہے، اور ظاہر ہے کہ اگر ان میں

تحریف نہ ہوتی، یا ان کی سب باتیں الہامی ہوتیں، تو یہ لوگ پھر کیوں ایسا کرتے ہیں، اور چونکہ ان مقامات کا اس کتاب میں کئی جگہ ذکر کیا گیا ہے، اس لئے ان کے تکرار کو چنداں مفید نہ سمجھ کر اجمالاً حوالہ دیتا ہوں، تیسری ہدایت کے اندر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ تا ۱۴، ۱۶ تا ۲۲، ۲۶، ۲۹، ۳۰، ۳۳، ۳۵، تا ۴۰، ۴۶، تا ۴۸، ۵۲ اختلافوں کو دیکھو، اور پانچویں ہدایت کے اندر پہلی قسم کے شواہد میں ۱۸ تا ۲۰، ۲۲ تا ۴۲، ۴۴ تا ۵۲ شاہد کو اور دوسری قسم کے شواہد میں ۳۳ تا ۳۵، ۳۷ تا ۴۶، ۴۹ تا ۵۵، ۵۷ تا ۸۸ شاہد کو اور تیسری قسم کے شواہد میں ۱۰، ۱۲ شاہد اور ساتویں ہدایت میں ۲، ۳، ۸، ۱۳ قول کو، اور آٹھویں ہدایت کے اندر ۱، ۱۳ اختلاف کو دیکھو۔

گیارہویں ہدایت

(انبیاء کا معصوم نہ ہونا)

گیارہویں ہدایت اس بات کے بیان میں کہ چونکہ ان کی کتب مقدسہ کے موافق پیغمبروں کا کسی گناہ سے معصوم ہونا ثابت نہیں، یہاں تک کہ نبوت کے بعد زنا اور بت پرستی اور احکام تبلیغی میں جھوٹ بولنا بھی ان سے ثابت ہے، اور انہیں کتابوں کے موافق معجزے اور کرامت کا صدور نبوت کی دلیل، بلکہ ایمان کی بھی دلیل نہیں، تو اس سبب سے ان کتابوں کے الہامی ہونے میں ایک اور شبہ ہے، اس لئے کہ جو شخص نبوت کے بعد بھی بت پرستی سے نہ چوکے، تو اس کو خدا پر بہتان باندھنے سے کیا مانع ہے؟

اور جب بعض احکام تبلیغی میں جھوٹ بولنا یقینی ہو تو اور مقامات میں شک کیوں نہ ہو، بلکہ حق یہ ہے کہ دعویٰ نبوت اور دعویٰ عصمت گویا در حقیقت متحد ہیں۔

اور اگر عصمت کو مطلق نبوت کے لوازم سے نہ مانو تو نہ کسی پیغمبر کی نبوت ثابت ہوتی ہے، اور نہ اس کے کلام کا وحی اور الہامی ہونا، اس لئے کہ جب پیغمبر کے پیغام کی نسبت یہ گمان ہوا، کہ شاید جھوٹا پیغام ہو، تو اب وہ پیغام قطعی نہ رہا، اور اسی طرح اس پیغمبر کے جھوٹے پیغمبر ہونے کا گمان درست ہوا، اور آدمؑ سے عیسیٰؑ تک یہ گمان ہو جائے گا کہ شاید یہ سب جھوٹے پیغمبر ہوں۔

اگر کہو کہ اگر چہ اور پیغمبر تو معصوم نہ تھے، مگر حضرت عیسٰیؑ معصوم تھے، اور انہوں نے گواہی دی کہ سلیمان اور داؤد اور ان کے علاوہ انبیاء باوجودیکہ انہوں نے نبوت کے بعد بت پرستی بھی کی یا بت خانے بنوائے یا تبلیغی احکام میں جھوٹ بولے، یا زنا کیا، یا اور سنگین گناہ کیے، تو بھی پیغمبر تھے، تو کہوں گا کہ اب حضرت عیسیٰ کی عصمت کہاں سے ثابت ہوئی، آیا کسی اور غیر معصوم کے قول سے یا خود ان کے ہی قول سے، اور دونوں صورتوں میں پھر وہی احتمال ہے کہ شاید یہ قول جھوٹا ہو۔

اور جب ان کی عصمت مشکوک ہوئی، تو اب ان کی گواہی سے دوسرے غیر معصوم کی نبوت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ خود ان کی نبوت بھی ثابت نہ ہوگی۔

اگر کہو کہ حضرت عیسیٰ صرف نبی نہ تھے، بلکہ خدا بھی تھے، تو اب ان کے قول سے ان کی نبوت اور ان کی گواہی سے غیر معصوموں کی نبوت ثابت ہو جائے گی، تو کہوں گا کہ ان کی الوہیت اب کس طرح سے ثابت ہوتی ہے؟ آیا انہیں کی نبوت یا دوسرے کی نبوت سے، یا محض عقل کے رو سے، شق اول تو باطل ہے، اس لئے کہ پہلی تقریر کے موافق نبوت مشکوک ہے، اور جب نبوت مشکوک ٹھہری تو الوہیت بھی مشکوک ہوئی، اور دوسری شق میں دَور لازم آتا ہے کیونکہ دوسری نبوت کی صحت ان کی الوہیت پر موقوف تھی، اور ان کی الوہیت اس دوسری نبوت کی صحت پر موقوف ہوئی، پس دوسری نبوت کی صحت خود اپنے نفس پر موقوف ہوئی سو یہ بھی بداہۃً باطل ہے۔

اور تیسری شق تو عقلاً محال ہے اور خود عیسائی لوگ بھی معترف ہیں، کہ عقل سے ثابت نہیں ہو سکتی، اور اس جگہ صاحب اِستبشار ایک بات اچھی کہتا ہے کہ لوگو انصاف کی جگہ ہے کہ پادریوں کے عقیدۂ الوہیت کا وہ حال کہ تثلیث سے مل کر توحید غارت کی گئی، اور عقیدۂ رسالت کا یہ حال کہ مطلق عصمت کی نفی کر کے اچھی طرح سے

خاک میں ملایا گیا، پھر بھی ان کو ملت اسلامیہ کے مقابلے میں یہ دعویٰ ہے کہ ہم بھی دیندار ہیں، معلوم نہیں کہ بے دینی ان کے نزدیک کس چیز کا نام ہے، خیر کچھ ہو، اس کو چھوڑ کر اب میں برسرِ مطلب آتا ہوں، اور اس ہدایت کی دو قسم کرتا ہوں۔

پہلی قسم

(پیغمبروں کا معصوم نہ ہونا)

پہلی قسم اس بات کے بیان میں کہ ان کی کتابوں کے موافق پیغمبر معصوم نہیں، اوراس قسم میں جو کچھ لکھتا ہوں مجبوری میں الزامی طور پر لکھتا ہوں، ورنہ اکثر ایسی واہی روایتوں سے جو اس میں مذکور ہوں گی دل سے بیزار ہوں، اور بعض کو تو محض کفر صریح سمجھتا ہوں، ناظرین اس بات میں مجھے

نقل کفر کفر نباشد

(کفر کو نقل کرنا کفر نہیں ہے)

کے تحت معاف رکھیں، اور بعض باتیں ہمارے نزدیک اگرچہ خطا نہیں، مگر یہ لوگ چونکہ خطا سمجھتے ہیں تو الزامی طور پر اس کو بھی نقل کیا گیا۔

اور چونکہ پادری ولیم اسمٹ نے توریت اور اپنی تفاسیر سے منتخب کرکے آدمؑ سے یعقوبؑ تک کا حال ایک اردو رسالہ میں لکھا ہے، اور "طریق الاولیاء" اس کا نام رکھ کر ۱۸۴۸ء میں مرزاپور کے اندر چھپوایا ہے، تو یعقوب تک کا حال اسی رسالے سے اسی کی عبارت سے نقل کروں گا۔ وباللہ التوفیق

آدمؑ کی تین خطائیں

(۱) حضرت آدمؑ کے حال میں یوں ہے (صفحہ ۲۰ و ۲۱):

"آدم اور حوا نے شیطان کے ورغلانے سے اس درخت کا پھل کھایا

جس کا خوب ہی پھل پایا، اگرچہ صریح یہ حکم تھا کہ اس کا پھل نہ کھانا، اور اس کا حکم بجالانا سہج (آسان) تھا، کیونکہ باغ کے اور سب درختوں کا پھل ان کے لئے روا تھا(۱) پس جب انہوں نے ایسا صحیح حکم نہ مانا، اور تو کیا مانیں گے، جو ایک خطا کی تو ہزاروں خطا کریں گے، کیا دہشت رہی، اسی لئے سزا پانے اور نکالے جانے کے لائق ہوئے"۔

کہتا ہوں میں کہ یہ آدمؑ کی ایک خطا ہے۔

(۲) پھر صفحہ ۲۲ میں ہے:

"بری خواہشیں اور حرص اس کے دل میں پیدا ہونے لگے، اور باطن کی سلامتی وخوشی چپت (غائب) ہوگئی، جھگڑے اور فساد نے اس کی طبیعت میں جڑ پکڑی، اور برائی اس کے مزاج میں جم گئی، پھر اس نے خود بخود اپنے تئیں ملزم جان کر اور خدا کے خوف کا عذاب مان کر اس کے حضور پرنور سے بھاگنے کا ارادہ کیا کہ آپ (اپنے) کو درخت تلے چھپاوے، واہ ایک دم میں اس کی سمجھ کا چراغ کیسا گل ہوگیا، اور اس کی عقل پر اندھیرا چھا گیا، کہ خدا جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، جانا کہ اس سے چھپ سکے گا"۔

پھر صفحہ ۲۳ میں لکھتا ہے:

"پھر جب آدم اس کے سامنے حاضر ہوا، تو کیا اس نے فروتنی سے اپنے گناہ کا اقرار کیا"؟

توبہ، کہتا ہوں کہ یہ دوسری خطا ہے۔

(۳) اسی ۲۳ صفحہ میں ہے:

"افسوس ہزار افسوس! اس کی توبہ کا نشان کہیں نہیں ملتا، اور اس نے گناہ معاف ہونے کے لئے ایک بار بھی دعا نہ مانگی، بلکہ ڈھٹائی سے چاہا کہ حوا پر بلکہ

(۱) ان خطاؤں میں یہ لوگ تاویل نہیں کرتے۔ ۱۲

مثل مشہور کے موافق ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' خدا پر بھی الزام رکھے، اور اپنے آپ کو بے قصور عصمت معمور ٹھہرائے''۔

میں کہتا ہوں یہ تیسری خطا ہے، اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ مسیحیوں کے نزدیک آدمؑ کی توبہ ثابت نہیں، تو اب پادری فنڈر صاحب کا دعویٰ توبہ کی بابت محض جھوٹ ہے، اور اس کا بیان پہلی جلد کے اندر بھی دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے اندر دوسری اور تیسری قسم کی مثالوں میں سے ستائیسویں مثال کے بیان میں گذرا۔

نوحؑ کی خطا

(۴) حضرت نوح کے حال میں یوں لکھا ہوا ہے (صفحہ ۷۰):

''نوح کی خطا کہ طوفان کے بعد اس سے ہوئی، ہمیں اس کو چھپانا لازم نہیں، یعنی وہ شراب پی کے متوالا ہوا، چنانچہ پیدائش کے ۹ باب ۲۰ و ۲۱ آیت میں ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ ۲۱ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء و ۱۸۲۹ء):

''اور شراب پی اور اسے نشہ ہوا، اور اپنے خیمہ کے اندر کپڑے اتار پھینکے''۔

سو دیکھو ایسے متوالے بنے تھے کہ کپڑے بھی اتار پھینکے تھے۔

ابراہیمؑ کی چار خطائیں

(۵) ابراہیمؑ کے حال میں یوں لکھا ہوا ہے (صفحہ ۷۴):

''جب تک وہ ستر برس کا نہ ہوا اس کی بات کچھ معلوم نہ ہوئی، اس نے بت پرستوں میں پرورش پائی، اور ان میں اپنی بہت عمر گذاری، معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ سچے خدا کو نہ جانتے تھے، اور شاید خود ابراہیمؑ بھی اس وقت

تک بت پرست رہا، جب تک خدا کی مرضی نہ ہوئی کہ اس پر ظاہر ہو، پھر اپنے آپ کو اس پر ظاہر کرکے اس کو دنیا کے اور لوگوں سے الگ کرلیا، اور اپنا خاص بندہ بنایا"۔

میں کہتا ہوں کہ مسیحیوں کے نزدیک کسی دلیل سے ثابت نہیں کہ ابراہیمؑ نے ستر برس کی عمر سے پہلے بت پرستی نہ کی ہو، بلکہ احتمال ہے کہ اس وقت تک بت پرستی کرتے ہوں، اور ان کے نزدیک غالب یہی ہے، کیونکہ جب ان کے نزدیک انبیاء کی عصمت نبوت کے بعد بھی نہیں تو نبوت سے پہلے کا تو کیا ذکر، اور ابراہیم کی سب قوم اور ان کے سب گھرانے کا وہ حال تھا جو مذکور ہوا، سو اس احتمالِ غالب کے موافق اس بڑے پیغمبر کا ستر برس کی عمر تک بت پرستی کرنا ثابت ہوتا ہے، اگرچہ عیسائیوں کے نزدیک اس سے نبوت کو کچھ ضرر نہ ہو، سو اس احتمالِ غالب کے موافق یہ بھی ابراہیمؑ کی ایک خطا ہے۔

(۶) پھر صفحہ ۸۲ میں ہے:

"جب ابراہیمؑ مصر کو چلا اس سے ایک ایسی بات ہوگئی کہ اگر اس کا چھپا رکھنا لازم ہوتا تو ہم چھپاتے، پر کیا کریں کہ وہ اگرچہ خلیل اللہ اور ایک بڑا نبی تھا پھر بھی بشر اور خطا کار تھا، اس کا گناہ یہ کہ اس نے یہ سمجھ کر کہ مصر والے میری جورو (بیوی) کو خوبصورت دیکھ کر مجھے مار ڈالیں گے اس کا انکار کیا، اور کہا کہ یہ میری بہن ہے، خدا کا وعدہ جو اس کے حق میں بچانے کا تھا، وہ کیا بھول گیا"۔

میں کہتا ہوں کہ ابراہیمؑ کا یہ جھوٹ بولنا اور بیوی کو بہن کہنا دوسری خطا ہے، جس کو پادری صاحب دیانت کے تقاضے سے چھپانا لازم نہیں جانتے۔

(۷) پھر صفحہ ۹۲، ۹۳ میں ہے:

"ابراہیمؑ ہاجرہ کے نکاح میں لانے سے بے گناہ نہیں ٹھہر سکتا، کیونکہ مسیح

کی بات جو انجیل میں لکھی ہے، ابراہیم کو خوب معلوم تھی کہ جس نے انسان کو پیدا کیا، ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت کو اس نے بنایا، اور فرمایا کہ اس کے سبب آدمی ماں باپ کو چھوڑ کر اپنی جورو (بیوی) سے ملا رہے گا، اور وہ دونوں ایک تن ہوں گے"۔

میں کہتا ہوں کہ جب اس نکاح سے گناہ گار ہوئے تو یہ نکاح جائز نہ تھا، تو ہاجرہ سے جب ابراہیمؑ ہمبستر ہوئے تو وہ زنا ہوا، تو یہ زنا بارہا اس بڑے پیغمبر سے ظہور میں آیا، بلکہ اب ایک اور بڑی مشکل ہوتی ہے کہ جب ان کو یہ بات مسیح کی انجیل والی معلوم تھی تو ان کو یہ بات موسیٰ کی توریت والی بھی معلوم ہوگی کہ علاتی بہن سے نکاح کرنا، جس کو عیسائی مفسر زنا کے برابر لکھتے ہیں حرام ہے، اور دونوں کا مار ڈالنا واجب ہے، اور مرد ملعون ہو جاتا ہے، جیسا کہ چودہویں سوال کے جواب کے اندر چوتھے مقام میں پہلی قسم کی مثالوں میں سے دوسری مثال کے بیان میں گذرا، اور سارہ تو علاتی بہن تھی، سو یہ نکاح بھی حرام تھا۔

تو اب نعوذ باللہ ابراہیمؑ کی ساری عمر کیا نبوت سے پہلے اور کیا نبوت کے بعد زنا میں گذری، اور دونوں سے جو اولاد پیدا ہوئی، وہ بھی نعوذ باللہ حرامی ہوئی، خدا کی پناہ، پادری لوگ اپنی اس مروج انجیل کی تائید کے لئے کیا کیا بیہودہ احتمال نکالتے ہیں، خیر کچھ ہو، ابراہیمؑ کی یہ تیسری خطا ہے۔

(۸) صفحہ ۹۹ میں ہے:

"یہاں (۱) بھی اس نے کم اعتقادی ظاہر کی جیسے مصر میں کی تھی کہ پھر اپنی جورو (بیوی) کا انکار کر کے کہا کہ یہ میری بہن ہے"۔

پھر لکھتا ہے:

(۱) یعنی فلسطان میں

"ابراہیمؑ نے جب مصر میں پہلے اپنی جورو (بیوی) کا انکار کیا تب اپنے جی میں یہ ٹھانا ہوگا کہ پھر ایسا گناہ مجھ سے نہ ہوگا، پر دیکھو غفلت میں آ کر پھر شیطان کے اسی جال میں پھنس گیا"۔

میں کہتا ہوں کہ یہ دوسری بار کا جھوٹ بولنا جو غالباً توبہ کے بعد ہے، چوتھی خطا ہے، غرض کہ پادری صاحب کی تحریر کے موافق اس ابو الانبیاء سے نبوت کے قبل ستر برس کی عمر تک بت پرستی کرنا ممکنہ طور پر اور بارہا زنا کرنا اور دوبار جھوٹ بولنا یقینی طور پر ثابت ہے۔

لوطؑ کی چار خطائیں

(۹) لوطؑ کے حال میں یوں لکھا ہوا ہے (صفحہ ۱۱۶):

"افسوس ہزار افسوس! نہایت کم ہیں وہ لوگ جو دولت اور حشمت کو پہنچ کر اس کا نشہ سنبھال سکتے ہیں، معلوم ہوتا کہ یہ لوط کے لئے بھی ایک پھندا ٹھہرا، اس کے اور ابراہیمؑ کے جانوروں کے بڑھ جانے سے ان دونوں کے نوکروں میں جھگڑا ہوا، چنانچہ اس کا ذکر ابراہیمؑ کے احوال میں گذرا، پس لوط اپنے بزرگ چچا سے الگ ہوا، اور اس کے دینداروں کی سی دوستی وصلاح کے فائدے سے محروم رہا، اس نے یہ سب اس لئے کیا کہ بہت مال جمع کرے"۔

میں کہتا ہوں کہ لوطؑ کی یہ پہلی خطا ہے، کہ دولت اور حشمت کا نشہ نہ سنبھال سکے، اور دنیا کی طمع سے اپنے بزرگ چچا اور پیغمبر سے الگ ہو گئے۔

(۱۰) صفحہ ۱۱۷ میں ہے:

"لوط پر یہ بڑا الزام ٹھہرا، کہ اس نے آسمانی چیزوں سے زیادہ دنیا کی چیزوں کی فکر کی، جب وہ پھر جا کر سدوم کے بت پرستوں اور گنہگاروں میں رہا تو اس نے اپنے وطن کے بت پرستوں کو کیوں چھوڑا؟ اور جب وہ بغیر ضرورت و

احتیاج کے خدا کے دشمن اور کافروں میں جا رہا تو اس کے دل میں خدا کی دہشت کہاں پائی گئی"؟

میں کہتا ہوں کہ یہ لوط کی دوسری خطا ہے کہ دنیا کی طمع سے بت پرستوں میں سکونت اختیار کی۔

(۱۱) جب کئی بادشاہ سدوم اور عمورا پر چڑھ آئے، اور لوط اور ان کے کنبہ کو پکڑ کر لے گئے، اور ابراہیمؑ ان سے جا کر لڑے....لوطؑ اور ان کے کنبے کو چھوڑا لائے۔

اس حال میں صفحہ ۱۲۰ کے اندر یوں لکھا ہوا ہے:

"جب لوط پھر آیا تو افسوس کہ پھر وہیں سدوم میں جا بسا، وہ خدا کی طرف سے تنبیہ پا کر اور بڑی تکلیف اٹھا کر دوبارہ اسی خراب جگہ میں گیا، پر کیا اس کا پچھلا حال پہلے سے کچھ ابتر ہوا، سو ہرگز نہیں، کیونکہ جہاں بدی ہوتی ہے وہاں اس کی سزا آگے پیچھے ضرور رہتی ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تیسری خطا ہے، جو تنبیہ پانے کے بعد پھر دوبارا سدوم کو گئے۔

(۱۲) صفحہ ۱۲۸ میں ہے:

"اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ وہ پہاڑ کے ایک غار میں رہا"۔

اب یہاں اس کے حال پر پردہ ڈالنا چاہیئے سو لکھتا ہے کہ:

"وہ دو راتیں متوالا ہو کر اپنی دونوں بیٹیوں کے بستر پر سویا، خدا کی کتاب میں اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا، آدم اور آدم زاد کیا ہے جب خدا اُسے چھوڑ دیتا ہے تو ہر بدی جو اس کی طبیعت میں بھری ہے، دل سے ابل آتی ہے"۔

پھر لکھتا ہے:

"اس کے حال پر رونا آتا ہے ہم افسوس کر کے اور خوف کھا کر، اور اپنے حال پر ڈر کر اس کی بابت تعجب کرتے ہیں کہ ہیں یہ وہی ہے جو سدوم کی تمام خرابیوں سے بچا، خدا کی راہ پر مضبوط رہا اور اس شہر کی سب طرح کی مستی اور

گندگی سے دور رہا، غار کے جنگل میں جاتے ہی کیا ایسی بدی غالب آ گئی، پس کون ہے جو شہر یا میدان، جنگل یا غار میں گناہ سے نڈر رہ سکتا ہے؟''۔

میں کہتا ہوں کہ یہ چوتھی خطا ہے جو سب خطاؤں سے بڑھ کر ہے، جس پر پادری صاحب بھی افسوس کرتے ہیں، اور خوف کھا کے تعجب کی رو سے کچھ کچھ کہتے ہیں۔

اور اس قول کا معنی ''خدا کی کتاب میں اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا'' اچھی طرح ہماری سمجھ میں نہیں آیا، اس لئے کہ پادری صاحب کی اس خدا کی کتاب میں یہ حال تو مفصل لکھا ہے کہ بیٹیوں نے کس طرح شراب پلائی، اور لوطؑ کس طرح ہم بستر ہوئے، اور دونوں صاحبزادیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں، اور دو صاحبزادے جنے، جن کی اولاد کو خدا نے بہت کچھ بڑھایا، اور پھیلایا، ایک کی اولاد میں کل موابی ہیں، اور بنی عمان کل دوسرے کی اولاد ہیں، اور پادری صاحب کی خدا کی کتاب کے موافق ان دونوں صاحبزادوں پر اور طرح کے بھی اللہ نے انعام کئے، مثلاً یہ کہ یہ دونوں صاحبزادے حضرت عیسیٰ کے (جو پادری صاحب کے گمان میں خود خدا ہی تھے) نسب میں داخل ہوئے اس لئے کہ عبید اور رحعام متیٰ کی تصریح کے موافق حضرت عیسیٰ کے نسب نامہ میں داخل ہیں، اور عبید کی ماں راعوث تھی، جو پہلے صاحب زادے کی اولاد میں ہے اور رحعام کی ماں دوسرے صاحبزادے کی اولاد ہے، جیسا کہ اس کا بیان پہلی جلد کے اندر چھٹے سوال کے جواب میں گذرا۔

سو دیکھو یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ خدا کے سلسلۂ نسب میں داخل ہوں، اور مثلاً یہ کہ خدا نے بنی اسرائیل کو جو اس کے پہلوٹے بیٹے یعقوب کی اولاد ہیں، یعنی اپنے پوتوں کو فرمایا تھا کہ جب تو بنی عمان کے آمنے سامنے آ پہنچے، تو انہیں دکھ نہ دے، نہ ان کا

مقابلہ کر، کیونکہ میں بنی عمان کی سرزمین میں تجھے میراث نہیں دوں گا، کیونکہ اسے میں نے بنی لوط کی میراث میں دیا ہے، جیسا کہ کتاب استثناء کے ۲ باب کے ۱۹ درس میں ہے، سو دیکھو یہ بھی کتنا بڑا احسان ہے کہ ان کی خاطر پوتوں کو میراث سے محروم کیا، اور چونکہ پادری صاحب نے مجملاً کہا ہے سو اس لئے مناسب یوں معلوم ہوا کہ پادری صاحب کی خدا کی کتاب سے نقل کردوں۔

کتاب پیدائش کے ۱۹ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۳۱۔ بڑی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے، اور زمین پر کوئی مرد نہیں رہا، جو ہمارے پاس آئے جیسے تمام دنیا میں رسم ہے۔

۳۲۔ پس آؤ، ہم اپنے باپ کو شراب پلاویں، اور ہم اس سے ہم بستر ہوویں، تا کہ ہم اپنے باپ سے کوئی نسل لے رکھیں۔

۳۳۔ تب انہوں نے اس رات اپنے باپ کو شراب پلائی، اور بڑی گئی، اور اپنے باپ سے ہمبستر ہوئی، اس نے اس کے لیٹتے وقت اور اٹھتے وقت اسے نہ پہچانا۔

۳۴۔ جب دوسرا دن ہوا، بڑی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ میں کل اپنے باپ کے ساتھ سوئی، ہم اس کو آج رات بھی شراب پلاویں، اور آج تو جا کر اس سے ہم بستر ہو، تا کہ ہم اپنے باپ کی نسل لیویں۔

۳۵۔ تب انہوں نے اپنے باپ کو اس رات بھی شراب پلائی، اور چھوٹی اٹھکر اس کے ساتھ سوئی، اس نے اس سے بھی لیٹتے وقت اور اٹھتے وقت اسے نہ پہچانا۔

۳۶۔ سو لوط کی دو بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔

۳۷۔ اور بڑی ایک بیٹا جنی، اور اس کا نام ماب رکھا کہ وہ موابیوں کا جو آج تک ہیں باپ تھا۔

۳۸۔ چھوٹی جوتھی وہ بھی ایک بیٹا جنی، اور اس کا نام بن عمی رکھا، اور وہ بنی عمان کا جو آج تک ہیں، باپ ہے"۔

سو دیکھو اس قصے میں کھلم کھلا ہے کہ لوطؑ نے بوڑھاپے میں متوالے بن کر یہ حرکت کی، اور دونوں صاحب زادیوں نے اس حرکت سے دو صاجزادے جنے، بھلا اگر پہلی رات چوکے تھے تو نشہ اترنے کے بعد دوسری رات کیوں نہ سنبھلے، اور نشہ اترنے کے یا حمل کے ظہور کے بعد بیٹیوں کو کیوں نہ سزا دی اور اب حیرت یہ ہے کہ جب ان کی خدا کی کتاب کے موافق یہ پیغمبر بوڑھاپے میں شراب کے نشہ میں بیٹیوں تک کو نہ چھوڑے، سو اور لوگ جو بوڑھے بھی نہ ہوں، اور رات دن پیتے ہوں، اور ان کی قوم میں مردوں اور عورتوں کے رلنے ملنے میں روک ٹوک بھی نہ ہو تو کیا حال ہوتا ہوگا؟ ادب نہیں چاہتا کہ کچھ کہا جائے، اور قول مشہور "عاقلاں خود می دانند" کے مطابق کچھ کہنے کی بھی حاجت نہیں، اس لئے اس امر میں دم نہیں مارتا، اور لوط کی بزرگی میں عیسائیوں کو شبہ نہیں، اس لئے کہ اس مروجہ انجیل میں ان کی تعریف موجود ہے۔

نامہ ۲ پطرس کے ۲ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"۷۔ پر نیک لوط کو جوان بدکاروں کی ناپاک چلن سے دق تھا بچایا۔

۸۔ کہ وہ نیک کاران میں رہ کر ان کے بے شرع کاموں کو دیکھ سن کے ہر روز اپنے نیک دل میں اذیت پاتا تھا۔

اسحٰقؑ کی تین خطائیں

(۱۳) اسحاق کے حال میں یوں لکھا ہوا ہے (صفحہ ۱۶۸):

"اسحاق کا ایمان ڈگمگا گیا کہ اس نے اپنی جورو (بیوی) کو کہا کہ یہ میری بہن ہے"۔

پھر صفحہ ۱۶۹ میں ہے:

''افسوس ہزار افسوس کہ ایک لاثانی کے سوا کسی آدم زاد میں کمال نہیں پایا جاتا، پر طرفہ ماجرا ہے کہ شیطان کے جس دام میں اسحاق کا باپ ابراہیم پھنسا تھا وہ خود بھی پھنس گیا، سو اس نے بھی اپنی جورو (بیوی) کا انکار کرکے کہا کہ یہ میری بہن ہے، جب فرستانیوں کے بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کیوں کیا؟ تب اس نے کہا: میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہاں کے لوگ خدا ترس نہیں، وہ میری جورو (بیوی) کے لئے مجھے مار ڈالیں گے، بادشاہ نے اسے سمجھایا اور ملامت کی، دیکھو پیدائش کی کتاب کے چھبیسویں باب کی ۱۰ و ۱۱ آیت۔

کیا ہی افسوس کی بات ہے کہ خدا کے ایسے نزدیکی نصیحت کے محتاج ہوں''۔

میں کہتا ہوں کہ اسحاق کی یہ پہلی خطا ہے کہ جس پر پادری صاحب اسحاق کا ایمان ڈگمگایا بتلاتے ہیں اور ہزاروں افسوس کھاتے ہیں۔

(۱۴و۱۵) (صفحہ ۱۷۱):

''اسحاق کا لاڈلا بیٹا عیص تھا، اور جیسا لاڈلوں کا دستور ہے وہ اپنے باپ کے بہت رنج کا باعث ہوا، عیص نے اپنے پہلوٹے ہونے کا حق بیچنے سے اپنی بے دینی ظاہر کی''۔

پھر لکھتا ہے:

''اور جوان ہو کر کنعانی بت پرستوں سے بڑا میل و محبت پیدا کرکے ان کی بیٹی بیاہ لایا، اس کے باپ کو اس کا بڑا رنج ہوا، پر تو بھی وہ پیارے اپنے کو نکال نہ سکا، بلکہ خدا کا کلام بھلا کر چاہا، کہ پہلوٹے ہونے کا حق اسے پھیر دے، اور عہد کے سب وعدے اسی کے حق میں ٹھہرا دے''۔

میں کہتا ہوں کہ اسحاقؑ کی یہ دوسری خطا ہے کہ اس لاڈلے کو محبت کے مارے نہ نکالا، بلکہ خدا کے کلام کو بھلا کر الٹا چاہا کہ پہلوٹے ہونے کا حق اسے پھیر دے، اور عہد کے سب وعدے اسی کے حق میں ٹھہرا دے، اور جب بت پرست عورت کے

ساتھ نکاح کرنا برا ہے تو پھر یعقوب کو کیوں نصیحت کی تھی کہ تو اپنے ماموں لایان کی بیٹیوں میں سے بیاہ لا، کیونکہ وہ بھی تو بت پرست تھا۔

پیدائش کی کتاب کے ۲۸ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''ا۔ اور اسحاق نے یعقوب کو بلایا، اور اسے برکت دی اور اسے فرمایا کہ تو کنعانی بیٹیوں سے شادی مت کیجو۔

۲۔ اٹھ اور فدان ارام کو اپنے نانا بتوائل کے گھر جا، اور وہاں سے اپنے ماموں لایان کی بیٹیوں سے شادی کر لے''۔

اور لایان کا بت پرست ہونا بیسویں سند میں آتا ہے، سو یہ اسحاق کی تیسری خطا ہے۔

یعقوب علیہ السلام کی آٹھ خطائیں

(۱۶) یعقوب کے حال میں یوں لکھا ہوا ہے (صفحہ ۱۷۸ و ۱۷۹):

''عیص ایک روز شکار کر کے تھکا ماندہ اور بہت ہی بھوکا گھر کو آیا، یعقوب نے لپسی پکائی تھی، اس نے دیکھ کر لالچ کیا، یعقوب نے اسے کہا کہ اگر تو اپنے پہلوتے ہونے کا حق مجھے دے تو میں تجھے یہ کھلاؤں گا، عیص نے یہ مان لیا، اور اپنے پہلوتے ہونے کا حق جس سے وعدہ اور کاہن ہونا اور دین دنیا کی سب برکتیں علاقہ (تعلق) رکھتی ہیں اپنی زبان کی چاٹ کے لئے بیچ ڈالا، اس لئے انجیل میں اسے بے دین لکھا ہے''۔

پھر لکھتا ہے:

''پر اس مقدمہ میں یعقوب بھی تعریف کے قابل نظر نہیں آتا''۔

پھر لکھتا ہے:

''جب وہ اپنے بھائی کی حاجت دیکھ کر بے بدلے تھوڑی سی لپسی نہ دے سکا تو اس کی برادرانہ الفت کہاں باقی رہی؟ محبت چاہئے کہ بے طمع ہو، اور

اس کا کرنے والا اپنے فائدہ کا متلاشی نہ ہو"۔

میں کہتا ہوں کہ یعقوب کی یہ پہلی خطا ہے۔

(۱۷) صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۱:

"جب اسحاق نے چاہا کہ عیص کو برکت دے، تب ربقاء نے ایک تدبیر سوچی، جس سے اپنے باپ یعقوب کو دھوکا دے کر اور اپنے بھائی کے بھیس میں ہو کر مکر کی راہ سے برکت پائے (دیکھو پیدائش کی کتاب کا ۲۷ باب) یعقوب اس سے بہت ہی ڈرا، پر اس کی ماں نے اسے ابھارا، اس نے جو اس گندے کام کو ہاتھ لگا کر برے بھلے حال کسی طرح نباہ دیا، تو اس کا کچھ تعجب نہیں، پھر کیا ہی خوف کا مقام ہے کہ ایسے شخص نے جھوٹ پر جھوٹ بولا، اور اپنی فریب بازی میں خدا کے نام کو بھی شریک کیا"۔

پھر لکھتا ہے:

"اس نے اپنے بھائی کے بھیس میں ہو کر اسحاق کو دھوکا دیکر کہا کہ میں ہی تیرا پہلوتا بیٹا عیص ہوں، اور صرف یہی نہ کہا کہ میں تیرا پہلوتا بیٹا عیص ہوں جو کچھ تو نے فرمایا میں بجالایا بلکہ یہ بھی کہا جو نہایت بے دینی کی بات ہے کہ تیرے خدا خداوند نے اسے میرے پاس پہنچایا، پھر جب اس کے باپ نے اس سے پوچھا، کیا تو وہی میرا بیٹا عیص ہے، تو اس وقت بھی دہرا کر جھوٹ بولا، اور کہا ہاں میں وہی ہوں، ہم اس مقدمہ میں یعقوب کی بابت کچھ عذر نہیں کر سکتے، ایسے کام سے سب نیک لوگوں کو نفرت رکھنا، اور دور بھاگنا چاہئے، یعقوب کا اصل مطلب تو اچھا تھا، کیونکہ وہ جانتا (تھا) کہ برکت اس کا حق ہے، لیکن جس وسیلے سے اس نے حاصل کرنا چاہا، وہ برا تھا خلاصہ یہ کہ اس نے برا اس لئے کیا کہ بھلائی ملے، انجیل میں لکھا ہے کہ ایسوں پر سزا کا حکم واجب ہے"۔

پھر لکھتا ہے:

''اس مقدمہ میں جس قدر یعقوب کی تقصیر ٹھہری، اس سے بڑھ کر اس کی ماں گناہگار ہوئی، وہ تو اس فساد کی بانی تھی، اور اسی نے یعقوب سے فریب کی یہ سب باتیں کروائیں''۔

پھر لکھتا ہے:

''شاید ربقاء اور یعقوب دونوں کا خیال اس پیشین گوئی کی طرف تھا، جو خدا نے فرمائی تھی، کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے گا، یہاں تک تو ان کا کچھ قصور نہیں، پر جب خدا کے مطلب کو اپنی بے صبری کے سبب بے ایمانی اور بری راہ سے پورا کرنا چاہا تو وہ بڑے تقصیروار ٹھہرے''۔

میں کہتا ہوں کہ یہ یعقوب کی دوسری خطا ہے، جو ماں کی شرکت میں ہوئی، اور اس امر میں ہمیں کہنے کی حاجت نہیں، خود پادری صاحب فرماتے ہیں: کہ ''اس مقدمہ میں یعقوب کی بابت کچھ عذر نہیں کر سکتے'' اور اس کے علاوہ اپنی دیانت سے بہت کچھ یعقوب اور ان کی ماں کے حق میں ارشاد کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ جھوٹ پر جھوٹ بولا، اور اپنی فریب بازی میں خدا کے نام کو بھی شریک کیا، اور یہ کہ یہ بھی کہا، جو نہایت بے دینی کی بات ہے الخ۔

اور یہ کہ خلاصہ یہ کہ اس نے برا کیا، اور ایسوں پر سزا کا حکم واجب ہے، اور یہ کہ اس سے بڑھ کر اس کی ماں گنہگار ہوئی، اور یہ کہ جب خدا کے مطلب کو اپنی بے صبری کے سبب بے ایمانی اور بری راہ سے پورا کرنا چاہا، تو وہ بڑے تقصیروار ٹھہرے۔

(۱۸) صفحہ ۱۸۸ میں ہے:

''لابان بڑا لالچی تھا، اور اس نے صرف اپنے فائدے کے لئے یعقوب کو اپنے گھر میں رکھا، اور مشکل مشکل کام اس سے لینے لگا، اور جب اس نے جانا کہ اس کی بیٹی راحیل پر وہ فریفتہ ہے، تو اس سے بیاہ دینے پر وہ راضی ہوا، مگر اس

شرط پر کہ اس کے عوض یعقوب سات برس اس کی نوکری بجالاوے، یعقوب اس کا عاشق صادق تھا، کمال خوشی سے اس نے یہ قبول کرلیا"۔

اور لکھا ہے کہ:

"راحیل کے عشق کے غلبہ کے سبب سات برس اسے محنت میں دو روز کے برابر گذر گئے، جب مدت پوری ہوچکی، تب جیسے یعقوب نے اپنے بھائی کو دھوکا دیا تھا ویسے ہی لابان نے اسے دھوکا دیا، کہ رات کو اندھیرے میں راحیل کے بدلے اس کی بہن لیاہ کو یعقوب کے بغیر جانے اس کے ساتھ سونے کو اس کے پاس بھیج دیا، فجر کو جب یعقوب نے جانا کہ وہ تو لیاہ ہے تب لابان پر بہت غصہ ہوا، لابان بولا کہ ہمارے یہاں دستور نہیں کہ چھوٹی بڑی سے پہلے بیاہی جائے۔

بھلا اگر تو اور سات برس خدمت کرے تو میں راحیل کو بھی تجھے دوں، یعقوب نے اپنے فریب کا کڑوا پھل یوں کھایا، اور اسے بہ ناچاری خواہ نخواہ دو جوروئیں (بیویاں) کرنی پڑیں۔

میں کہتا ہوں کہ پادریوں کے زعم کے موافق یعقوب کی یہ تیسری خطا ہے کہ راحیل پر فریفتہ ہو کے اور عاشق صادق بن کر چودہ برس برابر اس کے باپ کی خدمت کی، یہاں پادری لوگ عشق پرستی کو نبوت کے منافی کیوں نہیں جانتے؟

(۱۹) صفحہ ۱۸۹ میں ہے:

"یعقوب کو مناسب نہ تھا کہ دو بیویاں کرے، پر معلوم ہوتا ہے کہ اگر لابان اس معاملے میں اسے دھوکا نہ دیتا تو وہ راحیل کے سوا دوسری جورو (بیوی) نہ کرتا، اور اس سے کئی جورو (بیوی) کرنے کی دلیل نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ بات نہ خدا کے حکم سے اور نہ یعقوب کی مرضی سے ہوئی"۔

میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ "مناسب نہ تھا" نہایت ہی غیر مناسب ہے، بلکہ اس

کے عوض یہ لفظ "جائز نہ تھا" کہنا چاہیئے، اور وہ عذر بھی لغو ہے، کیونکہ پادریوں کے زعم کے موافق جب ایسا نکاح ناجائز ہے، اور گناہ کا ذریعہ، جیسا کہ یہ پادری خود ابراہیم کے ہاجرہ سے نکاح کی بابت لکھ آیا ہے، سو ایسے عذر سے گناہ سے کب بچ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ اگر یہ ایک نکاح عذر کے سبب ہو، تو زلفا اور بلھا لونڈیوں کی بابت کیا کہے گا، وہاں تو کسی نے دھوکا نہیں دیا تھا، اور کیا یعقوب کو مسیح کی وہ بات جسے پادری نے ابراہیم کے کئی خطائیں لکھا ہے، معلوم نہ تھی، اور جب وہ معلوم ہوگی تو کیا وہ موسیٰ والی بات معلوم نہ ہوگی، کہ ایک بہن کے جیتے جی دوسرے سے نکاح کرنا درست نہیں، جیسا کہ کتاب قوانین کے ۱۸ باب کے ۱۸ درس میں ہے۔

اور الزامی طور پر کہتا ہوں کہ پادری لوگ ارشاد کریں کہ لیاہ اور راحیل کے نکاحوں میں ناجائز کونسا ہوا، اگر پہلا ہے، جو دھوکے کے سبب معتبر نہ ہوا تو لازم آتا ہے کہ بنی اسرائیل کے سیکڑوں انبیاء مثلاً موسیٰ و ہارون و داؤد و سلیمان و عیسیٰ وغیرہم جو سب لیاہ کی اولاد میں ہیں نعوذ باللہ کچھ اور ہی ہوں، اور اگر دوسرا ناجائز ہے، تو یوسف اور یوشع اور ان کے علاوہ جو لوگ راحیل کی اولاد میں سے ہیں ان کا حال ایسا ہی ہوا، اور لازم آتا ہے کہ یعقوب نے ان میں سے ایک کے ساتھ اس کی حیات تک زنا کیا ہو، اور زلفا اور بلہا کی اولاد کا طیب النسل نہ ہونا اور یعقوب کا ان سے سیکڑوں بار زنا کرنا تو پادریوں کے نزدیک محل انکار نہ ہوگا؟

دیکھو یہ پادری (اللہ ان کو ہدایت کرے) اپنی رسم کو تھامنے کو کیا کیا قہر کرتے ہیں، اور خدا کے پیغمبروں کو کیا کیا الزام لگواتے ہیں۔ نعوذ بالله من شرور أنفسنا۔

(۲۰) صفحہ ۱۹۲ میں ہے کہ:

<u>"ایک بڑے اچنبھے کی بات مذکور ہے کہ راحیل اپنے باپ لابان کی</u>

مورتیں چرا لے گئی، پر بڑا تعجب آتا ہے کہ آیا لابان کے یہاں جو ابراہیم کے کنبوں میں تھا مورت تھی"۔

پھر لکھتا ہے:

"کچھ لکھتا نہیں کہ راحیل ان مورتوں کو کیوں لے گئی، شاید زر کے لالچ سے لی گئی ہوگی، پھر اگر پوجنے کو لے گئی تو بڑی گنہگار ٹھہری"۔

میں کہتا ہوں کہ لابان تو یقیناً بت پرست تھا، جیسا کہ پیدائش کی کتاب کے ۳۱ باب کے ۳۰ و ۳۲ درس سے سمجھا جاتا ہے، اس لئے کہ پہلے میں یعقوب سے لابان کا قول اور دوسرے میں لابان سے یعقوب کا قول یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"تو نے کس لئے میرے خداؤں کو چرا لیا، جس کسی کے پاس تو اپنے خداؤں کو پاوے اُسے جیتا مت چھوڑ"۔

اور وہ جو پادری صاحب یوں کہتے ہیں "شاید زر کے لالچ سے لے گئی ہوگی" اپنے مذہب کا لحاظ کرتے ہیں، بلکہ غالب یہ ہے کہ ان کی مقدس کتاب کے موافق راحیل اور یعقوب کا گھرانا بت پرستی کرتا تھا، بیت ایل کے جانے کے وقت اس بت پرستی کو چھوڑا ہے۔

کتاب پیدائش کے ۳۵ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۲۔ تب یعقوب نے اپنے گھرانے اور اپنے سب ہمراہیوں کو کہا کہ بیگانے معبودوں کو جو تمہارے درمیان ہیں، نکال پھینکو، اور پاک وصاف ہو، اور اپنے کپڑے بدلو۔

۳۔ اور آؤ ہم اٹھیں، اور بیت ایل کو جاویں، الخ۔

۴۔ اور انہوں نے سارے بیگانے معبودوں کو جو ان کے ہاتھوں میں تھے، اور مندرے(۱) جو ان کے کانوں میں تھے، یعقوب کو دیئے، اور یعقوب

(۱) مُندرہ: کان کا زیور

نے انہیں بلوط کے درخت تلے جو نابلس کے نزدیک تھا دبا دیا"۔

دیکھو غالب اس سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ بہر حال پادری صاحب کی تحریر کے موافق راحیل کی خطا تو صریح ہے، چوری ہو یا چوری اور بت پرستی دونوں، یعقوب کی خطا یہ ہے کہ اس چوری پر راحیل کو سزا نہ دی، اور نہ ان مورتوں کو لابان کے پاس بھجوایا، اور گمان غالب کے موافق یہ بھی خطا ہے کہ اپنے کنبے اور ہمراہیوں کو شروع ہی سے بت پرستی سے کیوں نہ روکا تھا، جیسا کہ اب روکا۔

(۲۱) صفحہ ۲۰۳ میں ہے:

"دینا نامی ایک اس کی اکلوتی بیٹی تھی، وہ ان دنوں سیانی (جوان) ہونے لگی، اور اس شہر کے لڑکوں سے ملنے گئی، وہاں کے سردار کا بیٹا اسے دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گیا، اور اسے پھسلا کر اس کے ساتھ ہمبستر ہوا، پیدائش کا ۳۴ باب ☆ اس پر اس لڑکی کے بھائیوں نے وہاں کے لوگوں کو دغا دے کر تمام مردوں کو قتل کیا، اور شہر کو لوٹ لیا، اور اپنی بہن کو لے کر چلے گئے ☆

"اس بیجا حرکت اور خوں ریزی سے بیچارے یعقوب کا دل نہایت پریشان ہوا، اور دریائے غم میں ڈوب گیا، پر لاچار کیا کرے بیٹوں سے کہا کہ تم نے مجھے یہ کیا ہی رنج پہنچایا، اور اس ملک کے سامنے ایک نفرت کا سبب ٹھہرایا، میرے ساتھی گنتی میں تو تھوڑے ہیں کہ ان کے پاسنگ نہیں، سو وہ جمع ہو کر مجھے گھیریں گے اور اپنی نگاہ میں تو لکرا ابھی مار ڈالیں گے، اور میں اور میرا خاندان ہلاک ہو جائے گا"۔

میں کہتا ہوں اگر واجب القتل تھا، تو اس سردار کا بیٹا تھا، اور دوسرے مرد اور سارا شہر واجب القتل نہ تھا کہ یعقوب کے بیٹوں نے یک لخت سب مردوں کو دھوکہ دے کر قتل کیا، اور ان کی سب دولت اور ان کے سب بال بچوں اور عورتوں کو غنیمت میں لیا، اس میں یعقوب کے بیٹوں کی تو خطا ظاہر ہے، اور یعقوب کی خطا یہ ہے کہ

بیٹوں کو کیوں سزا نہ دی، اور بال بچوں اور عورتوں کو چھڑوا کے مقتولوں کا مال واسباب کیوں نہ پھروادیا، اور اگر بیٹوں پر قبضہ نہ چلتا تھا تو پھر خود ان ظالموں کے ساتھ کیوں رہے، الگ ہو جانا تھا، حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ کی، البتہ اپنی بدنامی سے ڈرے، اور اپنی اور اپنے خاندان کی ہلاکت کا اندیشہ تو کیا، سو یہ اور بات ہے۔

اس باب کے بعضے درس یوں ہیں (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء)

"۲۵۔ دنیا کے دو بھائی شمعون اور لیوی نے اپنی تلواریں لیں، اور جرأت سے شہر پر آپڑے، اور سب مردوں کو قتل کیا۔

۲۶۔ اور انہوں نے حمور اور اس کے بیٹے شخام کو تلوار کی دھار سے مار ڈالا، اور شخام کے گھر سے دنیا کو لے کر نکل گئے۔

۲۷۔ اور یعقوب کے بیٹے مقتولوں پر آئے، اور شہر کو غارت کیا، کیونکہ انہوں نے ان کی بہن کو بے حرمت کیا تھا۔

۲۸۔ انہوں نے انکی بھیڑ بکریاں اور ان کے گائے بیل اور ان کے گدھے اور جو کچھ کہ شہر میں اور کھیت پر تھا، لوٹ لیا۔

۲۹۔ اور ان کی سب دولت اور ان کے سب بچے اور ان کی جوروئیں (بیویاں) لے لیں، اور سب کچھ کہ گھر میں تھا لوٹ کے صاف کیا۔

۳۰۔ اور یعقوب نے شمعون اور لیوی کو کہا کہ تم نے مجھے دکھ دیا، کہ اس زمین کے باشندوں میں کنعانیوں اور فرزیوں کے درمیان مجھے گھنونا کر دیا، اور ہم تھوڑے ہیں، وے سب میرے مقابلے کو اکھٹے ہوں گے، اور مجھے قتل کریں گے، اور میں اور میرا گھر برباد ہوئے گا"۔

(۲۲) صفحہ ۲۰۵ میں ہے:

"اس کے پہلوتے بیٹے رادبین نے اپنے باپ کی جورو (بیوی) بلہا کے ساتھ زنا کیا"۔

میں کہتا ہوں کہ یہ کتاب پیدائش کے ۳۵ باب میں ہے، اور اس میں راوبین کی خطا تو ظاہر ہے کہ اپنے باپ کی جورو (بیوی) سے اس نے زنا کیا، اور یعقوب کی یہ خطا ہے کہ اس نے نہ اس ناخلف کو اور نہ اس مردار جورو کو سزا دی، بلکہ سنکر چپ ہو گئے۔

(۲۳) پھر اسی صفحہ میں ہے:

''اس کے بیٹے یہودا سے بھی بڑی بدچلنی ہوئی جس کے سبب اس کے باپ یعقوب کو کمال رنج و نہایت افسوس ہوا''۔

میں کہتا ہوں کہ چونکہ پادری صاحب نے بعض وجوہ کا لحاظ کر کے اس حال کو مجمل لکھا ہے، اس لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے ان کی مقدس کتاب سے نقل کروں، اس کے بعد الزاماً جو عرض کرنا ہو عرض کروں۔

کتاب پیدائش کے ۳۸ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

۱۳۔ اور تامار سے یہ کہا گیا کہ دیکھو تیرا سسرا تمناس کو جاتا ہے الخ۔

''۱۴۔ اس نے رنڈاپے کے کپڑوں کو اتار پھینکا، اور برقع اوڑھا، اور تمناس کے راستے میں ایک کشادہ جگہ بیٹھی الخ۔

۱۵۔ جب یہودا نے اسے دیکھا، جانا، کہ کوئی کسبی (رنڈی) ہے الخ۔

۱۶۔ اور راہ سے اس کی طرف کو پھرا، اور اسے کہا کہ چلئے اور مجھے اپنے ساتھ خلوت کرنے دیجئے، اور نہ جانا کہ وہ اس کی بہو تھی، وہ بولی کہ تو جو میرے ساتھ خلوت کرے گا، مجھے کیا دے گا۔

۱۷۔ وہ بولا میں گلّے میں سے بکری کا ایک بچہ بھیجوں گا، اس نے کہا کہ تو مجھے جب تک اسے بھیجے کچھ گروی دے گا۔

۱۸۔ وہ بولا کیا گروی تجھے دوں؟ وہ بولی: اپنی انگوٹھی اور اپنے بازوبند اور عصا جو تیرے ہاتھ میں ہے، اس نے دیا، اور اس کے ساتھ خلوت کی، اور وہ اس سے حاملہ ہوئی۔

۲۴۔ اور یوں ہوا کہ تین مہینے کے بعد یہودا سے کہا گیا کہ تیری بہو تامار نے زنا کیا، اور دیکھ کہ اسے چھنانے (بدکاری) کا پیٹ بھی ہے، یہودا بولا کہ اسے باہر لاؤ اور جلا دو۔

۲۵۔ جب وہ نکالی گئی، اس نے اپنے سسرے کو کہلا بھیجا کہ مجھے اس شخص کا پیٹ (حمل) ہے، جس کی یہ چیزیں ہیں، اور کہا دریافت کیجئے، یہ انگوٹھی اور بازوبند اور عصا کس کا ہے۔

۲۶۔ تب یہودا نے اقرار کیا، اور کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ راست باز ہے، الخ۔

۲۷۔ اور اس کے جنتے وقت یوں ہوا کہ اس کے پیٹ میں دو بچے تھے۔

۲۸۔ اور جب وہ جننے لگی تو ایک کا ہاتھ نکلا، اور دائی جنائی نے پکڑ کے اس کے ہاتھ میں ناڑا باندھ کے کہا کہ یہ پہلے نمود ہوا۔

۲۹۔ اور یوں ہوا کہ اس نے اپنا ہاتھ پھر کھینچ لیا، اور دیکھا کہ وہ نہیں، اس کا بھائی نکل پڑا، تب وہ بولی کہ تو نے کیا شکست دی، یہ شکست تجھی پر آوے گی، اس لئے اس کا نام فارض ہوا۔

۳۰۔ بعد اس کے اس کا بھائی جس کے ہاتھ میں ناڑا بندھا تھا پیدا ہوا، اس کا نام زارح رکھا"۔

دیکھو اس سارے باب میں کہیں یہ بات مذکور نہیں کہ یعقوب کو بہت رنج اور نہایت افسوس ہوا، اور دیکھو کہ یعقوبؑ کے بڑے صاحبزادے تو باپ کی جورو (بیوی) سے خراب ہوئے، اور دوسرے صاحب زادے اپنی بہو پر چڑھ بیٹھے، اور پہلے تو حکم کیا کہ باہر لا کے جلا دو۔

اور جب معلوم ہوا کہ یہ سب میری کرتوت ہے تو اقرار کیا کہ وہ مجھ سے زیادہ راست باز ہے، سبحان اللہ کیا اچھے راست باز تھے، جو ان کی بہو ان سے زیادہ راست

بازنکلی، سچ تو ہے، کیوں راستباز نہ ہو کہ دنیا کو چھوڑ کے خود سسرے ہی کو دھوکا دے کر اسی سے خراب ہو کر حاملہ ہوئی، اور اس میں یہودا اور تامار کی خطا تو ظاہر ہے، اور یعقوب کی خطا یہ ہے کہ انہوں نے نہ اس صاحب زادۂ والا تبار کو اور نہ اس بہو عفت شعار کو سزا دی، اور ظاہر تو یہی ہے کہ اس وقت ان کی شریعت میں زنا کی سزا جلا دینا تھا، جیسا کہ یہودا نے حکم کیا تھا، اور یہ جو صاحب زادے اس حرکت سے پیدا ہوئے، ان میں سے اسی فارض کی اولاد میں حضرت داؤد اور سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں، جیسا کہ متی کے پہلے باب سے ظاہر ہے۔

سو دیکھو کہ ان کتابوں کے موافق ان انبیاء کا نسب کن لوگوں تک پہنچتا ہے، اور ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کی نبوت اور بزرگی میں مسیحیوں کو انکار کی گنجائش نہیں، اور ان کی مقدس کتاب میں ان لوگوں کی بہت کچھ تعریف کی ہے۔

ہارونؑ کی خطا

(۲۴) کتاب خروج کے ۳۲ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''۱۔ اور جب دیکھا قوم نے کہ موسیٰ نے اترنے میں پہاڑ سے دیر کی، تو ہارون کے پاس جمع ہوئے، اور اس کو کہا کہ اٹھ اور ہمارے لئے معبود بنا الخ۔

۲۔ تب ان کو ہارون نے کہا کہ زیور سونے کے جو کانوں میں تمہاری عورتوں اور تمہارے بیٹوں اور تمہاری بیٹیوں کے ہیں، گھسوٹ (نکال) کر میرے پاس لاؤ۔

۳۔ پس سب قوم نے زیور سونے کے جو ان کے کانوں میں تھے گھسوٹ (نکال) لئے، اور ان کو ہارون کے پاس لائے۔

۴۔ اور ہارون نے ان کو ان سے لیا، اور ایک نقشہ کھینچا، پھر ایک بچھڑا ڈھال کر بنایا، اور انہوں نے کہا کہ اے اسرائیل یہ معبود تمہارے ہیں، جو تم کو مصر

کی زمین سے چھڑا لائے۔

۵۔ جب اس کو ہارون نے دیکھا تو ایک قربان گاہ روبرو اس کے بنائی، اور یہ کہتے ہوئے منادی کی کہ کل یہواہ کے لئے عید ہے"۔

دیکھو اس عبارت کے موافق خود ہارونؑ نے ایک بچھڑا ڈھال کر بنایا تھا اور اس کے سامنے خود ہی ایک قربان گاہ بنائی تھی، اور خود ہی یہ منادی کی تھی کہ یہواہ کے لئے کل عید ہے، سو وہ عید بھی ہوئی، جیسا کہ اس باب میں مذکور ہے، تو اس پیغمبر نے خود بت بنایا، اور بت پرستی کی اور کرائی، اور اس کی نبوت میں کلام نہیں۔

پادری اسمٹ "تحقیق دین حق" کے پہلے حصے کے بیالیسویں صفحہ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"جیسے ان کے (یعنی بنی اسرائیل کے) درمیان بادشاہ نہ تھا ویسے موسیٰ اور ہارون اور ان کے ستر مددگار کے سوا ان کے درمیان کوئی نبی نہ تھا"۔

پھر لکھتا ہے:

"موسیٰ اور ہارون اور ان کے مددگار کے سوا ان کا کوئی نبی نہ تھا"۔

ان دونوں عبارتوں میں ہارون کی نبوت کی بلکہ ان ستر مددگاروں کی نبوت کی بھی تصریح ہے، مگر یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جس نسخے کا میں حوالہ دیتا ہوں وہ ۱۸۴۲ء والا ہے، اس لئے کہ پادری لوگ ہر بار کے چھپوانے میں اپنی کتاب کو بہت کچھ پلٹ ڈالتے ہیں، اور توریت میں جابجا حضرت ہارون کے حق میں ایسا کچھ لکھا ہوا ہے کہ اس سے ان کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔

کتاب خروج کے ۴ باب کے ۲۷ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور یہواہ نے ہارون کو کہا کہ بیابان میں جا کر موسیٰ کی ملاقات کر، وہ گیا الخ"۔

اور کتاب شمار کے ۱۸ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''۱۔ پھر یہواہ نے ہارون کو فرمایا الخ۔

۸۔ پھر یہواہ نے ہارون کو خطاب کیا، الخ۔

۲۰۔ پھر یہواہ نے ہارون کو فرمایا الخ''۔

اور کتاب شمار کے ۲ باب کے ۱ درس اور ۴ باب کے ۱ درس و ۱۷ درس اور ۱۴ باب کے ۲۶ درس اور ۱۶ باب کے ۲۰ درس اور ۱۹ باب کے پہلے درس میں یعنی اس کتاب میں چھ جگہ یوں لکھا ہوا ہے:

''یہواہ نے موسیٰ اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا''۔

اور کتاب خروج کے ۶ باب کے ۱۳ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''تب یہواہ نے موسیٰ اور ہارون کو کہا الخ''۔

سو دیکھو کہ ان کی رو سے خدائے تعالیٰ نے ہارون کو جس طرح حضرت موسیٰ کی شرکت میں وحی کی ہے، ویسی ہی جدا بھی کی ہے۔

اور کتاب خروج کے ملاحظہ سے یہ بات ثابت ہے کہ فرعون کے مقابلے میں جتنے معجزے صادر ہوئے، ان میں سے اکثر ہارون سے ظاہر ہوئے ہیں، اور ہارون کا کیا ذکر، ان کی بہن مریم بھی پیغمبر تھی۔

کتاب خروج کے ۱۵ باب کے ۲۰ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء ۱۸۲۹ء):

''تب ہارون کی بہن مریم نبیہ نے دف ہاتھ میں لیا الخ''۔

نسخہ ۱۸۴۲ء میں بھی بعینہ یہی عبارت ہے۔

(فارسیہ ۱۸۳۹ء):

''پس مریم نبیہ خواہر ہارون دف در دست گرفت الخ''۔

اور خود ہارون اور مریم سے نبوت کا دعویٰ منقول ہے۔

کتاب شمار کے ۱۲ باب کے ۲ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''اور بولے کیا یہواہ نے خالی موسیٰ ہی سے باتیں کی ہیں، کیا ہم سے اس نے بھی باتیں نہیں کیں''۔

اور نسخہ ۱۸۴۲ء والا اس کے موافق ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ یہواہ کی جگہ خداوند کا لفظ واقع ہے۔

اور زبور ۱۰۵ کے درس ۲۶ میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

''اس نے اپنے بندے موسیٰ کو اور اپنے برگزیدہ ہارون کو بھیجا''۔

اور زبور ۱۰۶ کے ۱۶ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

''انہوں نے خیموں کی جگہ میں موسیٰ پر اور یہواہ کے پاک مرد ہارون پر حسد کیا''۔

اور یہ بات کہ ہارون حضرت موسیٰ کے نائب تھے ان کی نبوت کے منافی نہیں، نہ عقلاً اور نہ شرعاً، ورنہ لازم آتا ہے کہ یوشع جو حضرت موسیٰ کے نائب تھے، بلکہ جتنے انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ کے بعد اور حضرت عیسیٰ سے پہلے ہوئے اور توریت کے پیرو تھے پیغمبر نہ ہوں، اور اسی طرح حواری لوگ جو پادریوں کے زعم میں موسیٰ سے بڑھ کر ہیں پیغمبر نہ ہوں، اور اب معلوم ہوا کہ جو فنڈر صاحب ''حل الاشکال'' میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۷ء صفحہ ۱۰۵):

''گو لہ سالہ پرستی کسی نبی نے کبھی نہیں کی، بلکہ صرف ہارون نے ایک وقت یہودیوں کے خوف کے مارے کی تھی، سو وہ نبی نہیں، صرف کاہن تھا محض موسیٰ کا پیغمبر''۔

وہ بالکل غلط ہے، اور صرف صاحب استفسار کا جواب دینے کے لئے ایسی حرکت کرتے ہیں، اس کے علاوہ جب صاحب استفسار گوسالہ پرستی اور بت پرستی

دونوں پر طعن کرتا ہے، تو اس صورت میں اگر بالفرض مان بھی لیں کہ کسی پیغمبر نے گوسالہ پرستی نہیں کی تو پادری صاحب کی مجال نہیں کہ مطلق بت پرستی سے انکار کریں، اس لئے کہ سلیمان کی بت پرستی کرنے اور بت خانے بنوانے کا حال ان کی مقدس اور الہامی کتاب میں ایسا صاف لکھا ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر گذر گیا، اور تیسویں سند میں آتا ہے۔

شمسون پیغمبر کی خطا

(۲۵) کتاب القضات کے سولہویں باب میں ہے کہ:

"شمسون پیغمبر عزہ میں ایک فاحشہ سے خراب ہوئے، پھر انہوں نے نہر سارق میں ایک عورت سے آشنائی کی، کہ جس کا نام دلیلہ تھا، اور رات کو اسی کے گھر میں جا کر سویا کرتے تھے، اور فلسطانیوں نے اس فاحشہ کو گیارہ سو روپیہ اس شرط پر دیئے کہ یہ بات شمسون سے پوچھ دے کہ اس کی شہ زوری کہاں سے ہے، اور کس طرح گرفتار ہوگا، اس فاحشہ نے اس طمع سے ان سے پوچھا، تین بار تو انہوں نے جھوٹ بولا، اخیر اس نے ہر روز تنگ کرنا شروع کیا، اور یہ طعنہ دیتی تھی کہ تو کہتا ہے کہ میں تجھے چاہتا ہوں، پھر بھی مجھے نہیں بتاتا، اخیر کو انہوں نے تنگ ہو کر دل کی بات اگل دی، پھر اس فاحشہ نے فلسطانیوں کو بلا کر پکڑوا دیا، اور اسی جگہ شہید ہوئے"۔

سو اس کے موافق اس پیغمبر کا بارہا زنا کرنا اور جھوٹ بولنا ثابت ہوا، اور شمسون کی نبوت سے عیسائی انکار نہیں کر سکتے، اس لئے کہ نامہ عبرانیہ کے ۱۱ باب میں اس کی صراحت ہے۔

داؤدؑ کی خطائیں

(۲۶) جب داؤد بنی اسرائیل کے بادشاہ شاول سے ڈر کے بھاگے تھے، اس حال

میں سموئیل کی پہلی کتاب کے ۲۱ باب میں یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''ا۔ اور داؤد نبہ میں اخی ملک کاہن کے پاس آیا، اور اخی ملک داؤد کے آنے سے ڈرا، اور بولا تو کیوں تنہا ہے، اور تیرے ساتھ کوئی نہیں۔

۲۔ سو داؤد نے اخی ملک کاہن کو کہا کہ بادشاہ نے مجھے ایک کام کو بھیجا ہے، اور فرمایا ہے کہ یہ کام کہ جو میں نے تجھے کہا ہے کسی پر آشکارا نہ ہووے، اور لوگوں کو میں نے فلانی فلانی جگہ بھیج دیا۔

۳۔ اب بتلا تیرے پاس کچھ ہے، پانچ گردے روٹیوں کے یا جو کچھ حاضر ہو، سو میرے ہاتھ میں دے۔

۶۔ سو کاہن نے تبرک کی روٹی اسے دی الخ۔

۸۔ پھر داؤد نے اخی ملک سے پوچھا، یہاں تیرے قابو میں کوئی نیزہ یا تیغ تو نہیں، کیونکہ میں اپنی تلوار اور اپنے سلاح (ہتھیار) ساتھ نہیں لایا، کہ مجھے بادشاہ کے کام کی جلدی تھی''۔

دیکھو داؤد نے اخی ملک سے جھوٹ پر جھوٹ بولے، اور اس جھوٹ کے سبب اخی ملک نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا، اس کا یہ ثمرہ نکلا کہ اس شہر کے سب مرد عورت بال بچے شاول نے سن کر قتل کروا ڈالے، یہاں تک کہ دودھ پیتے بچوں اور بیلوں اور گدھوں اور بھیڑوں کو بھی یک لخت تلوار سے قتل کرایا، جیسا کہ اسی کتاب کے ۲۲ باب میں تفصیلاً لکھا ہے، اور خود داؤد نے اخی ملک کے ایک بیٹے سے جو اتفاقاً بچ کر نکل بھاگا تھا، اقرار کیا ہے کہ تیرے باپ کے سارے گھرانے کے مارے جانے کا باعث میں ہوا، جیسا کہ اسی ۲۲ باب کے ۲۶ درس میں ہے۔

(۲۷) سموئیل کی دوسری کتاب کے ۱۱ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''۲۔ اور ایک دن شام کو ایسا ہوا کہ داؤد اپنے فرش پر سے اٹھا، اور اپنے قصر کے بام پر ٹہلنے لگا، اور وہاں سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی،

اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔

۳۔ اور داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے کو آدمی بھیجے، سو کہا گیا وہ الیعام کی بیٹی بت شبع حیطانی اوریا کی جورو (بیوی) تھیں۔

۴۔ اور داؤد نے لوگ بھیجے، تا کہ اس عورت کو داؤد (کے) پاس لائیں، چنانچہ وہ اس (کے) پاس آئی، سو وہ اس سے ہمبستر ہوا کہ وہ اپنی ناپاکی سے تازہ پاک ہوئی تھی، اور پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی۔

۵۔ اور اس عورت کو پیٹ رہ گیا، سو اس نے داؤد کو خبر بھیجی کہ مجھے پیٹ رہ گیا۔

۶۔ اور داؤد نے یوآب کو کہلا بھیجا کہ حیطانی اوریا کو میرے پاس بھیج دے، سو یواب نے اوریا کو داؤد (کے) پاس بھیج دیا۔

۸۔ پھر داؤد نے اوریا کو کہا کہ اپنے گھر میں جا الخ۔

۹۔ پر اوریا بادشاہ کے قصر سے نکل کر آستانے پر اپنے خداوند کے خادموں کے ساتھ سو رہا، اور اپنے گھر نہ گیا۔

۱۰۔ اور خبرداروں نے داؤد سے کہا کہ اوریا اپنے گھر نہ گیا، سو داؤد نے اوریا کو کہا: کیا تو سفر سے نہیں آیا، پس تو اپنے گھر کو کیوں نہ گیا؟

۱۱۔ تب اوریا نے داؤد سے کہا کہ صندوق اور بنی اسرائیل اور بنی یہودا خیموں میں رہتے ہیں، اور میرا خداوند، یواب اور میرے خداوند کے خادم کھلے میدان میں پڑے ہوئے ہیں، پس میں کیونکر اپنے گھر جاؤں، کھاؤں اور پیوں اور اپنی جورو کے ساتھ سو رہوں، تیری حیات اور تیری جان کی قسم کہ میں یہ کبھی نہ کروں گا۔

۱۲۔ پھر داؤد نے اوریا کو کہا، کہ آج کے دن بھی یہیں رہ جا، اور کل میں تجھے روانہ کروں گا، سو اوریا اس دن بھی صبح تک اورشلیم میں رہ گیا۔

۱۳۔ تب داؤد نے اسے بلا کے اپنے سامنے کھلایا، اور پلایا، اور اسے

مست کیا، اور شام کو وہ باہر جا کے اپنے خداوند کے خادموں کے ساتھ اپنے بستر پر سورہا، پر اپنے گھر میں نہ گیا۔

۱۴۔ اور صبح کو داؤد نے یواب کے لئے خط لکھ کے اوریا کے ہاتھ میں دیا، اور اسے روانہ کیا۔

۱۵۔ اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریا کو جنگ کی گرمی کے وقت اگاڑی (آگے) کیجو (کرو)، اور اس کے پاس سے پھر آئیو، تا کہ وہ مارا جاوے، اور مقتول ہو۔

۱۶۔ اور ایسا ہوا کہ یواب جو اس شہر کے گرداگرد اترا، تو اس نے اوریا کو ایسے مقام پر چھوڑا جہاں اس نے جانا، کہ جنگی لوگ وہاں ہیں۔

۱۷۔ اور اس شہر کے لوگ نکلے، اور یوآب سے لڑے، اور وہاں داؤد کے خادموں میں سے تھوڑے سے کام آئے، اور حیطانی اوریا بھی مارا گیا۔

۲۶۔ اور اوریا کی جورو (بیوی) اپنے شوہر اوریا کا مرنا سن کر سوگ میں بیٹھی۔

۲۷۔ اور جب سوگ کے دن گذر گئے تو داؤد نے اسے اپنے گھر میں بلوالیا، اور اسے اپنی جورو (بیوی) بنایا، سو وہ اس کے لئے بیٹا جنی، پر داؤد کے اس کام سے یہواہ آزردہ ہوا"۔

اور اسی کتاب کے ۱۲ باب میں اس حرکت پر اللہ تعالیٰ کا عتاب ناثان پیغمبر کی معرفت یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۹۔ سو تو نے کیوں یہواہ خدا کے حکم کی تحقیر کر کے اس کے آگے بدی کی، کہ تو نے حیطانی اوریا کو تیغ سے قتل کروایا، اور اس کی جورو (بیوی) کو لے کے اپنی جورو (بیوی) کیا، اور اس کو بنی عمون کی تلوار سے مرواڈالا۔

۱۴۔ لیکن اس کام کے سبب سے جو تو نے کیا، کہ یہواہ کے دشمنوں کے کفر کا باعث ہوا، یہ لڑکا بھی جو تیرے لئے پیدا ہوگا مر جائے گا۔

۱۵۔ اور ناثان گھر کو گیا، اور یہواہ نے اس لڑکے کو جو اوریا کی جورو (بیوی) سے پیدا ہوا، مارا کہ وہ بیمار پڑا۔

۱۶۔ سوداؤد نے اس لڑکے کے لئے خدا سے عرض کیا، اور روزہ رکھا، اور گھر میں جا کر ساری رات زمین پر پڑا رہا۔

۱۷۔ اور اس کے گھر کے مشائخ اٹھ کے اس (کے) پاس آئے کہ اسے خاک پر سے اٹھادیں، پر وہ راضی نہ ہوا، اور ان کے ساتھ کھانا نہ کھایا۔

۱۸۔ اور ساتویں دن وہ لڑکا مر گیا، الخ"۔

داوُدؑ کی آٹھ خطائیں

اس کے مطابق داوُدؑ نے آٹھ خطائیں کیں:

پہلی تو یہ ہے کہ بیگانی عورت کو حرام کی نظر سے دیکھا، اور فریفتہ ہو کر اسے بلوا بھیجا۔

دوسری یہ ہے کہ اس کے ساتھ زنا کیا، جو حرام قطعی ہے۔

کتاب خروج کے ۲۰ باب کے ۱۳ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"تو خون مت کر، تو زنا مت کر الخ"۔

تیسری یہ کہ زنا بھی ہمسایہ کی بیوی سے کر کے اس کے چھین لینے کا لالچ کیا کہ وہ ایک اور گناہ ہے۔

اسی کتاب کے ۲۰ باب کے ۱۷ درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"تو اپنے ہمسایہ کے گھر کا لالچ مت کر، تو اپنے ہمسایہ کی جورو اور اس کی خدمت کرنے والے اور اس کے بیل اور اس کے گدھے اور کسی چیز کا جو تیرے ہمسائے کی ہے، لالچ مت کر"۔

چوتھی یہ ہے کہ زنا کی حد (سزا) نہ اپنے اوپر اور نہ اس عورت پر جاری کروائی،

حالانکہ کتاب قوانین کے بیسویں باب کے دسویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

''وہ شخص جو دوسرے کی جورو کے ساتھ یا اپنے ہمسایہ کی جورو سے زنا کرے، وہ زنا کرنے والا اور زنا کرنے والی دونوں البتہ قتل کئے جاویں، ان کا خون انہیں پر ہے''۔

کیا یہ توریت کے احکام اور ہی لوگوں کے واسطے تھے۔

پانچویں یہ کہ جب اس حرام سے حمل رہ گیا تو اوریا کو فریب سے جلوا کر چاہا کہ وہ گھر جاوے، لیکن جب وہ دیانت دار گھر نہ گیا، تو اگلے دن اس پر ملامت کی، اس پر جب اس نے کمال دیانت کی راہ سے عذر کر کے قسم کھائی کہ میں نہ جاؤں گا، جب ایک اور فریب کھیلا کہ اسے اپنے سامنے شراب پلا کر مست کیا، کہ شاید مستی کی صورت میں اپنی عورت کا خیال کر کے اس کے پاس جائے، لیکن وہ دیانت دار مستی میں بھی نہ بہکا، اور اس حالت میں بھی اس نے اپنی حلال، نہایت خوبصورت بیوی کا خیال نہ کیا، سبحان اللہ! عوام کا یہ حال اور خدا کے پیغمبروں کا وہ حال کہ لوطؑ نے متوالے ہو کر بڑھاپے میں اپنی بیٹیوں سے زنا کیا، اور اس پیغمبر نے بغیر مستی کے ہوش وحواس کی حالت میں، یہ خراب کام کیے۔

چھٹی یہ کہ جب اس کے مست کرنے سے بھی فائدہ نہ نکلا، اس کے قتل پر کمر باندھی، اور کافروں کی تلوار سے قتل کروا دیا۔

ساتویں یہ ہے کہ جب تک ناثان پیغمبر نے آ کر ملامت نہ کی، تب تک اپنے ان گناہوں کو کچھ گناہ نہ سمجھا۔

کتب مقدسہ کے اردو خلاصہ میں جس کا نام ''مقدس کتاب احوال'' ہے یوں لکھا ہوا ہے:

''ایک بڑی شہوت اس کے دل میں سما گئی، اور از بسکہ آدمی شہوتوں

اندھا بہرا سخت دل ہو جاتا ہے، بادشاہ شہوت سے اوریا نام ایک منصب دار کی جورو (بیوی) پر عاشق ہوا، اور اس نے فوج کے سردار یوآب کو فرمایا، کہ تو اوریا کو لڑائی میں کسی خطرناک جگہ کھڑا کرتا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ سے مارا جائے، اگر چہ اسے یہ یاد کرنا مناسب تھا کہ ساؤل نے ایک بار اسی طور پر اسے ہلاک کرنا چاہا تھا، اور خدا نے اسے بچایا، پر اس لئے کہ شہوت سے اس کے دل کی آنکھیں اندھی ہو گئی تھیں، اور خدا نے اوریا کی ہلاکت ہونے دی تھی، اس کو وہ خیال نہ آیا، بلکہ قریب ایک برس کے اس گناہ سے غافل رہا''۔

(یہاں تک اسی کتاب کی عبارت تھی، جو اسی کے الفاظ سے منقول ہوئی)

دیکھو یہ عیسائی مذہب کا فاضل تعظیم کے کیسے الفاظ داؤد کے حق میں بولتا ہے، اور اقرار کرتا ہے کہ ایک برس کے قریب اس گناہ سے غافل رہا۔

آٹھویں یہ کہ باوجودیکہ ناثان پیغمبر کی معرفت قطعی حکم پہنچ چکا تھا کہ وہ لڑکا حرامی بچہ مرجائے گا، پھر بھی سات دن روزہ رکھا، اور زمین پر پڑے رہے، اور روتے اور دعا کرتے رہے کہ وہ لڑکا جیتا رہے۔

مقدس کتاب کے احوال میں ہے:

''جو کسی کو خبر ہو جاتی ہے کہ اس کی بے لگام شہوتوں کی سزا کے سبب اس کا بیٹا مرجائے گا تو البتہ اسے سخت رنج ہوتا ہے سو داؤد نے سات دن روزہ رکھا، اور روتا اور دعا مانگتا زمین پر پڑا رہا کہ خدا اس لڑکے کو جیتا رکھے''۔

(یہاں تک اس کتاب کی عبارت تھی)

(۲۸) امنون جو حضرت داؤد کا پہلوٹا (۱) بیٹا تھا، اپنی بہن تامار پر عاشق ہوا اور ایسا بے چین ہوا کہ بیمار پڑ گیا، اور جب داؤد ان کے دیکھنے کو گئے تو ان سے درخواست کی

---

(۱) جیسا سموئیل کی دوسری کتاب کے تیسرے باب کے دوسرے درس میں ہے۔ ۱۲ منہ

کہ میری بہن تامار کو حکم کیجئے کہ دو پھلکے اپنے ہاتھ سے پکا کر کھلائے، سو داؤد نے اس کو بھیجا، اور اس نے آ کر سامنے پھلکے پکائے اور قاب میں رکھ کر امنون کے پاس لائی، سو اس حال میں سموئیل کی ۲ کتاب کے ۱۳ باب میں یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۱۰۔ اور امنون نے تامار کو کہا کہ کھانا کوٹھری کے اندر لا کہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں گا، سو تامار نے وہ پھلکے جو اس نے پکائے تھے لئے، اور کوٹھری میں اپنے بھائی امنون کے پاس لائی۔

۱۱۔ اور جب وہ کھانا اس کے سامنے لائی کہ اسے کھلاوے تو اس نے اسے پکڑا اور کہا کہ اے بوا! آمل کے سو رہیں۔

۱۲۔ وہ بولی نہیں! بھیا مجھے رسوا نہ کر کہ اسرائیلیوں میں یہ بات اچھی نہیں، سو تو یہ جہالت کا کام نہ کر۔

۱۴۔ لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی کہ وہ اس سے بہت زور آور تھا، سو اس سے زبردستی کی اور اس کے ساتھ سویا۔

۱۵۔ اور امنون نے اس سے بڑی دشمنی پیدا کی، ایسا کہ جیسا وہ اس پر عاشق تھا اس سے زیادہ اس کا دشمن ہوا، پھر امنون نے کہا: اٹھ، چلی جا۔

۱۷۔ تب امنون نے اپنے ایک چاکر کو بلایا اور اسے کہا کہ اسے میرے گھر سے باہر نکال کے جلد دروازے میں قفل لگا دے۔

۱۸۔ غرض اس کے خادم نے اسے باہر کر دیا، اور اس کے جاتے ہی قفل لگا دیا۔

۲۱۔ اور جب داؤد بادشاہ نے یہ سب باتیں سنیں تو بہت ناخوش ہوا"۔

دیکھو جیسے حضرت یعقوب کے پہلوتے جناب راوبین نے اپنے باپ کی بیوی سے زنا کیا تھا یہاں حضرت داؤد کے پہلوتے نے اپنی کنواری بہن سے زنا کیا، اور لطف یہ ہے کہ زنا کرتے ہی اس کا دشمن بن گیا، سو اس میں امنون کی خطا تو صریح ہے، مگر داؤد کی خطا یہ ہے کہ اس نے زانی اور زانیہ کے ساتھ توریت کے حکم کو نہ برتا، اور

فقط ناخوش ہونے سے مطلب نہیں نکلتا۔

(۲۹) ابیٹالوم ناخلف دوسرے صاحب زادے نے ارادہ کیا کہ اپنے باپ داؤد کو مار کر خود تخت پر بیٹھ جائے اور بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ متفق کرلیا، اور یہ ناخلف پورا رادبین کے دستور پر چلا، بلکہ اس سے بھی بڑھ گیا کہ اپنے باپ کی بیویوں سے سارے بنی اسرائیل کے سامنے کھلم کھلا زنا کیا، جیسا کہ سموئیل کے ۲ کتاب کے ۱۶ باب میں ہے، اور پھر اپنے باپ سے لڑا، اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ بیس ہزار بنی اسرائیل مارے گئے، جیسا کہ اسی کتاب کے ۱۸ باب میں ہے، سوان حرکتوں کی وجہ سے ملعون اور واجب القتل تھا۔

کتاب استثناء کے ۲۷ باب کے ۲۰ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"وہ جو اپنے باپ کی جورو کے ساتھ سووے، اس پر لعنت الخ"۔

اور کتاب قوانین کے بیسویں باب کے ۱۱ درس میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"اور جو شخص کہ اپنے باپ کی جورو سے ہمبستر ہوا، اس نے اپنے باپ کی برہنگی کھولی، البتہ (لازماً) وہ دونوں قتل کیے جاویں، ان کا خون انہیں پر ہے"۔

سوان احکام کے موافق ابیٹالوم ملعون اور واجب القتل تھا، اور وہ سب عورتیں بھی ایسے ہی واجب القتل تھیں، اس کے باوجود حضرت داؤد نے نہ ان عورتوں کو قتل کرایا، اور نہ یہ چاہا کہ باوجود ایسی سخت حرکات کے ابیٹالوم مارا جائے، بلکہ اپنے سپہ سالاروں کو فرماتے تھے کہ میری خاطر جوان ابیٹالوم کے ساتھ نرمی کیجو، اور جب نواب سپہ سالار نے اس حکم کے برخلاف اسے مار ڈالا تو داؤد نے یہ خبر سن کر بہت رنج کیا، اور روتے روتے کہا، ہائے میرے بیٹے ابیٹالوم، ہائے میرے بیٹے ابیٹالوم، کاش کہ تیرے عوض میں مرتا، ہائے ابیٹالوم میرے بیٹے، میرے بیٹے۔

دیکھو ان روایتوں سے جو داؤد کے حال میں ۲۷ سند سے ۲۹ سند تک منقول

ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ داؤد توریت کی حدود جاری کرنے میں بڑے ہی مداہن تھے۔

سلیمانؑ کی خطائیں

(۳۰) کتاب اول سلاطین کے ۱۱ باب کے موافق جن کی نقل پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے اندر دوسری اور تیسری قسم کی مثالوں میں سے ستاسویں (۸۷) مثال کے بیان میں گذری، سلیمان نے چھ خطائیں کی:

سلیمانؑ کی چھ خطائیں

اول

سب سے بڑی خطا یہ ہے کہ بڑھاپے میں بیویوں کے بہکانے سے مرتد اور مشرک بن کر بت پرستی کی، اور بتوں کے حضور بخور جلایا کرتے تھے، اور قربانیاں گذرانا کرتے تھے، حالانکہ توریت میں بت پرستی کی بڑی ہی ممانعت ہے، اور اس کی سزا مارڈالنا اور سنگ ساری ہے، گو وہ بت پرستی کرنے والا شخص بڑے معجزے والا پیغمبر ہی ہو۔

دوم

دوم یہ کہ ان بتوں کے لئے بیت المقدس کی طرح بڑے بڑے عالیشان بت خانے بنوائے، جو یوسیا بادشاہ کے عہد تک جو سلیمان کی پندرہویں پشت سے تھے، قائم تھے، توریت میں تو صدہا جگہ بڑی تاکید سے بت خانوں کے ڈھانے اور توڑنے کا حکم تھا، مگر اس بزرگ پیغمبر نے اس حکم کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی طرف سے بت خانے بنائے۔

سوم

سوم یہ کہ ان عورتوں سے نکاح کیا، جن سے رلنا ملنا بھی جائز نہ تھا، سو یہ نکاح درست نہ ہوا، اور لازم آیا کہ ہزار ہا بار زنا کیا ہو۔

چہارم

چہارم یہ کہ ہزار بیویاں اور حرمیں کیں، حالانکہ توریت میں اس شخص کے واسطے جو بنی اسرائیل کا بادشاہ ہو، بہت بیویاں کرنے کی ممانعت لکھی ہوئی ہے۔

پنجم

پنجم یہ کہ عورتوں کے ساتھ عشق پرستی کی، جو پادریوں کے زعم میں بالکل نبوت کے منافی ہے۔

ششم

ششم یہ کہ نہ اپنے اوپر اور نہ ان عورتوں پر جنہوں نے ورغلایا تھا، بت پرستی کی حد جاری کرائی اور ان کی توبہ بھی پورے عہد عتیق میں کہیں منقول نہیں، اور بڑی دلیل توبہ نہ کرنے کی یہ ہے کہ اگر توبہ کرتے تو وہ بت خانے توریت کے حکم کے موافق ضرور گروا دیتے، اور ان ناجائز عورتوں کو اپنے گھر اور تصرف سے باہر کر دیتے، حالانکہ کوئی بات بھی نہیں کی، اور وہ بت خانے تو ان کی پندرہویں پشت تک قائم تھے، یوسیا بادشاہ جو ان کی پندرہویں پشت میں تھا، اس نے ان کو گرایا ہے، اور ان سب امور کی تشریح پہلی جلد میں گذری۔

اس رسالے میں جس کا نام ''مقدس کتاب کا احوال'' ہے یوں لکھا ہوا ہے:

''اس نے کئی سو عورتیں کیں، جن میں کنعانی ادومی، صیدانی اور مصری

دوسری قوموں کی شہزادیاں تھیں، جنہوں نے اپنے اپنے طریق (طرز) کی بت پرستی یروشلم میں بھی نہ چھوڑی، بلکہ سلیمان کو بھی بت پرستی کی طرف مائل کیا، اسی طرح وہ بادشاہ جو سب سے زیادہ عقلمند تھا، گناہ میں پھنس کر لوگوں کی عبرت اور اس عہد کے جو خدا نے بنی اسرائیل سے کیا تھا توڑنے کا باعث ہوا"۔

(یہاں تک اس رسالے کی عبارت تھی)

سو اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توبہ نہیں کی، ورنہ جیسا داؤد کے حال میں اس زنا سے توبہ کرنے کا حال اس نے لکھا ہے یہاں بھی لکھ دیتا لیکن اس نے نہیں لکھا، بلکہ ان کے حال کو اسی عبارت مذکور پر ختم کر دیا ہے، اور فنڈر صاحب کا توبہ کا دعوی کرنا بالکل غلط ہے۔

ایک پیغمبر کا تبلیغی احکام میں جھوٹ بولنا

(۳۱) سلاطین کی پہلی کتاب کے ۱۳ باب میں ایک پیغمبر کے حال میں (جو بہ حکم ربانی یہوداسے آ کر یوربعام بادشاہ اسرائیل کو اس بات کی خبر دے کر کہ اس مذبح کو جو تو نے بنایا ہے یوسیا بادشاہ جو داؤد کی اولاد سے ہوگا، ڈھاوے گا، اپنے وطن کو پلٹ چلے تھے) یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۱۱۔ اسی وقت بیت ایل میں ایک بوڑھا نبی رہتا تھا سو اس کے بیٹے اس کے پاس آئے، اور ان کاموں کو جو مرد خدا نے اس روز بیت ایل میں کئے، اسے خبر دی اور اس کی ان باتوں کو جو اس نے بادشاہ سے کہیں تھیں، اپنے باپ کے آگے بیان کیا۔

۱۳۔ سو ان کے باپ نے ان سے پوچھا، وہ کس راہ سے گیا تھا، الخ

۱۴۔ اور اس مرد خدا کے پیچھے چلا، سو اسے بطم کے درخت کے تلے بٹھایا، الخ

۱۵۔ تب اس نے اس سے کہا، میرے گھر چل، اور روٹی کھا۔

۱۶۔ وہ بولا: نہ میں تیرے ساتھ رہ سکتا ہوں، اور نہ میں تیرے گھر
جا سکتا ہوں، اور نہ میں تیرے ساتھ اس جگہ روٹی کھاؤں گا، اور نہ پانی پیوں گا۔
۱۷۔ کہ یہواہ کا مجکو یوں حکم ہوا کہ تو وہاں نہ روٹی کھانا، نہ پانی پینا، اور
جس راہ تو جاتا ہے اس راہ سے ہو کر نہ پھرنا۔
۱۸۔ تب اس نے اسے کہا کہ جیسا تو ہے، میں بھی ایک نبی ہوں، اور
یہواہ کے فرمان سے ایک فرشتے نے مجھ کو کہا کہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر میں
پھرا لا، تا کہ وہ روٹی کھاوے اور پانی پیوے، اور اس نے اس سے دغا کیا۔
۱۹۔ سو وہ اس کے ساتھ پھر گیا، اور اس کے گھر میں روٹی کھائی، اور پانی پیا۔
۲۰۔ اور جس وقت وہ دونوں دستر خوان پر بیٹھے تھے، اس وقت ایسا ہوا کہ
یہواہ کا کلام اسی نبی پر جو اسے پھرا لایا تھا، نازل ہوا۔
۲۱۔ اور اس نے اس مردِ خدا کو جو یہوداہ سے آیا تھا چلا کے کہا، اس لئے
کہ تو نے یہواہ کے حکم سے منہ پھیر آیا، اور تو نے اپنے یہواہ کے حکم کو جو اس نے
تجھے کیا تھا یاد نہ رکھا۔
۲۲۔ اور تو پھر آیا، اور تو نے اس ہی جگہ جہاں یہواہ نے تجھے فرمایا تھا کہ
نہ روٹی کھانا، نہ پانی پینا، روٹی بھی کھائی، اور پانی بھی پیا، سو تیری لاش تیرے
باپ دادوں کی قبر میں داخل نہ ہوگی۔
۲۳۔ اور جب وہ روٹی کھا چکا اور پانی پی چکا تو اس نے اپنے گدھے پر
اس نبی کے لئے جسے وہ پھرا لایا تھا، زین باندھا۔
۲۴۔ اور جب وہ روانہ ہوا تو راہ میں اسے ایک شیر ملا، اور اس نے
اسے مار ڈالا، سو اس کی لاش راہ میں پڑی تھی الخ۔
۲۵۔ اور جب ادھر سے لوگوں کا گذر ہوا تب انہوں نے دیکھا کہ لاش
راہ میں پڑی ہے، اور شیر لاش کے پاس کھڑا ہے، سو انہوں نے شہر میں آ کر وہاں
جہاں وہ بوڑھا نبی رہتا تھا، بیان کیا۔

۲۶۔ اور اسی نبی نے جو اسے راہ سے پھرا لایا تھا سن کے کہا الخ۔

۲۸۔ تب وہ گیا الخ۔

۲۹۔ سو اس نبی نے اس مرد خدا کی لاش کو اٹھایا اور گدھے پر ڈالا اور یہ، بوڑھا نبی شہر میں داخل ہوا الخ''۔

سو دیکھو اس جناب بوڑھے پیغمبر نے کہ اس عبارت میں بھی پانچ (۱) جگہ ان کے حق میں نبی کا لفظ بولا گیا ہے، اور اٹھارہویں درس میں خود اسی جناب کا سچی نبوت کا دعوےٰ منقول ہے، اور بیسویں درس میں اس سچی نبوت کی تصدیق موجود ہے، کیسا خدا پر بہتان باندھا کہ ایک جھوٹا حکم خدا کا گھڑ کے دوسرے پیغمبر کو فریب میں لا کر خدا کے غضب میں گرفتار کرا کے مروا ڈالا، سو اس سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب کے نزدیک بنو اسرائیل کے انبیاء جیسے اور گناہ مثلاً زنا اور بت پرستی اور گوسالہ پرستی وغیرہا کیا کرتے تھے، ایسے ہی تبلیغی احکام میں بھی جھوٹ بولا کرتے تھے۔

دیکھو جب الہام والے پیغمبر جھوٹ بولنے سے نہ چوکیں تو غریب جاہلوں کا تو اب کیا ذکر رہا؟

اور اسی رسالے میں جس کا نام ''مقدس کتاب کا احوال'' ہے یوں لکھا ہوا ہے:

''جب وہ مرد خدا کے حکم کو عمل میں لا چکا، تو جلدی سے خدا کے حکم کے موافق اپنے گھر پھرنے لگا، پر ایک بوڑھے نبی نے جو بیت ایل کا رہنے والا تھا اس کا پیچھا کر کے اسے بہکایا، کہ پھر...... وہاں اس کے ساتھ خدا کے حکم کے برخلاف کھانا کھائے سو جب وہ روانہ ہوا، تو راہ میں ایک شیر نے اسے مار ڈالا، پر اس کا گوشت نہ کھایا، بلکہ جب تک بیت ایل کے اسی بوڑھے نبی نے اس بھولے ہوئے نبی کو نہ گاڑا، وہ اور اس کی سواری کا گدھا لاش کے پاس کھڑے رہے''۔

(یہاں تک اس رسالے کی عبارت تھی) سو اس کے نزدیک بھی وہ بوڑھا نبی

(۱) ۱۸ اور ۲۰ درسوں کے علاوہ۔ ۱۲ منہ

پیغمبر تھا، مگر تعجب ہے کہ وہ مردِ خدا تو اس نافرمانی پر مارا گیا اور اس بوڑھے نبی کا اس اتنی بڑی خطا پر بال بھی بیکا نہ ہوا، اور اب یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ جو پادری فنڈر صاحب ''میزان الحق'' میں یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۵۰ء):

''نبی کے حق میں ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ نبی وحواری اگرچہ اور امور میں قابل سہو ونسیان ہوتے ہیں، لیکن تبلیغ وتحریر میں معصوم ہیں''۔

بالکل غلط ہے، اس لئے کہ تبلیغ میں تو قصداً جھوٹ بولنا جو سہو اور نسیان سے بڑھ کر ہے، ان سے ابھی ثابت ہوا۔

اور سہو اور نسیان کا بیان تفصیل سے دسویں ہدایت کے اندر گذرا۔

ایک پیغمبر کا خدا کے حکم سے جھوٹ بولنا

(۳۲) جب بادشاہ اسرائیل احارب نے اسوریہ کے بادشاہ پر فتح پاکر اس کی اور اس کے لشکر کی جان بخشی کردی تھی، اس حال میں سلاطین کی پہلی کتاب کے بیسویں باب میں یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''۳۵۔ اس وقت نبی زادوں میں سے ایک نے یہواہ کے حکم کے مطابق اپنے یار سے کہا، مجھے مار لیجئے سو اس کے یار نے اس کے مارنے سے انکار کیا۔

۳۶۔ تب اس نے ایک دوسرے کو جو اسے ملا، کہا مجھے مار لیجئے، اس نے اسے مارا، اور اس نے اسے زخمی کیا۔

۳۷۔ تب وہ نبی چلا گیا اور راہ میں بادشاہ کی راہ دیکھنے لگا، اور اپنے منہ پر راکھ مل کے (اپنے) آپ کو بدل ڈالا۔

۳۸۔ اور جوں ہی بادشاہ ادھر سے گذرا توں ہی وہ بادشاہ کے آگے چلا یا اور کہا کہ تیرا خادم جنگ گاہ میں گیا تھا، اور ناگاہ ایک شخص ایک طرف گیا، اور اپنے ساتھ ایک شخص کو مجھ پاس (میرے پاس) لے آیا، اور اسے کہا کہ اس کو

جانے مت دے، اور اگر یہ جاتا رہے گا تو اس کے بدلے تیری جان جائے گی، اور نہیں تو ایک قنطار سونا دے گا۔

۳۹۔ اور جس وقت تیرا خادم گھبرا رہا تھا اس وقت وہ جاتا رہا، سو شاہ اسرائیل نے اسے (اس سے) کہا، تیرا ہی فیصلہ ہے تو نے آپ اپنا انصاف کیا۔

۴۰۔ پھر اس نے پھرتی کر کے اپنے منہ کی راکھ پونچھی، تب شاہ اسرائیل نے اسے پہنچانا کہ وہ نبیوں میں سے ایک ہے۔

۴۱۔ تب اس نے اسے کہا، یہواہ یوں فرماتا ہے، چونکہ کہ تو نے اپنے ہاتھ سے ایک شخص کو چھوڑ دیا، جسے میں نے واجب القتل کیا تھا، سو اس کے بدلے تیری جان جائے گی، اور تیرا لشکر اس کے لشکر کے بدلے ہوگا"۔

میں کہتا ہوں: اس پیغمبر نے بھی جھوٹ بولا، کیونکہ یہ قول کہ "ناگاہ ایک شخص ایک طرف گیا الخ" بالکل جھوٹ ہے، اور جو اس پیغمبر نے اتنا اہتمام کیا کہ اپنے آپ کو زخمی کرایا، اور منہ پر خاک مل کر اپنا روپ بدلا، تو شاید یوں ہو کہ یہواہ ہی نے اس طرح پر حکم کی تبلیغ کا حکم دیا ہو، سو اس صورت میں یہ جھوٹ بولنا خدا کے حکم سے تھا۔

میخا پیغمبر کا جھوٹ بولنا اور جھوٹ بولنے کی عادت ہونا

(۴۳) جب اسرائیل کا پادشاہ اور یہواہ کا بادشاہ اسوری بادشاہ کی لڑائی پر متفق ہوئے اور چار سو جھوٹے پیغمبروں نے کہا کہ فتح پاؤ گے، اس پر بادشاہ یہودا نے پورا اعتماد نہ کر کے اسرائیل کے بادشاہ سے میخا پیغمبر کو بلوایا۔

اس حال میں سلاطین کی پہلی کتاب کے ۲۲ باب میں یوں لکھا ہوا ہے:

"۱۵۔ سو وہ شاہ پاس آیا تب شاہ نے اسے فرمایا: میخا ہم لڑنے کو راموث جلعاد پر چڑھیں، یا موقوف کریں؟ اس نے جواب میں کہا جا اور کامیاب ہو کہ یہواہ اسے شاہ کے قبضے میں کر دے گا۔

۱۶۔ پھر شاہ نے اس سے کہا کہ میں کہاں تک تجھے قسم دیا کروں کہ تو مجھ سے کچھ نہ کہے، مگر یہواہ کے نام سے وہی جو سچ ہے۔

۱۷۔ تب وہ بولا: میں نے سارے بنی اسرائیل کو ان گوسپندوں (بکریوں) کے مانند جو بے چوپان ہوں (بغیر چرواہے کے ہوں) پہاڑوں پر بھٹکتے دیکھا، اور یہواہ نے فرمایا کہ ان کا کوئی آقا نہیں، سو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے گھر سلامت چلا جاوے"۔

اس کے موافق میخا پیغمبر نے اول بار صریح جھوٹ بولا، اور سولھویں درس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا جھوٹ بولنا تو میخا پیغمبر کی عادت تھی۔

یرمیاؑ کا جھوٹ بولنا

(۳۴) یرمیا کی کتاب کے ۳۸ باب میں ہے کہ صدقیا بادشاہ کے حکم کے موافق یرمیا نے جھوٹ بولا۔

اب چونکہ ایسی باتوں کے لکھنے میں طول ہوا، اس لئے ان انبیاء کے ذکر کو جو توریت کے معتقد تھے، ایک اور عجیب الشان پیغمبر کے ذکر پر ختم کردیتا ہوں

شاول کی خطائیں

(۳۵) بنی اسرائیل کے بادشاہ شاول کے حال میں جسے خدا نے پسند کر کے سب سے پہلے بنی اسرائیل پر بادشاہ کیا تھا اور پھر اس کے افعال بد سے اللہ تعالیٰ بہت پچھتائے تھے۔(۱)

سموئیل کی پہلی کتاب کے دسویں باب میں یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۱۰ اور جب وہ اس کوہ کی سمت کو آئے تو نبیوں کا گروہ ان سے دوچار ہوا، اور خدا کی روح اس پر چڑھی، اور اس نے بھی ان کے درمیان پیشین گوئی کی۔

(۱) اور پچھتانے کا حال سموئیل کی پہلی کتاب کے پندرہ باب ۱۰ و ۳۵ درس میں ہے۔۱۲

۱۱ اور اس کے اگلے جان پہچانوں نے جو یہ دیکھا کہ وہ نبیوں کے درمیان پیشین گوئی کرتا ہے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ قیس کے بیٹے کو کیا ہوا؟ کیا شاول بھی نبیوں کے درمیان ہے؟

۱۲۔ اور ایک نے ان میں سے جواب دیا اور کہا کہ ان کا باپ کون ہے؟ تب ہی سے یہ مثل چلی، کیا شاول بھی نبیوں میں ہے۔

۱۳۔ سو جب وہ پیشن گوئی کر چکا تو اونچے مکان میں آیا"۔

پھر اسی کتاب کے ۱۱ باب کے ۶ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"اور جوں ہی شاول نے یہ سندیسے (پیغام)(۱) سنے، توں ہی خدا کی روح اس پر چڑھی، اور اس کا غصہ بے طرح (بے حد) بھڑکا"۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاول پر روح القدس کا فیضان تھا، اور خدا کی روح اس پر نازل ہوتی تھی، اور وہ پیشین گوئی بھی کیا کرتا تھا۔

اور اسی کتاب کے ۱۶ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۱۴۔ یہواہ کی روح شاول پر سے چلی گئی، اور یہواہ کے حکم سے ایک بری روح اسے ستانے لگی۔

۲۳۔ اور ایسا ہوا کہ جب خدا کی روح شاول پر چڑھتی تھی، تو داؤد بربط ہاتھ سے بجاتا تھا، اور شاول خوش وقت ہوتا تھا، اور راحت پاتا تھا، اور شریر روح اس پر سے اترتی تھی"۔

اور یہ جملہ "جب خدا کی روح شاول پر چڑھتی تھی" ترجمہ اردو ۱۸۴۲ء میں یوں ہے:

"جب خدا کی روح شاول پر چڑھتی تھی"۔

اور ترجمہ فارسی ۱۸۳۸ء میں یوں ہے:

---

(۱) یعنی ناحاش بادشاہ بلخیس کے یہودیوں پر چڑھ آیا ہے، اور بڑے ظلم کا ارادہ رکھا ہے۔ ۱۲ منہ"

"روح کثیف از طرف خدا بر شاول نازل می شود"۔

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

ایک یہ کہ شاول نبوت کے بعد اس درجے سے گرایا گیا، اور شریر روح اس پر مسلط ہوئی، اور داؤد کے ستار بجانے سے وہ روح اتر جاتی تھی، سو معلوم ہوا کہ نبی نبوت کے بعد اس مرتبہ سے کبھی گرایا بھی جاتا ہے۔

دوسری یہ کہ جس لفظ کا ترجمہ اردو کے مترجموں نے روح خدا کے ساتھ کیا، مترجم فارسی نے شریر روح کے ساتھ کیا۔

تو اب معلوم ہوا کہ روح خدا کا اطلاق شریر اور شیطانی روح پر بھی کتب مقدسہ کے موافق صحیح ہے۔

پھر اسی کتاب کے ۱۹ اباب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۲۳ تب وہ رامہ کے نایوث کی طرف چلا، اور خدا کی روح اس پر بھی آچڑھی، اور وہ چلتا گیا، اور پیشن گوئی کرتا گیا، یہاں تک کہ رامہ کے نایوث میں پہنچا۔

۲۴ اور اس نے بھی اپنے کپڑے اتار پھینکے، اور سموئیل کے آگے اس نے بھی پیشین گوئی کی، اور اس سارے دن ساری رات ننگا پڑا رہا، اسی لئے یہ مثل ہوئی، کیا شاول بھی نبیوں میں ہے"۔

دیکھو اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے مرتبہ سے گرائے جانے کے بعد شاول پھر نبوت کے عہدے پر سرفراز ہوا، اور روح القدس کا نزول اس پر پھر اس زور شور کا ہوا کہ اس نے کپڑے بھی اتار پھینکے، اور سارے دن اور ساری رات ننگا پڑا رہا، اور پیشین گوئی کی بھی پھر طاقت ملی، تو یہ شاول صاحب الہام، روح رحمانی اور شیطانی کا جامع تھا، اور اس پر بارہا حضرت داؤد نے خدا کے مسیح کا اطلاق کیا ہے، جیسا کہ سموئیل کی پہلی کتاب کے ۲۴ و ۲۶ باب اور دوسری کتاب کے پہلے باب میں تصریح

ہے، اور اس پیغمبر جامع روح رحمانی و شیطانی اور خدا کے مسیح نے جو شرارتیں کی ہیں، اہل کتاب کو خوب معلوم ہے، اور سموئیل کی پہلی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔

اس رسالے میں جس کا نام کتاب مقدس کا احوال ہے یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۴۷ء صفحہ ۹۰):

''جب وہ عمالیقوں پر غالب ہوا، اس نے خدا کے حکم کے برخلاف آدمی اور جانور جیتے رکھے (یعنی انہیں قتل نہیں کیا)''۔

(صفحہ ۹۱):

''اس وقت سے ساول کی سرکشی اور بے آرامی دم بدم بڑھتی گئی، اور خدا کا روح اس سے جدا ہوا''۔

پھر اسی صفحہ اور صفحہ ۹۲ میں ہے:

''تب سموئیل نے تیل کا سینگ لے کے داؤد کو اس کے بھائیوں کے درمیان ممسوح کیا، اور خداوند کا روح اسی دن سے داؤد پر اترتا، پر ساول سے جدا ہوتا رہا، اور وہ نہایت بے آرام ہوا''۔

(صفحہ ۹۲):

''جب ساول اپنی بے آرامی کے سبب کسی شخص کو ڈھونڈتا تھا کہ جس وقت شریر روح اسے ستاوے تو وہ اس کے آگے بربط بجا کے اور گیت گا کے اسے خوش کرے، تب لوگوں نے اسے یسی کے بیٹے کی خبر دی''۔

(صفحہ ۹۶):

''یہ نامور بادشاہ روح القدس کے جدا ہونے کے بعد یہاں تک خراب ہو گیا، کہ اس نے کاہنوں کا تمام شہر برباد اور مردوں اور عورتوں اور لڑکوں کو قتل کیا''۔

حواریوں کا حال

یہاں تک تو ان انبیاء کا حال تھا، جو توریت کے معتقد تھے، اب حواریوں کا حال سنئے، جو عیسائیوں کے زعم میں موسیٰ سے افضل ہیں، لیکن چونکہ یہ حال تفصیل سے پہلی جلد کے اندر پہلے سوال کے جواب میں گذر چکا ہے اس لئے یہاں مجمل طور پر لکھوں گا۔

(۳۶) اس زمانے میں مروج انجیل کے موافق یہود الیش کریوتی جناب مسیح کا رسول جو عیسائیوں کے زعم کے موافق رسول اللہ بھی ٹھہرا، اور برگزیدہ حواری اور صاحب کرامات اور روح القدس سے مستفیض تھا، اس نے فقط تیس روپے کے لالچ سے بے ایمان ہو کر جناب مسیح کو پکڑوادیا، پھر خود اپنے ہاتھ سے پھانسی کھا کر حرام موت مر گیا، اور یوحنا حواری کی گواہی کے موافق وہ چور تھا، اور تھیلی ساتھ رکھا کرتا تھا، اور جو کچھ اس میں پڑتا تھا لے جاتا تھا۔

دیکھو یہ ایک رسول اللہ، انجیل کا معتقد، کیا ہی عجیب الشان تھا۔

(۳۷) جناب پطرس حواریوں کے سردار کا حال سنئے کہ جن کی جلالتِ شان یہ ہے کہ اس مروج انجیل کے موافق جناب مسیح کے کلیسے کی بنیاد اور ان کے عاشق اور نائب اور آسمان کی بادشاہت کی کنجیوں کے مالک تھے، اور تقدیر ربانی گویا ان کی محکوم تھی، اور اب تک ان کی جلالتِ شان مسلم ہے۔

اول

اول تو انہوں نے جناب مسیح کے قول کی کئی بار تکذیب کی، باوجود یکہ دوسری بار میں جناب مسیح نے تاکیداً فرمایا تھا کہ ”تو آج مرغ کی بانگ دینے سے آگے (یعنی پہلے) تین بار میرا انکار کرے گا“ پھر بھی بار بار کہے چلے جاتے تھے کہ کبھی انکار نہ

کروں گا، گو مارا جاؤں۔

دوم

دوم یہ کہ باجود اس بڑے بول کے جناب مسیح کے گرفتار ہوتے ہی اڑ گئے۔

سوم

سوم یہ کہ جھوٹی قسم کھا کے کہا کہ: میں اس شخص یعنی جناب مسیح کو نہیں جانتا۔

چہارم

چہارم یہ کہ پھر قسمیں کھا کے اور لعنت کر کے کہنا شروع کیا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔

پنجم

پنجم یہ کہ گرفتاری کی رات میں باوجودیکہ جناب مسیح بہت ہی غمگین تھے، اور ان سے شکایت کر کے فرمایا تھا کہ اے شمعون! پطرس تو سوتا ہے، کیا تو ایک گھڑی نہ جاگ سکا، تب بھی نہ جاگے، بلکہ سو رہے، اور جناب مسیح نے ان کو شیطان اور اپنا مخالف اور ٹھوکر کھلانے والا پتھر اور خدا کی باتوں کا خیال نہ رکھنے والا اور الٰہیات کی سرشت سے بے نصیب فرمایا ہے۔

اور جناب پولوس نے ان کو خصوصاً اور برنباہ اور دوسرے مسیحیوں کو عموماً ریاکار اور مکار کہا ہے، اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ انجیل کے موافق راہ راست پر نہیں چلتے، اور پطرس انجیل کے برخلاف غیر ملکیوں کو تکلیف دیتا ہے کہ یہودیوں کے طریقہ پر چلیں، اور دسویں ہدایت کے اندر گذرا کہ:

”جان کالون فرقۂ پروٹسٹنٹ کا پیشوا کہتا تھا کہ پطرس نے کلیسے میں

بدعت بڑھائی، اور عیسائیت کی آزادی کو خطرہ میں ڈالا اور توفیق عیسوی کو دور پھینکا"۔

اور ڈاکٹر گوڈ کہتا تھا:

"کہ پطرس نے روح القدس کے نزول کے بعد ایمان میں غلطی کی ہے"۔

(۳۸) جناب مسیح کے بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حواریوں اور جناب مسیح کے دوسرے مریدوں کو رائی کے دانہ کے برابر ایمان نہ تھا، اور نماز، روزہ ادا نہیں کرتے تھے۔

(۳۹) سب کے سب نامرد اور بے وفا تھے کہ جناب مسیح کی گرفتاری کے وقت ان کو تن تنہا چھوڑ کر سب اڑ گئے، اور ایسے کم محبت تھے کہ جان دینے کا تو کیا ذکر، گرفتاری کی رات میں باوجودیکہ جناب مسیح بہت ہی بے چین اور غمگین تھے جاگتے بھی نہ رہے، اور سو گئے، اور جناب مسیح نے پہلی بار جگا کر سب سے عموماً اور جناب پطرس سے خصوصاً شکایت کے طور یوں فرمایا تھا کہ "کیا تم ایک گھڑی میرے ساتھ نہ جاگ سکے، اور اے شمعون تو سوتا ہے، کیا تو ایک گھڑی نہ جاگ سکا" اور اس شکایت کا کچھ خیال نہ کیا، پھر سو رہے، دوسری بار جناب مسیح نے پھر جگایا، پھر سو رہے، تیسری بار میں دق ہو کر فرمایا، کیا تم اب بھی سوتے ہو، اور آرام کرتے ہو، پس وقت آ پہنچا ہے۔

دیکھو دنیاداروں کا یہ حال ہے کہ اگر ان کے کسی پیارے کو بے چینی ہوتی ہے تو وہ بے چین ہو کر گھبرا پڑتے ہیں، اور نیند ان کی آنکھوں سے اڑ جاتی ہے، ان کو اگر محبت ہوتی تو کیسے نیند آتی، اور تقیہ برتتے گئے، جو پادریوں کے نزدیک بے ایمانی کی علامت ہے، اور جناب مسیح کے عروج کے وقت تک ان کے ساتھ رہنے، اور ایمان لانے کا یہ سبب تھا کہ ان کو امید تھی کہ ہم کو دنیا کی سلطنت ملے گی، اور جب جناب مسیح مصلوب ہوئے تو سب کے سب بالکل مایوس ہو گئے، مگر جب پھر ملے تو پھر اسی پرانی آرزو نے غلبہ کیا، اور وہی خیال پھر دل میں جما، یہاں تک کہ جناب مسیح کے عروج کے

وقت جو ایک اضطراب اور جدائی کا وقت تھا اس کے سوا اور کچھ نہ پوچھا کہ اے خداوند کیا تو اسی وقت بنی اسرائیل کی بادشاہت پر مقرر کرتا ہے، اور عروج کے بعد اگر چہ کچھ ہوش میں آئے لیکن یہ خیال دل میں خوب جم گیا تھا کہ ہمارے ہی طبقے کے لوگوں کی زندگی میں جناب مسیح کا نزول ہو جائے گا، اور جو ہم لوگوں میں سے زندہ رہے گا بدلیوں پر چڑھ کر ان کے استقبال کو جائے گا، اور یوحنا تو یقیناً اس وقت تک زندہ رہے گا، سو اس خیال کے موافق غالب یہی ہے کہ اس تخت نشینی کی امید دل سے نہ گئی تھی، اور یہی امید رہی تھی کہ عنقریب جب نزول ہو جائے گا، تو تھوڑے ہی عرصے کے بعد ان بارہ تختوں کے جن کا مسیح نے وعدہ کیا ہے مالک بن بیٹھیں گے۔

دیکھو ان کی مقدس کتابوں کے مطابق کوئی عیب باقی نہ رہا، جو انبیاء کے سر نہ لگا، کیا بت پرستی کرنا، اور کیا بتخانہ بنانا، اور کیا زنا کرنا، اور کیا چوری کرنا، اور کیا جھوٹ بولنا، کیا تبلیغی احکام میں اور کیا اور معاملات میں، اور کیا جھوٹی قسمیں کھانا، اور کیا قتل، اور کیا اور، سو اب غور کرنے کا مقام ہے کہ سب ایسی برائیاں انبیاء پر تجویز کرنی اور رسالت کے فائدے کو خاک دھول میں ملانا اور اسی طرح کے اور قبائح اور الزامات (۱) کا تسلیم کرنا اور ان کتابوں کو الہامی اور غیر محرف کہے جانا کیسی بے انصافی کی بات ہے۔

حاشا وکلا انبیاء کی ہر گز ہر گز یہ شان نہیں کہ وہ بت پرستی کریں، یا بت خانہ بنوائیں، یا تبلیغی احکام میں جھوٹ بولیں، یا اپنی بیٹیوں سے خراب ہو جائیں، یا اور اس قسم کے برے کام کریں، بلکہ یقیناً ایسے ایسے جھوٹے قصے یہودیوں اور صلیب پرستوں نے بنائے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کا دامن ایسے برے کاموں سے پاک ہے، اللہ ہم کو ایسے برے عقائد سے پناہ میں رکھے، اور اپنے انبیاء کے طفیل ہمارا خاتمہ خیر پر کرے، اور قیامت میں

---

(۱) جن میں سے بعض بعض کی تصریح پہلی جلد اور اس جلد کے اندر گزری۔ ۱۲ منہ

اپنے برگزیدہ بندوں کے گروہ میں اٹھاوے آمین آمین۔

دوسری قسم

(معجزہ اور کرامت نہ نبوت کی دلیل ہے نہ ایمان کی)

دوسری قسم اس بات کے بیان میں کہ معجزے اور کرامت کا صدور نبوت کی دلیل بلکہ ایمان کی بھی دلیل نہیں۔

(۱) متی کی انجیل کے ۷ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''۲۲۔ بہتیرے مجھے اس دن کہیں گے: اے خداوند، اے خداوند! ہم نے تیرے نام سے کیا نبوت کی بات نہیں کہی؟ اور تیرے نام لیووں کو نہیں بہکایا؟ اور تیرے نام سے بہت سی کرامتیں ظاہر نہیں کیں؟

۲۳۔ تب میں انہیں بھی جواب دوں گا: اے بدکارو! میرے پاس سے دور ہو، میں تمہیں کبھی نہیں جانتا''۔

اس میں حضرت مسیح نے ایسا صاف فرمادیا کہ پھر اس امر میں کسی طرح کا اشتباہ نہیں رہا۔

تفسیر ہنری واسکاٹ میں ہے:

''معجزوں والا ایمان اس ایمان کے بغیر جو نجات کا وسیلہ ہے، اور اس

کے جو بغیر عشق اور اطاعت سے کام کرتا ہے ممکن ہے کہ پایا جائے، اور ہر طرح کی زبان بولنے اور مریضوں کو شفا بخشنے کی قدرت دنیا میں مقبول کرتی ہے، لیکن خدا کے نزدیک پاکیزگی مقبول ہے، اور خدا کا فضل اس آدمی کو جس سے کرامت کا صدور نہ ہو، آسمان پر لے جائے گا، اور معجزہ بغیر فضل کے آسمان پر نہیں لے جاتا، اور کرامتیں اب موقوف ہو گئیں، ان کے ساتھ یہ عذر بھی موقوف ہوا"۔

(یہاں تک مفسروں کا کلام تھا)

سو اس میں صاف اقرار ہے، مگر یہ قول "اور کرامتیں اب موقوف ہو گئیں الخ" غلط ہے، اس لئے کہ اس انجیل کے موافق کرامت کا صدور جھوٹوں سے قیامت تک ہوتا رہے گا۔

(۲) متی کی انجیل کے چوبیسویں باب کے ۲۴ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے اور ایسے بڑے معجزے اور کرامتیں دکھلاویں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو وہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے"۔

(۳) تھسلنیکیوں کے دوسرے نامہ کے دوسرے باب کے ۹ درس میں دجال کے حال میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"اس کا آنا شیطان کے کئے سے کامل قدرت اور جھوٹے عجائب و غرائب کے ساتھ ہوگا"۔

(نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۲ء):

"اور اس کا آنا شیطان کے کارگر ہونے کے مطابق ہر طرح کی قدرت اور جھوٹے عجائب و غرائب سے (ہوگا)"۔

(فارسیہ ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"ظہورش از عمل شیطان با ہر قسم معجزہ و عجائب و غرائب کاذب می باشد"۔

(۴) مشاہدات کے ۱۳ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"۱۳۔ اور بڑے عجائب ظاہر کئے، یہاں تک کہ آدمیوں کی نظر میں آسمان سے زمین پر آگ برسائی۔

۱۴۔ اور جن معجزوں کو اس حیوان کے سامنے دکھانے کی قدرت اسے دی گئی تھی، ان سے زمین کے رہنے والوں کو دغا دیا الخ"۔

(۵) یہودا الیش کریوتی جس کا ذکر پہلی قسم میں گذرا پطرس حواری کی طرح بیماروں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنے اور مردوں کے جلانے اور دیووں کے نکالنے کی قدرت رکھتا تھا۔

(۶) شاول بھی پیشین گوئی کرتا تھا جو معجزے کی بڑی قسم ہے، اور اس کا ذکر بھی اوپر گذرا۔

(۷) توریت کے مطابق ساحروں نے حضرت موسیٰ کے کئی معجزات کے مقابل ویسا ہی کر دکھایا تھا۔

(۸) عہد عتیق اور عہد جدید کے مطابق جن کے آشنا کو غیب کی بات بتلا دینے کی طاقت ہوتی ہے، اور یہ بھی طاقت ہوتی تھی کہ ایک زمانہ پہلے مرے ہوئے شخص کو زندہ کر کے بلا لیں۔

(۹) یوسفیس مؤرخ کی تحریر کے موافق سلیمان نے ایسے منتر اور اعمال بنائے تھے کہ ان سے بیماریوں کی تخفیف ہوتی تھی، اور جنات دور ہو جاتے تھے، اور وہی مؤرخ لکھتا ہے کہ:

"میرے عہد تک وہ عمل خوب جاری رہے"۔

اور آخر کی ان تین باتوں کی صراحت پہلی جلد کے اندر پہلے سوال کے جواب میں گذری۔

بارہویں ہدایت

بعض ترجموں اور جناب مسیح اور حواریوں کی گواہی اور بعض پرانے نسخوں کے بیان میں، اور اس بات کے بیان میں کہ میری رائے اس عہد عتیق اور جدید کی نسبت کیا ہے۔

اور اس ہدایت کو چار قسم کر کے پہلی قسم میں بعض ترجموں کا حال اور دوسری قسم میں بعض پرانے نسخوں کا حال اور تیسری قسم میں جناب مسیح اور حواریوں کی گواہی کا حال اور چوتھی قسم میں اپنی رائے کو لکھوں گا۔

پہلی قسم

(بعض ترجموں کے حال کے بیان میں)

پہلا ترجمہ جو قدیم اور بڑا معتبر ہے، ترجمہ سپٹو اجنٹ ہے، اور اس کے خزانے کا حال دوسری ہدایت کے اندر گذرا۔

دوسرے وہ بہت سے ترجمے جو لاطینی زبان میں تھے، جو جیروم سے پہلے کئے تھے، اور ان کا یہ حال تھا کہ ان میں سے بعض پرلے درجے کے محرف تھے، اور ان کے بعض مقامات خود انہیں کے بعض دوسرے مقامات سے ٹکراتے تھے، جیسا کہ جیروم فریاد کرتا ہے، اور اس امر کی آدم کلارک مفسر نے اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں مقدمہ کے اندر تصریح کی ہے۔

تیسرے وہ بہت سے یونانی ترجمے جو سپٹو اجنٹ کے علاوہ تھے، اور جیروم سے پہلے ۴۰۰ء کے قریب پائے جاتے تھے، اور ان کا حال یہ تھا کہ خراب اور ایک دوسرے سے مختلف تھے، جیسا کہ اس انگریز مؤرخ کی تحریر سے جس کی نقل دوسری ہدایت میں گذری معلوم ہوا ہے۔

چوتھا مشہور لاطینی ترجمہ ہے جو کیتھولک مذہب کے دین و ایمان کا مدار ہے، اور اس کی خرابی کا حال چوتھی ہدایت کی چودھویں وجہ میں گذرا۔

پانچواں ترجمہ یونانی ارازمس کا ہے جو ۱۵۱۶ء میں تیار ہوا، اور اس کا حال یہ ہے کہ پندرھویں صدی تک انگلستان میں یونانی زبان کا کچھ چرچا نہ تھا، لیکن جب ۱۴۵۳ء میں اہل اسلام نے شہر قسطنطنیہ کو فتح کر لیا، تو اس وقت اہل یونان یورپ کے

مختلف ملکوں کی طرف چلے گئے، اور کچھ انگلستان میں بھی آئے۔

اور ۱۵۱۶ء میں یونانی علم کی انگلستان میں تعلیم شروع ہوئی، تو پھر اس زبان کا چرچا یہاں بھی شروع ہوگیا، اور ارازمس نے اپنا ترجمہ تیار کیا۔

ولیم کارپنٹر جو پروٹسٹنٹ فرقہ کا ایک بڑا عالم ہے کہتا ہے کہ:

"اول اول جونسخہ یونانی نکلا وہ نسخہ ارازمس کا ہے، جو ۱۵۱۶ء میں تیار ہوا، اور جن نسخوں سے اس نے وہ نسخہ بنایا، وہ صرف چار ہی نسخے تھے، اور ان میں سے بھی تین نسخے جن کو وہ بہت استعمال کرتا تھا پورے نہ تھے، بلکہ ان میں صرف عہد جدید کی کتابوں کے جزء تھے، اور کچھ معتبر بھی نہ تھے، اور وہ بعض یونانی مرشدوں کے کلام سے اور لاطینی ترجمہ سے صحیح کرتا تھا، اور اگر کسی جگہ میں مطلب نہ کھلتا تو اپنے خیال کے موافق صحیح کر دیتا تھا، اور اس مصالح کی حالت (یعنی نسخوں کی ایسی قلت اور خرابی) سے جو ارازمس کے پاس تھا، یہ ظاہر ہے کہ وہ گو کیسا ہی فاضل ذہین ہو اس کا نسخہ بہت بہتر نہیں ہوسکتا، اور اس نے پچھلے طبقوں میں بہت سی تبدیلیاں کیں، گو ان میں بہت اچھی بھی تھیں، لیکن اس کے اصل نسخے میں فرق نہیں ہوا"۔

(یہاں تک ولیم کارپنٹر کا کلام تھا)

سو دیکھو ولیم کارپنٹر کے اقرار کے مطابق یہ ترجمہ بھی خراب ہی تھا۔

چھٹا ترجمہ

چھٹا انگریزی ترجمہ ٹنڈیل کا ہے جس کو ٹنڈیل صاحب نے ارازمس کے ترجمہ کے اس نسخے سے جو تیسری بار چھپا تھا بنایا ہے، اور جب اس کی اصل کا وہ حال ہے جو اوپر گذرا تو اب اس فرع کا حال کیا پوچھنا چاہئے۔

بشپ ٹونسٹل نے اس ترجمہ میں سے صرف عہد جدید کے ترجمہ کے اندر

دو ہزار خرابیاں نکالیں تھیں، اور اڈورڈ ششم کے وقت غلطی کا الزام لگا کر اس کے سب نسخے جلائے گئے"۔

(یہاں تک وارڈ کی کتاب سے منقول ہوا)

اور واٹسن اپنی کتاب کی تیسری جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۷۹۱ء):

"جب وکلف کے ترجمے کے جلادینے کا حکم نکل چکا تب بٹلر نے ۱۴۱۰ء میں ایک کتاب لکھی، اور ۱۴۲۸ء میں ایک کونسل بیٹھی، اور اس کے حکم سے وکلف کی ہڈیاں نکال کر جلائیں، اور دریا میں بہائی گئیں، اور ۱۵۲۶ء میں ولسی کارڈنل اور دوسرے بشپ لوگوں نے حکم کیا کہ ٹنڈیل کا ترجمہ نہ پڑھا جائے، اور ممانعت کے واسطے اس مضمون کا اشتہار اپنے اپنے علاقوں میں جاری کیا کہ لوتھر کے بعض پیروؤں نے غلط ترجمہ کیا ہے، اور خدا کے کلام کو جھوٹے ترجمے اور الحادی حاشیوں سے خراب کیا ہے، اس لئے وہ ترجمہ جس کے پاس ہو تیس (۳۰) دن کے اندر واکر جنرل کے پاس حاضر کردے، ورنہ کلیسا سے نکالا جائے گا اور بدعتی ہونے کی تہمت اسے لگے گی" اور اسی سال لندن کے بشپ ٹونسٹل اور ٹامس مور نے عنقریب (یعنی تقریباً) تمام نسخے پال کے کراس میں جلادیے، اور ۱۵۲۹ء میں ٹونسٹل نے اسٹن پیکنن سوداگر کی معرفت اس ترجمہ کے نسخے خرید کر کے مقام چیپ سائڈ میں علانیہ جلادیے، اس کے بعد جب ٹنڈیل نے نظر ثانی کر کے پھر دوبارہ ۱۵۳۰ء میں طبع کرایا، اور اپنے بھائی جان ٹنڈل اور دوسروں کی معرفت اس کو پوشیدہ پوشیدہ پھیلایا اس پر بشپ لندن نے ان پھیلانے والوں کو طلب کیا، اور تشہیر کر کے انہیں کے ہاتھ سے سب نسخوں کو چیپ سائڈ کے اندر جلوادیا، اور اٹھارہ ہزار آٹھ سو چالیس پونڈ اور دس پنس ان پر جرمانہ ہوا، (جس کے ہمارے ملک کے رواج کے موافق ایک لاکھ اٹھاسی ہزار چار سو روپیہ اور ساڑھے چھ آنے اندازاً ہوتے ہیں)۔

اور ۱۵۴۶ء میں بادشاہ ہنری ہشتم کا حکم ہوا کہ ٹنڈیل اور کورڈیل کا ترجمہ اور اسی طرح اور کتابیں جن کی پارلیمنٹ نے اجازت نہیں دی، اور فرت اور وکلف وغیرہما کی کتابیں نہ پڑھی جاویں، بلکہ جلادینے کے لئے حکومت اور کلیسوں کے افسروں کے حوالے کیجاویں، چنانچہ بشپ لندن کے حکم کے موافق پال کراس میں جلائی گئیں، اور ۱۵۵۴ء میں نماز کی کتاب معہ انجیل کے جلائی گئی، اور ۱۵۵۵ء میں ایک اشتہار اس مضمون کا جاری ہوا کہ بدعتی کتابیں نہ کہیں پہنچائی جائیں اور نہ کوئی اپنے پاس رکھے"۔

(یہاں تک واٹسن کی عبارت تھی)

ساتواں ترجمہ

ساتواں ترجمہ دین عیسوی کے مصلح جناب لوتھر کا ہے جو ڈچ زبان میں تھا، اور اس کا حال یہ ہے کہ:

زوینگلس نے جو فرقۂ پروٹسٹنٹ کا ایک بڑا عالم ہے، مصلح دین عیسوی کو اس ترجمہ کی بابت یوں لکھا تھا:

"اے لوتھر تو خدا کے کلام کو بگاڑتا ہے، تو تو پاک کتابوں کا بڑا ہی بگاڑنے والا اور پلٹ دینے والا ہے تجھ سے ہمیں کتنی شرم آتی ہے کہ ہم اب تک تیری بیحد قدر کرتے تھے، اور اب ایسا ثابت کریں کہ تو ایسا ہے"۔

اور اس کے عوض میں جناب لوتھر نے زوینگلس کے ترجمہ کو خارج کیا تھا، اور دین کے بارے میں زوینگلس کو احمق اور گدھا اور دجال اور فریبی کہا ہے۔

اور ککرمن صاحب اس ترجمہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

"یہ ترجمہ عہد عتیق کی کتابوں خصوصاً ایوب کی کتاب اور پیغمبروں کی کتابوں کو عیب دار ثابت کرتا ہے، اور ایسا کچھ تھوڑا نہیں"۔

اور بسر اور اوسیانڈر جناب مصلح کو کہتے تھے کہ "تو نے ترجمہ غلط کیا ہے"۔

اور سٹافیلس اور امیسرس نے اس کے صرف عہد جدید کے ترجمے میں
چودہ سو خرابیاں نکالیں ہیں اور کہا ہے کہ وہ بدعتی ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں تک جو کچھ اس ترجمہ کی بابت نقل ہوا وارڈ صاحب نے اپنی کتاب اغلاط نامہ میں لکھا ہے:

لوتھر اور اس کے ہم عصر علماء کے اقوال

اور اس جگہ چونکہ جناب لوتھر اور دوسرے فضلاء کی رود بدل مذکور ہوئی تو مناسب ہے کہ کچھ اور اقوال ان کے علماء عصر کے اور خود انہیں کے نقل کردوں تا کہ جناب مصلحؑ لوتھر کی علوشان ناظرین پر ظاہر ہوجائے۔

اور ان اقوال کو کیتھولک ہرلڈ کی نویں جلد اور کتاب اغلاط نامہ کے ۴۲ صفحہ سے نقل کروں گا۔

اور ان دونوں نے چونکہ ان کتابوں کے نام جن سے نقل کیے ہیں ہر قول کے سامنے لکھ دیئے ہیں اس لئے ان کو نقل کروں گا، پہلے تبرکاً خود لوتھر کے اقوال سے شروع کرتا ہوں۔

(۱)

"آدمی کی طبیعت گھوڑے کی مانند ہے، اگر خدا اس پر بیٹھا تو اس طرف جاتی ہے جس طرف خدا چاہتا ہے، اور اگر شیطان اس پر سوار ہوا تو ادھر جاتی ہے جس طرف شیطان لے جاتا ہے، اور وہ از خود کسی سوار کو پسند نہیں کرتی، بلکہ سوار خود کوشش کرتے ہیں کہ کون اس کو حاصل کرے، اور اس پر قابض ہوئے"۔

(یہاں تک جناب مصلحؑ کا کلام تھا)

دیکھو اس میں آدمی کو کس قدر مجبور بتلاتے ہیں۔

(۲) "جس شخص نے اصطباغ پایا، تو نجات اس کی نہیں جاتی گو کیسے ہی گناہ سخت سے سخت

کرے، اس لئے کہ کوئی گناہ بدیقینی کے سوا ملعون نہیں کرتا"۔

(۳) "جب کتب مقدسہ حکم کریں کہ یہ کار نیک کرو، تو سمجھ لو کہ وہ کتابیں حکم کرتی ہیں اس نیک کام کے نہ کرنے کو، اس لئے کہ تو اس کو نہیں کرسکتا"۔

(یہاں تک جناب مصلح کا کلام تھا)

دیکھو ایک ایسا قاعدہ کلیہ بتلا دیا جو مقدس کتابوں کے سمجھنے کے لئے کافی ہے، اور اس کے ذریعہ سے ان کا سارا مطلب الٹے طور پر سمجھنا چاہیے۔

(۴) "میری رائے میں نہ کوئی بادشاہ ہے، اور نہ کوئی شہنشاہ اور نہ کوئی شیطان کہ جس کو مانوں، اور میں تو سب دنیا کی بھی نہ مانوں گا"۔

(۵) "میں جلتا ہوں، ہزار شعلوں سے جو میرے اس گوشت (۱) میں ہیں جس پر میں قادر نہیں، اور میں جیسا کہ چاہیے روح میں سرگرم ہونا، ویسا میں صرف ناپاکی میں سرگرم ہوں جب میں کیتھولک تھا، عمر میری مجاہدہ اور شب بیداری میں گذری، روزے میں، نماز میں، مفلسی میں، عفت میں، طاعت میں، اور جب میں مصلح بنا تو طبیعت کی ادنیٰ خواہش کو بھی روک نہیں سکتا"۔

اب دوسروں کے اقوال سنئے۔

(۱) ان کا ایک ہم عصر کہتا ہے:

"میں کانپتا ہوں، جب خیال کرتا ہوں، لوتھر کے غصوں کو کہ وہ دبتے نہیں ہرکلیس (۲) کے غصوں سے"۔

(۲) ان کا ایک دوسرا معاصر کہتا ہے کہ:

"یہ آدمی حقیقت میں پاگل ہوگیا ہے اور وہ کبھی حق سے لڑنا موقوف نہیں کرتا، تمام انصاف کے خلاف بلکہ اپنے دل کے بھی خلاف"۔

---

(۱) یعنی آلۂ تناسل۔ ۱۲ منہ

(۲) ایک بڑے ظالم بادشاہ کا نام ہے۔ ۱۲ منہ

(۳) لوتھر کا ایک پیرو ایکولیم پی ڈیس کہتا ہے کہ:

"وہ تکبر اور شیخی سے پھولا ہوا، اور شیطان کا بہکایا ہوا ہے"۔

(۴) زوینگلس کہتا ہے کہ:

"شیطان اس درجہ لوتھر پر مسلط ہوا ہے کہ اس کا استاد بن گیا ہے، اور ہر شخص کو یقین آجائے کہ شیطان چاہتا ہے کہ اس پر سب طرح سے قابض ہو جائے"۔

اور وہی زوینگلس کہتا ہے کہ:

"لوتھر سے یہ کچھ عجب نہیں، اس لئے کہ وہ اپنی کتاب کے ایک صفحہ میں کچھ لکھتا ہے، اور دوسرے صفحہ میں کچھ، اور اس کے مخالف، اور تو دیکھے گا اس کے پیروں کے اندر اس کو ایک گروہ جیسا ایک گروہ شیاطینوں کے اندر ہے"۔

(۵) کون ریڈر یس لکھتا ہے کہ:

"خدا نے لوتھر کو شیخی کی سزا دینے کو جو اس کے ہر کام میں ظاہر ہے اپنی روح کو اس سے کھینچ لیا، اور اس کو غلطی اور جھوٹ کی روح کے حوالے کیا کہ وہ ہمیشہ اس کے پیروؤں پر قابض رہے گی، جب تک کہ وہ لوتھر کی پیروی کریں گے"۔

(۶) کلیسہ زورک لکھتا ہے کہ:

"لوتھر جو ہم کو مردود اور ملعون فرقہ لکھتا ہے اس کو کہدو کہ خبردار رہے کہ خود ہی مردود اور سخت مبتدع نہ ہو جائے، اس لئے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جو مسیح کا اقرار کرتے ہیں مل نہیں سکتا، اور تعجب ہے کہ اس شخص نے کیسا شیطانوں کو اپنے اوپر قابض کر لیا ہے، اور کیا ہی ناپسند اس کی زبان ہے، اور کیسی اس کی باتیں دوزخ کے شیطانوں سے بھری ہیں"۔

اور وہ کہتا ہے کہ:

"شیطان اب رہتا ہے زوینگلس کے فرقے میں، اور ہمشیہ رہے گا، اور

کلمات کفر کے نکلتے ہیں ان کے سینوں سے جو شیطانی بلکہ بڑے شیطانی بلکہ بہت ہی بڑے شیطانی ہیں، اور ان کی زبانیں کچھ نہیں مگر جھوٹی جو ہلتی ہیں شیطان کی مرضی میں اور تر ہیں، بلکہ بڑی تر بلکہ بہت ہی بڑی تر شیطانی زہر سے جو دوزخی زہر ہے، اور ایسی باتیں کسی نے کبھی کسی غضب ناک شیطان کے منہ سے بھی نہ سنیں، اور اس نے اپنی سب کتابیں شیطان کی تعلیم سے جس سے اسے سروکار تھا، اور جس نے اسے بڑی دلیلوں سے قائل کیا تھا لکھی ہیں''۔

(۷) ارازمس جو عیسائی مذہب کا بڑا فاضل ہے اور ہالینڈ اور برطانیہ وغیرہ کا سرمایۂ افتخار کہلاتا ہے، لوتھر کو لکھتا ہے:

''سب نیک آدمی حسرت کرتے ہیں، تیری اس مہلک بدعت کے سبب جس سے تو دنیا کو ہلا رہا ہے، اور وہ مغرور اور بے لگام اور سرکش روح سے ہے''۔

اور یہ بھی لکھتا ہے کہ:

''لوتھر کے شاگرد بھی اس کو مبتدع کہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ انجیل کی روح سے نکالا گیا، اور دنیاوی روح کو دیا گیا ہے، حقیقت اور درست یہ ہے کہ لوتھر خراب ہے، خدا کرے کہ وہ اپنی طبع پر کچھ محنت گوارا کر کے اس بے احتیاطی کو جو اس کے ہر جزء میں جوش مار رہی ہے روکے''۔

آٹھواں ترجمہ

آٹھواں ترجمہ بیزا کا جس کے اہل انگلستان پیرو ہیں، اور اس کا حال یہ ہے کہ ایکول سے پیڈلیس اور بیزن کے علماء کہتے ہیں:

''یہ ترجمہ بہت جگہ میں بد ہے، اور بالکل روح القدس کے مخالف''۔

اور فاضل مولی نس کہتا ہے کہ:

''بیزا حقیقت میں انجیل کی عبارت کو بدلتا ہے''۔

اور کاسٹیلیو جو کالونی مذہب کا ایک فاضل ہے، اور اوسیانڈر کے قول.......... کے مطابق واقف اور زباندان ہے، اپنی کتاب میں جو بیزا کے ترجمہ کی خرابیوں کو ثابت کرنے کے لئے لکھی ہے، ملامت کر کے کہتا ہے کہ:

''اس کی میں سب غلطیاں نہ لکھوں گا، اس لئے کہ اس کے واسطے ایک بڑی کتاب چاہیئے''۔

نواں ترجمہ

نواں ترجمہ کاسٹیلیو کا اور اس کا حال یہ ہے کہ بیزا کہتا ہے:

''یہ ترجمہ تو برا اور الحادی ہے''۔

اور کاسٹیلیو نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی ہے، اس کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

''بعض لوگوں نے ہمارے بائبل کے لاطینی اور فرانسیسی ترجمہ کو صرف نالایق ہی نہ سمجھا، بلکہ روح القدس کے ارادے کے خلاف سمجھ کے رد کیا ہے''۔

دسواں ترجمہ

دسواں ترجمہ علماء زورک کا، اور اس کا حال یہ ہے کہ لواتھرس اور ہوسی پین اپنی تاریخوں میں لکھتے ہیں کہ:

''فروشی روس نے اس ترجمہ کو چھاپ کر لوتھر کے پاس بھیجا، لوتھر نے ناپسند کر کے واپس کیا، اور مردود ٹھہرایا''۔

گیارہواں ترجمہ

گیارہواں ترجمہ ٹاٹکرین کا، اور اس کا حال یہ ہے کہ الک ٹرادف سکسنی نے بڑے غصے سے اسے مردود ٹھہرا کر لوتھر کا ترجمہ اس کی جگہ مقرر کیا۔

بارہواں ترجمہ

بارہواں ترجمہ کتاب الصلوۃ کا جس میں بعض بعض زبوروں کا بھی ترجمہ تھا، اور یہ ترجمہ خاص انگلستان میں ہوا تھا، اور اس کا حال یہ ہے کہ پروٹسٹنٹوں نے بادشاہ جیمس اول کو ایک عرضی اس مضمون کی دی تھی، کہ ہماری نماز کی کتاب میں جو زبور داخل ہیں، ان میں عبرانی کے مخالف دوسو جگہ کے قریب زیادتی اور کمی اور تبدیلی پائی جاتی ہے، اور اس سبب سے انہوں نے ایک کتاب لکھی، اور اس میں ترجمہ کی سب غلطیاں بتلائیں، اور ایسا ہی حال ان کے ترجموں اور ان کی تفسیروں کا ہے۔

مولی نس کہتا ہے کہ:

"کالون نے اپنی کتاب ہارمنی میں انجیل کی عبارتوں کو تہ و بالا کر ڈالا ہے، اور انجیل کے الفاظ پر اندھیرا کر دیا ہے، اور متن میں عبارت بڑھائی ہے"۔

اور مسٹر کارلائل کہتا ہے کہ:

"انگریزی مترجموں نے مطلب کو فاسد کیا ہے، سچ کو چھپایا، اور جاہلوں کو فریب دیا، اور انجیل کے سیدھے مطلب کو ٹیڑھا کیا، اور ان لوگوں کو نور سے ظلمت اور سچ سے جھوٹ زیادہ پسند ہے"۔

اور جب اینلڈ صاحب نے انگلستان کے کلیسا پر طعن کیا تب وائی ٹیکر نے اس پر یوں لکھا ہے کہ:

"کارلائل صاحب نے یا بعض اور نے جو ہمارے ترجمۂ بائبل کے خلاف میں لکھا ہے، سو بے فائدہ ہے، اور کچھ مطلب اس سے حاصل نہیں ہوتا، البتہ بعض چیزیں اس قابل ہیں کہ درست کی جاویں"۔

اور لنکلن کے علماء نے اپنے دین کا پاس کر کے بادشاہ کو اس امر کی اطلاع دی کہ:

"بائبل کا انگریزی ترجمہ ایسا خراب ہے کہ بعض جگہ گھٹا دیا ہے، اور بعض

جگہ بڑھادیا ہے، اور بعض جگہ بدل دیا ہے، اور بعض جگہ روح القدس کی مراد کو پوشیدہ کردیا ہے"۔

اور بعض نے اس ترجمے کے بارے میں کہا ہے:

یہ بیہودہ اور بے معنی ترجمہ ہے، اور روح القدس کی مراد کو بہت جگہ پلٹ دیا ہے، اور اسی سبب سے بہت سے پروٹسٹنٹوں نے اس پر دستخط نہیں کئے"۔

چنانچہ مسٹر برجیس نے کہا تھا کہ:

"میں ایسے ترجمہ کی جس میں بہت سی زیادتی اور کمی ہے، اور بعض جگہ مطلب کو پوشیدہ کرتا ہے، اور بعض جگہ الٹ دیتا ہے، کیونکر سند دوں۔

اور مسٹر بروٹن نے کونسل کے لارڈ لوگوں سے درخواست کی تھی، کہ ایک نیا انگریزی ترجمہ تیار ہو کیونکہ جو ترجمہ اس وقت انگلستان میں مروج ہے وہ غلطیوں سے پر ہے، اور بشپ لوگوں سے کہا تھا، کہ تمہارا مشہور انگریزی ترجمہ ایسا ہے کہ عہد عتیق کی کتابوں کی عبارت کو ۸۴۸ جگہ الٹتا ہے، اور کروڑہا آدمیوں کو عہد جدید کی کتابوں کے رد کرنے اور دوزخ میں پڑنے کا سبب ہوا ہے"۔

اور پانچویں ترجمہ کے بیان سے یہاں تک عیسائی مذہب کے علماء کے جو اقوال لکھنے میں آئے ہیں وہ سب کے سب وارڈ صاحب کی کتاب "اغلاط نامہ" سے منقول ہوئے ہیں، اور ڈاکٹر گریگری مارٹن نے ترجموں کی خرابی کے حال میں ایک کتاب لکھی ہے۔

اور علماء مذکورین کے اقوال کے مطابق اس ترجمہ کے جو انگلستان کے کلیسیوں کے ایمان کا مدار تھا، یہ آٹھ اوصاف تھے:

(۱) مطلب کا فاسد کرنے والا۔

(۲) سچ کا چھپانے والا۔

(۳) انجیل کے سیدھے مطلب کو ٹیڑھا کرنے والا۔

(۴) روح القدس کی مراد کو پوشیدہ کرنے والا۔

(۵) اور روح القدس کی مراد کو پلٹنے والا۔

(۶) بیہودہ۔

(۷) بے معنی غلطیوں سے پُر کہ جس نے ۸۴۸ جگہ عہد عتیق کی عبارتوں کو الٹ دیا۔

(۸) اور کروڑوں آدمیوں کے عہد جدید کے رد کرنے کا سبب بنا۔

بھلا ان اقوال کے موافق ان ترجموں کی خرابی اور ان کے مترجموں کی تحریف میں کوئی کسر باقی ہے۔

اور کتاب اول سلاطین کے سترہویں باب کا چوتھا درس قریب سب ترجموں بلکہ ان کی تقریباً سب شرحوں کے موافق یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء ۱۸۴۴ء):

"اور ایسا ہوگا کہ تو اس نالے سے پیویگا، اور میں نے کووں کو حکم کیا ہے کہ وے تیری پرورش کریں"۔

اس پر دین عیسوی کے منکروں نے طعن کیا ہے۔

سو ہارن اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں اس طعن کو یوں نقل کر کے جواب دیتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۶۳۹):

"بعضے منکروں نے اس پر طعن کیا ہے کہ کس طرح کوّے جو ناپاک جانور ہیں پیغمبر کے لئے خوراک لاتے ہیں لیکن اگر یہ منکر اصل لفظ کو دیکھتے تو ایسا طعن نہ کرتے، کیونکہ وہ لفظ اوریم ہے، اور اس کا معنی عرب ہے جیسا کہ کتاب دوم اخبار الایام کے ۲۱ باب کے ۱۶ ورس میں، اور کتاب نحمیا کے ۴ باب کے ۷ ورس میں اسی معنی میں مستعمل ہے، اور کتاب پیدائش پر بریشت ربا علماء یہود کی ایک تفسیر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بت شان کی نواحی میں ایک شہر تھا

جہاں اس پیغمبر (یعنی ایلیا) کو چھپنے کا حکم ہوا تھا، اور جیر دم کہتا ہے کہ اور بم جو عرب کی سرحد کے ایک شہر کے باشندے ہیں، پیغمبر کو کھانا دیتے تھے، اور جیروم کی یہ گواہی بڑی قیمتی ہے، گو لاطینی کے مطبوعہ ترجموں میں کوّے کا لفظ لکھا ہے، مگر اخبار الایام اور نحمیا نے اور جیروم نے اور بم کا ترجمہ عرب لوگ کیا ہے۔

اور عربی کے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ سے مراد آدمی ہیں نہ کہ جانور، اور جارچی یہود کا مشہور مفسر بھی یہی ترجمہ کرتا ہے، اور کس طرح ہو کہ پاک پیغمبر جو شریعت کی اتباع پر بڑا گرم جوش اور بے باک اور اس کا حامی تھا شریعت کے خلاف ناپاک جانوروں مثل کووں سے گوشت پاتا، اور کس طرح جان سکتا، کہ یہ ناپاک جانور گوشت لانے سے پہلے لاشوں پر نہ ٹھہرے ہوں گے، علاوہ اس کے پورے ایک برس تک ایلیا کو روٹی اور گوشت پہنچا، پس کس طرح ایسی خدمت اتنی مدت تک کووں کی طرف منسوب ہو، اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ اورب یا اوربو کے باشندوں نے پیغمبر کی خوراک پہنچانے کا کام انجام دیا ہوگا''۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

دیکھو اس جگہ ہارن عیسائی مذہب کے تقریباً تمام شارحین اور مترجمین کی غلطی ثابت کرتا ہے، اور بعض وجوہ سے دلیل پکڑ کے کہتا ہے کہ:

''اور بم کے معنی عرب لوگ ہیں نہ کوّے''۔

اور تیسری ہدایت کے اندر چھٹے اختلاف کے بیان میں گذرا کہ ہارن نے کہا ہے کہ:

''مہری (مہر شدہ) ترجمہ انگریزی کا مترجم چونکہ یہاں اچھی طرح دریافت نہ کر سکا، تو اس نے یوں ترجمہ کیا: قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے باتیں کیں''۔

اور آدم کلارک مفسر نے بھی ایسا ہی کچھ کہا ہے، اور بشپ ہارسلی نے بھی بہت جگہ اس انگریزی ترجمہ کو اچھا نہیں سمجھا، مثلاً کتاب پیدائش کے ۳۶ باب کے ۲۴ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"یہ وہ عنا ہے جس نے بیابان میں جس وقت وہ اپنے باپ کے گدھوں کو چراتا تھا خچر پیدا کئے"۔

اس جملہ کی بابت اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۷۷ میں لکھتا ہے:

"بہتر یوں ہے یہ وہ عنا ہے جو لڑا امم سے دیکھو بوشارٹ کو"۔

اور کتاب خروج کے ۴ باب کے ۲۵ درس میں ترجمہ مہری میں یوں ہے:

"اور اسے اس کے پاؤں پر پھینکا، اور کہا تو بیشک خونی خصم ہے"۔

اور اس جگہ ترجمہ کرنے والوں میں کچھ اختلاف ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء):

"و در پیش قدمش انداختہ گفت کہ فی الحقیقت تو از یں خوں نکاح یافتہ"۔

(نسخہ ۱۸۴۲ء):

"........اور اسے اس کے پاؤں پر پھینکا، اور کہا تو ختن خون ہے"۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور اسے اس کے پاؤں پر پھینکا اور کہا تو بے شک خون کے سبب میرے سسرے کی جگہ ہوا"۔

اور بشپ ہارسلی اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۸۷ میں یوں لکھتا ہے:

"بہتر یوں ہے اس نے اس (۱) کے پاؤں پکڑے اور کہا کہ تو خون کے سبب میرا سسرا ہے"۔

---

(۱) یعنی خدا کی عاجزی کی راہ سے۔ ۱۲ منہ

اور کتاب قوانین ۸ باب کے ۳۱ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء):

"جیسے میں نے یہ کہتے ہوئے امر کیا ہے"۔

اور بشپ ہارسلی اس درس کی شرح میں اس جملہ کی بابت یوں لکھتا ہے:

"بہتر یوں ہے کہ جیسے مجھ کو حکم ہوا ہے، جب کہ مجھ کو یہ بات کہی گئی"۔

بہر حال ترجموں کا حال عیسائیوں میں سلف سے خلف تک ابتر ہے، گو ان انگریزی مترجموں کو کارلائل صاحب کے قول کے مطابق اس بات میں فوقیت ہو کہ ان کو نور سے ظلمت اور سچ سے جھوٹ زیادہ پسند ہے، اور ان کے علماء کے اقرار کے موافق یہ خرابی...... مذکر کی جگہ مؤنث، اور مؤنث کی جگہ مذکر، اور تثنیہ کی جگہ جمع، اور جمع کی جگہ تثنیہ، بلکہ مفرد کی جگہ کہیں تثنیہ اور کہیں جمع، یا تثنیہ کی جگہ مفرد، اور مجرور کی جگہ مرفوع، اور مرفوع کی جگہ مجرور، اور اسی طرح کہیں مرفوع کی جگہ منصوب، اور منصوب کی جگہ مرفوع یا مجرور، سب ترجموں میں، کیا عربی اور کیا لاطینی اور کیا یونانی تو عام وبا کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔

اور ان کا عذر اس بارے میں یہی ہے کہ چونکہ مسیحیوں کی بول چال میں سادگی ہے، اس سبب سے یہ خطا ہو جاتی ہے، علاوہ اس کے روح القدس کو اور اسی طرح اگلے پیغمبر اور پوپ لوگوں کو بھی اول ہی سے منظور نہیں ہوا کہ خدا کا کلام قواعد نحویہ کا پابند ہو، اور جب آپ یہ عذر کرتے ہوں، تو اب ہم کیا کہیں، کیونکہ خود روح القدس بھی ایسا غلط کہہ دیتا ہے، اور اس کی تشریح پہلی جلد کے اندر پہلے سوال کے جواب میں گذری۔

اور چونکہ شروع سے میں پادریوں کی اس عادت سے واقف ہوں کہ جب کسی ترجمہ سے ان پر سند پکڑو، اور وہ ان کے مطلب کے مخالف ہو، تو بلا تامل کہہ دیتے ہیں

کہ یہ ترجمہ غلط ہے، تو اس لحاظ سے میں کبھی ترجموں کا اختلاف نکالنے میں مشغول نہیں ہوا، البتہ صاحب استفسار نے تو کچھ نکالے ہیں، اور چونکہ ان کا بیان فائدے سے خالی نہیں تو ان کو نقل کردیتا ہوں، اور شاذ و نادر کہیں اپنی طرف سے بھی بڑھادوں گا، لیکن عہد عتیق سے فقط توریت کے اور عہد جدید سے فقط اناجیل اربعہ کے ترجموں کے اختلافات کو نقل کروں گا، اور دیگر کتابوں کے ترجموں کے اختلاف کی طرف التفات نہ کروں گا(۱)۔

کتاب پیدائش

(۱) پہلے باب کا ۲۷ درس نسخہ ۱۸۲۹ء:

"تب خدا نے آدمی کو اپنی صورت بنایا، خدا کی صورت پر اسے پیدا

---

(۱) گو اور بھی کام کے تھے مگر طوالت کا خوف مانع ہوا، مثلاً یوشع کی کتاب کے ۶ باب کے ۲۶ درس میں عربی ترجمہ ۱۸۱۱ء والے نے اتنی عبارت اپنی طرف سے بڑھادی ہے:

كك فعل اوإن الذى فى بيت إسرائيل إلا دون بكره أسسها ويموت الذي سلم آخر أولاده نصب أبوابها"۔

اور یہ مضمون کسی اور ترجمہ میں نہیں پایا جاتا۔

اور دوسری زبور کے ۱۲ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۱۱ء):

"الزموا الأدب لئلا يغضب الرب"۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

"بیٹے کو جو موتا نہ ہووے کہ وہ تم سے بیزار ہوا"۔

اور اب دوسرے ترجمے اس اردو ترجمہ کے موافق نہیں، دیکھو پہلا کہاں اور دوسرا کہاں۔

صاحب استفسار کہتا ہے کہ:

"بیٹے سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں"۔

دیکھو کیسی تبدیلی ہوئی، سچ کہتا ہوں کہ سینکڑوں جگہ بائبل میں اسی طرح کی تبدیلی اور کمی بیشی ہوئی ہے۔ ۱۲ منہ

کیاالخ"۔

اور ترجمہ فارسی ۱۸۳۹ء اور عربی ۱۶۲۵ء کا اس کے موافق ہے۔

اور عربی ۱۸۱۱ء میں یوں ہے:

"فخلق الله آدم بصورته بصوره شرفها الله مسلطاً خلقه"۔

دیکھو یہ جملہ "شرفها الله مسلطاً خلقه" کسی ترجمہ میں نہیں ہے۔

(۲) دوسرے باب کا ۸ درس ۱۶۲۵ء:

"غرس الرب فردوس النعيم من البدى"۔

یعنی نعمت کا باغ لگایا خدا نے آبادی سے باہر

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"غرس جنانا فی عدن شرقیاً"۔

یعنی باغ لگایا خدا نے عدن میں پورب کی طرف۔

دیکھو کتنا فرق ہے؟

(۳) دوسرے باب کا ۲۱ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"فألقى الرب الإله على آدم سبات النوم فرقد"۔

(نسخہ ۱۸۲۹ء):

"پھر یہواہ خدا نے انسان پر بھاری نیند بھیجی، اور وہ سو گیا"۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"فأوقع الله سباتاً على آدم فنام لئلا يحس"۔

یعنی ڈالدی خدا نے نیند آدم پر کہ وہ سو گیا تا کہ وہ احساس نہ کرے۔

دیکھو "لئلا یحس" کی کمی بیشی۔

(۴) تیسرے باب کا ۵ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"تکونان کالآلهة".

یعنی ہوجاؤ گے تم دونوں خداؤں کی مانند۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"تکونان کالملئكة".

یعنی ہوجاؤ گے تم دونوں فرشتوں کی مانند۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"خدا کی مانند ہوجاؤ گے"۔

اول میں لفظ خداؤں کا جمع کے صیغہ سے، اور دوسرے میں لفظ فرشتوں کا اور تیسرے میں لفظ خدا کا مفرد کے صیغہ سے واقع ہوا ہے۔

اور بالفرض اگر نسخہ ۱۶۲۵ء میں سو جگہ خدا کا نام ایسے مقاموں میں ہوگا تو نسخہ ۱۸۱۱ء میں پچاس ساٹھ جگہ خدا کے نام کے بدلے فرشتے کا لفظ ہوگا۔

(۵) چھٹے باب کا ۲ درس نسخہ (۱۶۲۵ء):

"فرأى بنو الله بنات الناس أنهن حسنات اتخذو الهم نساء".

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"رای نبو الأشراف بنات العامة حساناً فاتخذو الهم نساء".

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

"فرزندان خدا دختران انسان را مشاہدہ کردند کہ خوبصورت ہستند و ہر کرا ازیشاں پسندیدند بنکاح خود در آوردند"۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء ۱۸۲۹ء):

''تو خدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں تو ان سبھوں میں سے جس نے جس کو پسند کیا، اس نے اس سے بیاہ کیا''۔

یہاں دو باتیں ہیں۔

پہلی بات

ایک یہ کہ نسخہ ۱۸۱۱ء میں خدا کے لفظ کو اشراف کے لفظ کے ساتھ بدل ڈالا۔

دوسری بات

دوسری یہ کہ فارسی اور اردو کے مترجموں نے یہ جملہ ''ان سبھوں میں جس نے جسے پسند کیا'' بڑھا دیا ہے، عربی کے مترجموں نے گھٹا دیا ہے۔

(٦) چھٹے باب کا ٦ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"فندم الله على عمله الإنسان على الأرض فتأسف بقلبه داخلاً"۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''تب یہواہ آدمی کے زمین پر پیدا کرنے سے پچھتایا، اور دل گیر ہوا''۔

اور ترجمہ فارسی ۱۸۳۹ء والا اس کے موافق ہے (نسخہ ۱۸۱۱ء):

"كره الله خلقه ولد آدم على الارض وكره ماجاء من معصيتهم"۔

یہاں بھی دو باتیں ہیں ایک یہ کہ جس کا پہلے مترجموں نے ''ندم'' یا ''پچھتایا'' یا ''پشیماں شد'' کے ساتھ ترجمہ کیا، پچھلے مترجم نے ''کرہ'' کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا، اور دونوں میں بڑا فرق ہے، اول کفر کا کلمہ ہے دوسرا نہیں۔

دوسری بات یہ کہ جملہ "کرہ ماجاء من معصیتھم" کی کمی بیشی ہے۔

(۷) ترجمہ عربی ۱۶۲۵ء اور ترجمہ فارسی ۱۸۳۹ء اور اردو کے ترجمے ۹ باب کے ۲ درس میں یکساں ہیں، اور عربی کے ترجمہ ۱۸۱۱ء میں "طاہر" لفظ زائد ہے، اور اس کی تشریح چودہویں سوال کے جواب میں گذری۔

(۸) سولہویں باب کا ۱۲ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"ھذا سیکون إنساناً وحشیاً یدہ ضد الجمیع، وید الجمیع ضدہ"

(نسخہ ۱۸۲۲ء ۱۸۲۹ء):

"وہ ایک وحشی آدمی ہوگا، اور اس کا ہاتھ سب سے برخلاف ہوگا، اور سبھوں کا ہاتھ اس کے برخلاف ہوگا"۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"یدہ فی الکل وید الکل فیہ"۔

یعنی اس کا ہاتھ سب میں اور سب کا ہاتھ اس میں۔

پہلے ترجمے مخالفت پر اور پچھلا ترجمہ موافقت پر دلالت کرتا ہے۔

(۹) سولہویں باب کا ۱۳ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"رأیت یقینا ھھنا قفاناظری"۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"یہاں میں نے اپنے دیکھنے والے کا پیچھا دیکھا"۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"رأیت ھھنا رحمتك بعد رؤیتی الشقاء"۔

یعنی یہاں میں نے تیری مہربانی دیکھی رنج دیکھنے کے بعد۔

دیکھو یہ کہاں اور پہلا مضمون کہاں؟

اور اس عبارت کے بعد "رؤيتي الشقاء" کا اضافہ ہے۔

(۱۰) ترجمہ عربی ۱۶۲۵ء اور ترجمہ فارسی اور اردو کے ترجمے بیسویں باب کے ۱۲ درس میں موافق ہیں، اور ترجمہ عربی ۱۸۱۱ء والا ان سب کے مخالف ہے، اور تشریح اس کی چودہویں سوال کے جواب میں گذری۔

(۱۱) پچیسویں باب کا ۱۸ درس (نسخہ ۱۸۱۱ء):

"أقام بحضرة جميع أخوتهم"۔

اور ترجمہ عربی ۱۶۲۵ء والا اس کے موافق ہے، یعنی اسماعیل نے اپنے سارے بھائیوں کے سامنے بود و باش اختیار کی۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"وہ اپنے سارے بھائیوں کے حضور مر گیا"۔

دیکھو کہاں بود و باش اختیار کرنا، اور کہاں مر جانا۔

(۱۲) پچاسویں باب کا ۱۹ درس:

"لا تخافوا أنني أخاف الله"۔

یعنی تم مت ڈرو، ہر آئینہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"مت ڈرو، کیا میں خدا کی جگہ ہوں؟"

دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔

کتاب خروج

(۱) چوتھے باب کا ۱۶ درس (نسخہ ۱۸۱۱ء):

"أنت له تكون أستاذاً"۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''تو اس کے لئے خدا کی جگہ ہوگا''۔

دیکھو کتنا فرق ہے؟ عربی میں استاذ اور اردو میں خُدا ہے۔

(۲) ۲۴ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"فلما كان موسىٰ في الطريق فتلقاه الرب"۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''اور راہ میں منزل پر یوں ہوا کہ یہواہ اسے ملا''۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"فلما كان في الطريق فأجأولده ملاك الله"۔

یعنی جس وقت موسیٰ راہ میں تھا نا گہاں اس کے بیٹے کو اللہ کا فرشتہ ملا۔

دیکھو ان ترجموں میں کتنا اختلاف ہے؟

(۳) چھٹے باب کے ۲۰ درس میں ترجمہ عربی ۱۸۱۱ء والا اور فارسی ۱۸۳۹ء والا اور اردو کے ترجمے موافق ہیں، اور عربی ترجمہ ۱۶۲۵ء والا مخالف ہے، اور اس کی تشریح چودہویں سوال کے جواب میں گذری۔

آدمی پر خدا کا اطلاق

(۴) ۷ باب کا اول درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"قد جعلتك إلهاً لفرعون"۔

یعنی میں نے تجھے فرعون کا معبود بنایا۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"قد جعلتك أستاذاً لفرعون"۔

یعنی میں نے تجھے فرعون کا استاذ بنایا۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''میں نے تجھے فرعون کے لئے اپنا قائم مقام بنایا''۔

(فارسیہ ۱۸۳۹ء):

''ترا پیش فرعون ہمچو خدا گردانیدہ ام''۔

اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح انجیل والوں نے بھی عیسیٰ کے حق میں لفظ ''رب'' وغیرہ کا کہا ہوگا۔

(۵) دسویں باب کا ۱۰ ادرس (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''یہواہ یوں ہی تمہارے ساتھ رہے جو میں تمہیں اور تمہارے بچوں کو جانے دوں''۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

''معاذ اللہ کہ شما را معہ اطفال رخصت دہم''۔

دیکھو کہاں یہواہ یوں ہی تمہارے ساتھ رہے، اور کہاں معاذ اللہ؟

(۶) بیسویں باب کا ۱۳ ادرس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"لاتشهد على قريبك شهادة زور"۔

یعنی تو اپنے نزدیکی والے پر جھوٹی گواہی مت دے۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"لاتشهد على أخيك شهادة زور"۔

یعنی تو اپنے بھائی پر جھوٹی گواہی مت دے۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''اپنے ہمسایہ پر جھوٹی گواہی مت دے''۔

دیکھو نزدیکی والے میں تین احتمال ہیں (۱) برادری والا (۲) ہمسائے

والا (۳) ساتھ والا، اور بھائی میں دو احتمال ہیں (۱) قرابت کا بھائی (۲) دین کا بھائی، ہمسایہ ہو یا نہ ہو اور ہم سائے میں برادری کا بھائی اور دین کا بھائی جو ہمسایہ نہ ہو داخل نہیں ہوتا۔

(۷) اسی بیسویں باب کا ۱۴ ادرس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"ولا تشته بيت قريبك"۔

یعنی اور اپنے نزدیکی والے کے گھر کا لالچ مت کر۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"ولاتهوبيتَ صاحبك"۔

یعنی اور تو اپنے یار کے گھر کا لالچ مت کر۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور تو اپنے ہمسائے کے گھر کا لالچ مت کر"۔

دیکھو اول میں وہی احتمال ہیں جن کا ذکر اوپر گذرا، اور صاحب میں مطلق برادری والا یا دین والا، اگر یار نہ ہو داخل نہیں ہوسکتا، اور ہمسایہ میں برادری والا یا دین والا یا یار جو ہمسایہ نہ ہو، داخل نہیں۔

فائدہ

یہ حکم ان احکام عشرہ میں سے ہے، جن کے بارے میں عیسائی کہتے ہیں کہ:

"حضرت موسیٰ کو تختی پر لکھ کر خدا نے دیئے تھے"۔

سو دیکھو کہ اصل لفظ کو نقل نہ کرنا، اور صرف اس کا ترجمہ ایک طرح کا اپنے عندیہ کے موافق لکھ کر کہنا کہ یہی مطلب خدا کا ہے کیسا فساد لایا۔

(۸) اکیسویں باب کا ۱۲ ادرس (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"جو کوئی کسی مرد کو مارے اور وہ مر جاوے وہ البتہ قتل کیا جائے"۔

(نسخہ ۱۶۲۵ء):

"إن ضرب رجلا صاحبه و مات موتاً يموت"۔

یعنی اگر کسی نے کسی کو مارا اور وہ مر گیا تو وہ مرے گا۔

دیکھا کہاں "البتہ مار ڈالا جاوے" اور کہاں "وہ مرے گا" پہلے سے یقیناً سمجھا جاتا ہے کہ قصاص لیا جائے، اور دوسرے سے شبہ ہوتا ہے کہ قصاص نہ لیا جائے، اس واسطے کہ وہ آپ ہی ایک روز مریگا، اس فقرے پر موقوف نہیں، اکثر جگہ اس نسخہ ۱۶۲۵ء میں "یقتل" کی جگہ "یموت" کا لفظ لکھا ہے، سو یہ اس نسخہ کا حال ہے جس کو اربانوس ثامن کے حکم سے بہت سے عربی داں عیسائیوں نے جمع ہو کر تیار کیا ہے۔

(۹) اکیسویں باب کا ۳۲ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"يعطي ثلثين أستاراً من الفضة"۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"ثلثين مثقالاً من الفضة"۔

(نسخہ ۱۸۲۳ء و ۱۸۲۹ء):

"مثقال کے وزن کے تیس روپیہ دیئے"۔

دیکھو کہاں استار اور کہاں مثقال؟ ان دو اوزان میں فرق ہے، اور یہ فرق حکم میں ہوا، کہ اب مشتبہ ہو گیا کہ آیا جرمانہ میں تیس استار چاندی دے، یا تیس مثقال چاندی۔

(۱۰) بائیسویں باب کا ۲۰ درس (نسخہ ۱۸۳۹ء):

"کسے قربانی را پیش معبود دیگر بجز خداوند ذبح نماید ہلاک شود"۔

(نسخہ ۱۸۲۳ء و ۱۸۲۹ء):

"جو کوئی فقط یہواہ کے سوا کسی معبود کو نذر چڑھاوے عذاب سے مار ڈالا جاوے"۔

دیکھو کہاں "ہلاک شود" جس میں شبہ ہو جاتا ہے کہ مار ڈالا نہ جائے، اور کہاں "عذاب سے مار ڈالا جاوے"۔

اور نسخہ ۱۸۴۲ء میں دونوں کے مخالف یوں ہے کہ:

"جو کوئی فقط خداوند کے سوا الٰہوں (معبودوں) کے لئے ذبح کرے وہ حرام کیا جائے گا"۔

یہ فرق بھی حکم میں پڑا کہ اب مشتبہ ہو گیا کہ اس کے موافق کیا کریں، آیا اس نذر چڑھانے والے کو قطعی طور پر عذاب سے مار ڈالیں یا فقط مذبوح کو حرام سمجھیں، یا دونوں میں سکوت کریں۔

(۱۱) تینتیسویں باب کا ۱۳ درس (۱۶۲۵ء):

"أرني وجهك"۔

یعنی تو اپنے تئیں مجھے دکھلا۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"تو مجھ کو اپنی راہ بتلا"

یہ قول خداوند تعالیٰ سے حضرت موسیٰ کے سوال میں واقع ہوا۔

دیکھو قدیم نسخہ قرآن شریف کے موافق ہے، اور نئے نسخے قرآن کے خلاف غالباً پادریوں نے قصداً نئے نسخوں میں ایسی کارستانی کی ہے۔

کتاب قوانین

(۱) پچیسویں باب کا ۳۷ درس (نسخہ ۱۸۱۱ء):

"لا تدفع إليه ورقك وطعامك بربا"۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء):

"تو اسے سودی روپے قرض مت دے، نہ اسے نفع کے لئے کھانا کھلا"۔

(نسخہ ۱۶۲۵ء):

"لا تقرضه فضتك برباولا تأخذ منه مماستلف منك الطعام".

یعنی تو اسے سودی روپے قرض مت دے، اور جو کھانا اس نے تجھ سے قرض لیا ہے مت پھیرے۔

دیکھو یہاں بھی خدا کے حکم میں فرق پڑ گیا۔

کتاب استثناء

(۱) بارھویں باب کا ۱۵ درس (نسخہ ۱۸۴۲ء و ۱۸۲۹ء):

"گوشت کھایا کر خواہ پاک ہو یا ناپاک"۔

(نسخہ ۱۶۲۵ء):

"كل إما أن كان غير طاهر، أن يكون فيه عيب او كان ضعيفاً وإما أن كان طاهراً وهو الكامل بغير عيب"

یعنی گوشت کھا خواہ ناپاک ہو، اس طرح پر کہ کچھ عیب اس میں ہو یا ضعیف ہو، خواہ پاک ہو، اور یہ پورا ہے بے عیب۔

دیکھو یہاں بھی عین خدا کے حکم میں کمی بیشی ہے۔

(۲) اسی ۱۲ باب کا ۳۰ درس (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء):

"نہ ہو کہ تو ان کے معبودوں کے حال کی تفتیش کرے"۔

(نسخہ ۱۶۲۵ء):

"وانظر إن كان تسئل من سننهم".

یعنی خبردار ہو اس سے کہ تو انکے طریقوں کی تفتیش کرے۔

دیکھو کہاں معبود؟ کہاں طریقہ؟ یہاں بھی خدا کے حکم میں فرق پڑ گیا، اور جیسا

یہاں معبود کا لفظ لکھا گیا اسی طرح حضرت عیسیٰ کے حق میں بعض جگہ اس قسم کا لفظ لکھا گیا۔

(۳) سترہویں باب کا ۸ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"وإن عسر عليك ورأيت أنك عاجز من الفصل من بين الدم والدم والحكم والحكم والبرص والبرص"۔

اس نسخے کی عبارت میں تین الفاظ ہیں (۱) ''دم'' یعنی خون (۲) ''حکم'' یعنی فیصلہ (۳) ''برص'' یعنی سفید داغ۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"وإذا خفي منك أمر من الاحكام بين دم إلى دم ودين إلى دين وحكم بلاء إلى بلاء"۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

''اگر امرے از امور منازعت در بلادِ تو در تمیز خون یا دعویٰ یا زخم واقع گردد''۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''جس وقت کہ تو کسی قضیئے کے فیصلے سے عاجز ہو یا کوئی قضیہ کیوں نہ ہو خونی کے قصاص کرنے اور مدعی کے دعوے کا اور مارنے کی سزا''۔

دیکھو اول میں ''سفید داغ'' اور دوسرے میں ''بلا'' جو اس سے عام ہے، اور تیسرے میں زخم، اور پچھلے نسخوں میں ''مارنے کی سزا'' ہر ایک جدا جدا گاتا ہے، اور اب تک اس قسم کی تبدیلی بائبل کے لفظوں میں جاری ہے۔

(۴) بیسویں باب کا ۱۱ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

"يكونوالك عبيداً يعطوك الجزية"۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"يكونون لك ذمة ويخدمونك"۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء ۱۸۲۹ء):

"تو ساری خلق جو اس شہر میں ہے تیری خراج گذار ہوگی، اور خدمت کرے گی"۔

دیکھو کہاں خدمت اور کہاں جزیہ؟

(۵) اکیسویں باب کا ۲۰ درس (نسخہ ۱۸۳۹ء):

"نشہ باز ست"۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء):

"کیفی ہے"۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"مفرط فی الحرام"۔

یعنی بڑا ہی حرام کار ہے۔

دیکھو کہاں نشہ باز اور کیفی، اور کہاں بڑا حرام کار؟ پہلے دونوں سے نشہ کی مذمت نکلتی ہے، پچھلے والے نے اس مطلب کو اڑا دیا۔

(۶) بتیسویں باب کا ۶ درس (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء):

"کیا وہ تمہارا باپ نہیں ہے"۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

"آیا او پدر تو نیست"۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"أليس هو منشئك"۔

یعنی کیا وہ تیرا پیدا کرنے والا نہیں؟

دیکھو یہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف میں فرمایا تھا، سو کہاں باپ، اور کہاں پیدا کرنے والا، اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر کبھی حضرت عیسیٰ نے اللہ تعالیٰ کو باپ کہا ہے تو خالق ہی کے معنی میں کہا ہے، جیسے یہاں کیا گیا۔

(۷) اسی ۳۲ باب کا ۹ درس (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''یعقوب اس کی میراث کی قسمت ہے''۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"آل يعقوب مفضله وصاحبه".

یعنی اولاد یعقوب کہ اس کو بزرگی دینے والی اور یار ہے۔

(۸) اسی ۳۲ باب کا ۷ درس (نسخہ ۱۸۱۱ء):

"معبودات لم يعرفوها، حدثات جاء ت من قريب ولم يعبأ بها خياركم".

یعنی وے معبود جنہیں، وے نہ پہچانتے تھے، جو نئے تھوڑی مدت سے ظاہر ہوئے کہ تمہارے اچھے لوگ انہیں بے حقیقت جانتے تھے۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''معبودوں کے لئے جن کو وہ نہ پہچانتے تھے، وہ معبود جو تھوڑی مدت سے ظاہر ہوئے تھے، جن سے تیرے باپ دادے نہ ڈرتے تھے''۔

دیکھو کہاں ''اچھے لوگ'' اور کہاں ''باپ دادے'' اور اس جگہ سے اور اسی طرح اور سیکڑوں جگہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ معبود حادث نہیں ہوسکتا، اور اس سے حضرت عیسیٰ کی خدائی بھی غلط ٹھہرتی ہے، اس لئے اکثر ایسے مقاموں میں مترجموں نے لفظ بت یا مورث کا لکھ دیا ہے، چنانچہ درس مذکورہ بالا میں بت کا لفظ مذکورہ بالا ترجموں میں نہیں

ہے، اور نسخہ ۱۸۳۹ء والے نے بے ایمانی کر کے لکھ دیا ہے، اور ترجمہ یوں کیا:

''معبوداتے کہ آنہا واقف نبودند، بتہائے نو کہ دریں ایام پیدا شدند''۔

اب یہاں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جہاں کہیں حادث کے معبود ٹھہرانے کی ممانعت ہے وہاں یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے بطلان کو ختم کرنے کے لئے لفظ بت یا مورت کا لکھ دیتے ہیں۔

متی کی انجیل

(۱) پہلے باب کا ۲۱ ورس (نسخہ ۱۸۱۴ء):

''تو اس کا نام عیسیٰ رکھنا کہ وہ اپنی امت کو اگلے گناہوں سے بچاوے گا''۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

''تو اس کا نام یسوع یعنی نجات دینے والا رکھنا، اس واسطے کہ وہ اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا''۔

دیکھو بعد کے نسخے میں یہ نئی عبارت ''یعنی نجات دینے والا'' ملائی گئی، اور ۱۸۴۴ء والے نے کچھ سوچ کر اس پر علیحدگی کا نشان کر دیا ہے۔

(۲) چھٹے باب کا ۷ ورس (نسخہ ۱۸۱۶ء):

"فإذا صليتم لا تلغوا كالعوام"۔

یعنی جب تم دعا مانگو، عوام کی طرح لغویات نہ بولا کرو، یا لغو حرکت نہ کیا کرو۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"إذا صليتم لا تكثروا الكلام كالوثنيين"۔

(نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"اور جب تم دعا مانگتے ہو، بت پرستوں کی مانند زیادہ بک بک نہ کرو"۔

دیکھو پہلے نسخے اور پچھلے نسخوں میں دو طرح کا فرق ہے:

ایک یہ کہ پہلے میں "عوام" اور پچھلے میں "بت پرست" اور ان میں خاص وعام کا فرق ہے۔

دوسری یہ کہ پہلے نسخے سے لغو حرکت کی بھی ممانعت معلوم ہوتی ہے، اور پچھلے نسخوں سے نہیں۔

(۳) اسی انجیل کے چھٹے باب کا ۱۱ درس (نسخہ ۱۸۱۶ء):

"هب لنا كفافاً من الخبز"۔

یعنی گذران کے موافق ہمیں روٹی دے۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

"خبزنا الذی للغد آتنا الیوم"۔

یعنی ہماری آئندہ کل کی روٹی ہمیں آج ہی دے دو۔

دیکھو کتنا فرق ہے، پہلا ترجمہ زہد پر اور دوسرا ترجمہ کمال حرص پر دلالت کرتا ہے۔

(۴) اسی انجیل کے دسویں باب کا ۲۵ درس (نسخہ ۱۸۱۶ء):

"خداوند خانہ رابہ بعلزبول مسمی نمودند"۔

اور اکثر نسخے اس کے موافق ہیں۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

"صاحب خانہ کا نام بعلزبوب یعنی دیوؤں کا سردار رکھا ہے"۔

اس نسخہ میں بعلزبوب کی تفسیر بڑھائی گئی ہے۔

اور ۱۸۴۴ء والے نے کچھ سوچ کر اس پر بھی علیحدگی کا نشان کر دیا ہے۔

(۵) گیارہویں باب کا ۱۴ ادرس (نسخہ ۱۸۱۱ء):

"فإن أردتم أن تقبلوه فهو ايليا المزمع أن ياتي"۔

(نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"اگر تم قبول کیا چاہتے ہو تو ایلیا جو آنے والا تھا یہی ہے"۔

(نسخہ ۱۸۱۶ء):

"فإن أردتم أن تقبلوه فهذا هو المزمع بالإتيان"۔

دیکھو ان نسخوں میں ایلیا کی کمی بیشی ہے، چاہے یہ کہو کہ پہلے نسخوں میں تحریف کرکے بڑھایا گیا یا یہ کہو کہ پچھلے نسخہ سے تحریف کرکے اڑا دیا گیا۔

(۶) سولھویں باب کا ۱۴ ادرس (نسخہ ۱۸۱۶ء):

"گفتند کہ بعضے یحیٰ تعمید دہندہ و بعضے الیاس و بعضے ارمیا"۔

(نسخہ ۱۸۱۴ء):

"بعضے کہتے ہیں کہ تو یحیٰ اصطباغی ہے، اور بعضے الیاس اور بعضے یمبا کا بیٹا"۔

دیکھو یہاں ارمیا کے نام کو بدل ڈالا۔

(۷) اٹھارہویں باب کا ۲۴ درس (نسخہ ۱۸۱۶ء):

"أتى عليه بمديون عشرة آلاف قنطار"۔

(نسخہ ۱۸۱۶ء):

"شخصے را نزد وے آوردند، مبلغ دہ ہزار قنطار بدہ کار بود"۔

(نسخہ ۱۸۱۴ء):

"وہ ایک کو جس پر اس کے دس ہزار توڑے قرض تھے اس کے سامنے لائے"۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

"ایک کو جس پر اس کے دس ہزار یعنی قریب ۳۴۲ لاکھ روپے کے قرض تھے لائے"۔

دیکھو اولاً تو یہاں اختلاف ہے، اور ثانیاً پچھلے نسخے والے نے اتنی عبارت "۳۴۲ لاکھ" تفسیر کے طور اپنے طرف سے ملا کر کلام ربانی کا جزء بنا دیا۔

(۸) انیسویں باب کا ۱۷ ادرس (نسخہ ۱۸۲۴ء):

"تو مجھے کیوں اچھا کہتا ہے؟ اچھا تو کوئی نہیں مگر ایک جو خدا ہے، اور اگر تو چاہتا ہے کہ زندگی میں داخل ہو تو احکام نگاہ رکھ"۔

اور سب نسخے اس کے موافق ہیں مگر ۱۸۳۹ء میں یوں ہے:

"اس نے اس سے کہا: تو مجھ سے کیوں نیکی کا سوال کرتا ہے، نیکی تو یہی ہے کہ اگر تو اس زندگی میں داخل ہوا چاہے تو حکموں پر عمل کر"۔

دیکھو اس تثلیث والے مترجم نے کیسی تحریف کی، اور تثلیث کے بطلان کو کیسا مٹا دیا، اگر چہ یہ تحریف اب تک نسخوں میں پھیلی نہیں، مگر تعجب نہیں کہ پھیل جائے گی، اور جب پہلے کے نسخے جاتے رہیں گے تو عیسائی لوگ کہنے لگیں گے کہ انجیل اول کے مؤلف نے یوں ہی لکھا ہے۔

یوحنا کی انجیل

(۱) ساتویں باب کا ۴۰ درس (نسخہ ۱۸۱۶ء):

"بدرستیکہ ایں پیغمبر ہمانست"۔

(نسخہ ۱۸۱۴ء):

"بہتیروں نے کہا کہ حق ہے یہ وہ پیغمبر ہے"۔

(نسخہ ۱۸۱۶ء):

"وھذا الرجل نبی"۔

دیکھو پچھلے مترجم نے کیا غضب کیا کہ "ھذا ھو النبی" کی جگہ جس کا ترجمہ ''این پیغمبر ہمانست'' یا ''یہ وہ نبی ہے'' ہوتا ہے، فقط نبی کا لفظ لکھ گیا، اور ایک بڑا مطلب الٹ دیا، کیونکہ پہلوں کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کو یحیٰؑ اور مسیح کے سوا ایک اور پیغمبر کا بھی انتظار تھا، اور یہ مضمون عربی ترجمے سے بالکل جاتا رہا، اور اسی طرح اور جگہ بھی ہے، جو کتاب استفسار کے سولہویں استفسار کے ناظر پر ظاہر ہوتا ہے۔

فائدہ

جاننا چاہیئے کہ ترجموں کے اس قسم کے اختلاف (۱) کہیں تو اصل کے اختلاف کے سبب ہیں، اور (۲) کہیں پادریوں کی خیانت کے سبب اور (۳) کہیں ان کی نالیاقتی اور قلت اجتہاد کے سبب، اور (۴) کہیں لفظ مشترک ہونے کے سبب بھی ہیں، اور ہم ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ترجموں کے سب اختلاف اصل کے اختلاف کے سبب ہیں اور اگر کوئی شخص نادانستگی سے ایسا کہے تو وہ دلیل اس کی نادانستگی کی ہے، اور بعض وقت پادری لوگ اس کے جواب میں دونوں اخیر کے اسباب کو اختیار کرتے ہیں، اور شروع کے دونوں اسباب سے انکار کر بیٹھتے ہیں تو وہ محض جھوٹے ہیں، جیسا کہ ساتویں ہدایت کے اندر اور اس بارھویں ہدایت کی اسی پہلی قسم میں معلوم ہوگیا۔

دوسری قسم

بعض پرانے نسخوں کے بیان میں

عہد عتیق کی کتابوں کا کوئی مکمل عبرانی نسخہ دسویں صدی کے قبل کا لکھا ہوا
بائبل کی تصحیح کرنے والوں کو نہیں ملا، اور ایک پرانا عبرانی نسخہ یعنی کوڈکس لادیانوس جو
ڈاکٹر کنی کاٹ کے ہاتھ آیا تھا، سو وہ اس کو دسویں صدی کا لکھا ہوا بتلاتا تھا اور موسیوڈی
روسی اسکو گیارہویں صدی کا لکھا ہوا کہتا تھا، اور اس کی صحت کا یہ حال تھا، کہ جب وِنڈرز
ہوٹ نے صحت کا دعویٰ کر کے بڑے زور وشور سے عہد عتیق کا عبرانی متن چھپایا تو اس
نسخہ سے چودہ ہزار جگہ میں اختلاف کیا، جن میں دو ہزار سے زائد اختلاف تو توریت
میں تھا، اور اب پادری لوگ جو مسلمانوں کے مقابلے میں دعوے کر کے بعض پرانے
نسخوں کی نشان دہی کر کے کہا کرتے ہیں کہ یہ نسخے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے بہت پیشتر
کے لکھے ہوئے ہیں، اور وہ سب موجودہ نسخوں کے موافق ہیں تو ایسے بڑے پرانے
سندی نسخے ان کے نزدیک تین ہیں۔

پہلا نسخہ - کوڈکس اسکندریانوس

کوڈکس (۱) اسکندریانوس یا الکسنڈرینوس جو ملک انگلستان میں لندن کے
کتب خانہ میں ہے، اور اس کو بائبل کی تصحیح کرنے والوں نے سب نسخوں میں سے اول
درجہ پر مقرر کر کے اول نمبر لگایا تھا۔

---

(۱) **کوڈکس اسکندریانوس:** کوڈکس کے معنی آئین کی کتاب کے ہیں، اور اسکندریانوس کے معنی اسکندریہ والی، اور چونکہ یہ کتاب اسکندریہ میں تھی تو اس لئے اس کو کوڈکس اسکندریانوس کہتے ہیں، یعنی آئین کی کتاب اسکندریہ والی ۱۲ منہ

دوسرا نسخہ - کوڈکس واٹی کانوس

دوسرا کوڈکس (۱) واٹی کانوس جو اٹلی کے ملک میں شہر روم کے کتب خانے میں ہے اور اس کو بائیبل کی تصحیح کرنے والوں نے دوسرے درجہ میں مقرر کر کے دوسرا نمبر لگایا تھا، اور ان دونوں نسخوں میں عہد عتیق کی کتابوں میں سے ایک کا بھی اصل عبرانی نسخہ نہیں ہے، بلکہ ان دونوں میں یونانی ترجمہ کے نسخے ہیں، سو عہد عتیق کا ایسا کامل عبرانی نسخہ جو دسویں صدی سے قبل کا لکھا ہوا ہو، پادری لوگ بھی اس کی نشاندہی نہیں کر سکتے، اور ان دونوں نسخوں کی صحت کا یہ حال ہے کہ عہد عتیق اور جدید کے کسی دو پرانے نسخوں میں ایسا اختلاف نہیں جیسا ان دونوں میں ہے، جیسا کہ ہارن تصریح کرتا ہے، اور جب ان پرانے نسخوں میں خود آپس میں ایسا اختلاف ہو تو اب کے نسخوں کے ساتھ مطابقت اور کلی موافقت کا تو کیا ذکر رہا۔

تیسرا - کوڈکس افریمی

تیسرا کوڈکس افریمی جو شہر پیرس کے ایک کتب خانہ میں موجود ہے، اور اس میں فقط عہد جدید کی کتابیں ہیں، اور عہد عتیق کی ایک کتاب بھی اس میں نہیں، سو اب ہمارے لئے ضروری ہوا کہ ان تینوں نسخوں کی حقیقت کو دریافت کریں، اور پادریوں کے ان دونوں دعووں کے بارے میں بتلا دیں کہ یہ محض مغالطے ہیں۔

کوڈکس اسکندریانوس کا حال

سو کہتا ہوں کہ کوڈکس اسکندریانوس کے حال میں ہارن صاحب اپنی تفسیر کی

---

(۱) یہ کتاب واٹیکن میں جو روما شہر میں ہے تھی، اس لئے اس کو کوڈکس واٹی کانوس کہتے ہیں، یعنی آئین کی کتاب جو واٹیکن میں تھی ۔۱۲ منہ

دوسری جلد کے صفحہ ۳۷ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

''یہ نسخہ چار جلدوں میں ہے، ان کی پہلی تین جلدوں میں عہد جدید کی جھوٹی اور سچی کتابیں ہیں اور چوتھی جلد میں عہد جدید اور کلیمنٹ کا پہلا خط جو گرنتھوں کو لکھا تھا، اور جھوٹا زبور جو سلیمان کی طرف منسوب ہے، اور عہد جدید کے اندر متی کی انجیل میں پہلے باب سے پچیسویں باب کے چھٹے درس تک اور یوحنا کی انجیل میں چھٹے باب کے پچاسویں درس سے آٹھویں باب کے ۵۲ درس تک اور گرنتھوں کے دوسرے نامہ میں چوتھے باب کے ۱۳ درس سے ۱۲ باب کے ۷ درس تک غائب ہے، اور زبور سے پہلے اتھانے سیش کا ایک خط ہے، اور زبور کے بعد اس کی ایک فہرست ہے جو دن رات کے ہر ہر گھنٹے کی نماز میں پڑھی جاتی ہے، اور چودہ دھرم گیت ہیں جن میں سے گیارہواں حضرت مریم کی تعریف میں ہے، ان میں سے بعض جھوٹی ہیں، اور بعض انجیل سے ماخوذ ہیں۔

اور یوسی بیس کے دلائل زبوروں پر لگے ہیں، اور اس کے قانون انجیلوں پر، اور بعضوں نے اس نسخے کی بہت ہی مدح کی ہے، اور بعضوں نے بہت تحقیر اور مذمت کی ہے، اور اس کے بڑے سخت دشمنوں میں وٹسٹین سردار معلوم ہوتا ہے، اور اس کے پرانے ہونے پر گفتگو ہے، گریب اور شلز گمان کرتے ہیں کہ شاید یہ نسخہ چوتھی صدی کے اخیر کا لکھا ہوا ہو۔

میکالس کہتا ہے کہ (۱) اس نسخے کے قدیم ہونے کی یہی حد ہے یعنی اس سے زیادہ پرانا نہیں مان سکتے، کیونکہ اس میں اتھانے سیش کا خط موجود ہے، اوڈن اس کو دسویں صدی کا سمجھتا ہے، وٹسٹین پانچویں صدی کا جانتا ہے، اور اس کا یہ گمان ہے کہ شاید یہ نسخہ ان نسخوں میں سے ہو جو ۶۱۵ء میں سریانی ترجمہ کے لئے اسکندریہ میں جمع کئے گئے تھے۔

ڈاکٹر سملر ساتویں صدی کا سمجھتا ہے، موٹ فاکن کی یہ رائے ہے کہ نہ

(۱) اور یہ اس کی رائے نہیں، اس کی رائے آگے آتی ہے۔ ۱۲ منہ

نسخہ اسکندریانوس اور نہ کوئی اور نسخہ چھٹی صدی کے پیشتر کا یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے، میکالس سمجھتا ہے کہ یہ نسخہ اس زمانے میں لکھا گیا جب کہ عربی زبان مصریوں کی بولی ہوگئی تھی، یعنی مسلمانوں کے اسکندریہ پر تسلط کرنے کے ایک یا دو صدی بعد، اس لئے کہ اس کا کاتب میم اور با بدل کر ایک کو دوسرے کے مقام پر بہت سی جگہوں پر لکھ گیا ہے، جیسا عربی زبان میں اکثر ہوجاتا ہے، اور وہ اس دلیل سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ وہ نسخہ آٹھویں صدی سے پیشتر کا نہیں ہے۔

وائڈ یہ سمجھتا ہے کہ یہ نسخہ چوتھی صدی کے اواسط یا اواخر کا لکھا ہوا ہے، اور ہم اس سے زیادہ اس کو پرانا نہیں مان سکتے، کیونکہ اس میں ابواب اور فصول موجود ہیں، اور اس میں یوسی بیس کے قانون کا حوالہ بھی ہے، اور اسپائن نے وائڈ کی دلیلوں پر اعتراض کیا ہے، اس نسخہ کے چوتھی یا پانچویں صدی کے ہونے کے بارے میں جو دلیلیں لائی گئیں ہیں وہ یہ(۱) ہیں:

۱۔ پولوس کے نامجات میں ابواب کی تقسیم نہیں ہے حالانکہ ۳۹۶ء میں یہ تقسیم ہوگئی تھی

۲۔ اس میں کلیمنٹ کے نامے ہیں جن کا چھپنا کونسل لوڈیسیا اور کارتھج میں منع ہوگیا تھا۔

یہاں سے شلز نے یہ بات سمجھی ہے کہ وہ نسخہ ۳۶۴ء سے پہلے لکھا گیا۔

۳۔ اور وہ ایک نئی دلیل لاتا ہے کہ چودھویں دھرم گیت میں ایک جملہ ہے، جو ۴۴۴ء ۴۴۶ء میں موجود تھا، اسی سبب سے وہ نسخہ اس سے پیشتر کا لکھا ہوا ہوگا۔

ڈسٹین گمان کرتا ہے کہ نسخہ مذکورہ جیروم کے زمانے سے پیشتر لکھا گیا ہو گا، اس لئے کہ یونانی متن کو پرانے اٹالین ترجمہ سے بدلا ہے، وہ کہتا ہے کہ کاتب نہیں جانتا، کہ عربوں کو ہگارین کہتے تھے، اس لئے کہ اس نے کہ ''اگاراؤ''

---

(۱) اس نسخہ کے چوتھی یا پانچویں صدی کے ہونے کے دلائل۔۱۲ منہ

کے بدلے میں ''اگوراو'' لکھا ہے، دوسروں نے کہا ہے کہ یہ صرف غلطی ہے، اس لئے کہ اگاراون پچھلے درس میں آچکا ہے۔

میکالس کہتا ہے کہ ان دلیلوں سے کچھ ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ نسخہ کسی اور پرانے نسخے سے ضرور نقل ہوا ہوگا، اور چونکہ ٹھیک ٹھیک نقل ہوا ہے، تو یہ ساری دلیلیں اس نسخے سے تعلق رکھیں گی، نہ نسخۂ کوڈکس اسکندریانوس سے، البتہ صرف خط اور حرفوں کی شکل اور اعراب کے نہ ہونے سے کچھ فیصلہ ہوسکتا ہے۔

جو دلیلیں اس بات کے ثبوت کے لئے کہ وہ نسخہ چوتھی صدی کا نہیں ہے پیش کی گئی ہیں، وہ یہ ہیں کہ ڈاکٹر سملر خیال کرتا ہے کہ زبوروں کی بہتری کے بارے میں اتھانے سیئش کا خط اس کی زندگی میں تو لگایا جانا محال معلوم ہوتا ہے، اس خط سے اوڈن نے دلیل پکڑی ہے کہ یہ نسخہ دسویں صدی کا ہے، یہ نامہ جھوٹا ہے، اور اتھانے سیئش کی زندگی میں یہ جعل نہیں ہوسکتا تھا، اور دسویں صدی میں جعل سازی کا بڑا زور شور تھا''۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

کوڈکس واٹیکانوس کا حال

اور کوڈکس واٹیکانوس کے حال میں وہی ہارن اپنی تفسیر کی اسی دوسری جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

''ترجمہ سپٹواجنٹ کا جو ۱۵۹۰ء میں اس نسخہ سے منقول ہوکر چھپا ہے، اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ ۳۸۷ء سے قبل کا یعنی چوتھی صدی کے اخیر کا لکھا ہوا ہے، موٹ فاکن اور بلین چینی پانچویں یا چھٹی صدی کا، اور ڈیوین ساتویں صدی کا، اور ہگ چوتھی صدی کے شروع کا، اور بشپ مارش پانچویں صدی کے اخیر کا کہتا ہے، اور عہد عتیق و جدید کے اور کسی دو نسخوں میں ایسا اختلاف نہیں، جیسا کوڈکس اسکندریانوس اور اس نسخے میں اختلاف ہے، اور

اس نسخے میں عہد عتیق کے اندر کتاب پیدائش کے چھیالیس باب پہلے باب سے چھیالیسویں باب تک، اور زبور کے ۳۲ زبور ۱۰۵ سے ۱۳۷ تک، اور عہد جدید کے اندر نامہ عبرانیہ میں نویں باب کے ۱۴ درس سے آخر نامہ تک اور تمتھی کے دونوں نامے اور طیطس کا نامہ اور نامہ فلیمون اور پوری کتاب مشاہدات غائب ہیں، اور پندرھویں صدی میں کتاب مشاہدات یوحنا اور نامہ عبرانیہ کا آخر لکھ کر اس کے ساتھ ملایا گیا ہے، اور بہت جگہوں میں جو حروف مٹ بگڑ گئے تھے ان کو کسی خبردار ہاتھ نے دوبارہ بنادیا ہے، اور اس شخص نے اس نسخے کی عبارت دوسرے نسخوں سے جہاں مختلف دیکھی، تو دوسرے نسخوں سے لیکر عبارت کو اس نسخے میں داخل کردیا ہے لیکن اصل کو بھی رہنے دیا ہے اور بعض جگہ دلیری کرکے اس کے لفظوں کو چاقو سے چھیل دیا ہے، اور چونکہ اس نسخہ میں اور اسی طرح نسخہ اسکندریانوس میں ارجن کے نشان نہیں ہیں، اس سے ڈاکٹر کنی کاٹ نے دلیل پکڑی ہے کہ یہ دونوں نسخے نہ ارجن کے نسخہ سے نقل کیے گئے ہیں اور نہ اس کی ان نقلوں سے جو اس کے زمانے کے قریب تیار ہوئے تھے، بلکہ مدت کے بعد ان نقلوں سے تیار ہوئے جن میں وہ نشان نہ تھے، اور وہ نشان نقلوں میں لکھنے موقوف ہوگئے تھے"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

کوڈکس افریمی کا حال

اور کوڈکس افریمی کے حال میں وہی ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۹۴ و ۹۵):

"کہ عہد جدید کے اندر اس نسخے میں بہت سی کمیاں پائی جاتی ہیں، جن کو اولاً وٹسٹین نے، اور ثانیاً گریسباخ اور میکالس نے وٹسٹین کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اور ان کمیوں کے علاوہ یہ بات ہے کہ بہت جگہ سے پڑھا بھی نہیں جاتا، اور

وٹسٹین کا خیال ہے کہ یہ نسخہ ان نسخوں میں سے ایک ہے، جو اسکندریہ میں سریانی ترجمہ کے مقابلے کے لئے جمع کئے گئے تھے، لیکن کوئی دلیل اس امر کی نہیں، اور نامہ عبرانیہ کے ۸ باب کے ۷ درس پر ایک حاشیہ لکھا ہوا ہے اس سے وہی محقق استدلال پکڑتا ہے کہ یہ نسخہ ۵۴۲ء سے پہلے کا لکھا ہوا ہے، لیکن اس کی دلیلوں کو میکالیس فیصل نہیں سمجھتا، اور خود اتنا کہتا ہے کہ پرانا ہے، اور بشپ مارش ساتویں صدی کا لکھا ہوا کہتا ہے، اور اس کی عبارت ترجمہ لاطینی سے ملتی ہے، لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں کہ اسے خراب کر کے ترجمہ لاطینی کے موافق بنالیا ہے، اور اس نسخہ میں کسی محقق نے تبدیلی کی ہے، اور گریسباخ سمجھتا ہے کہ یہ تبدیلی اس نسخے کے لکھے جانے کے بعد بہت عرصے کے بعد ہوئی ہے، اور اس نے بہت سی عبارتوں کو چھیلا ہے"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

خلاصۂ کلام

میں کہتا ہوں کہ ان اقوال کے ملاحظہ سے صاف یہ بات کھلتی ہے کہ ان تینوں نسخوں کی بابت کوئی قطعی سند اس بات کی نہیں کہ کس صدی میں لکھے گئے ہیں، اور نہ ان میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ جیسے ہماری اکثر کتابوں کے آخر میں کاتب اپنا نام لکھ کر لکھ دیتا ہے، کہ فلاں سن یا فلانے بادشاہ کے عہد میں میں نے اس کتاب کو لکھا ہے، بلکہ پرانا کاغذ یا رسم خط یا اور ایسے ایسے امور کو دیکھ کر بعض لوگ اٹکل اور گمان سے کہتے ہیں کہ شاید یوں ہو، اور بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ شاید یوں ہو، اور ان سب میں جو سب سے زیادہ معتبر کوڈکس اسکندریانوس کا نسخہ ہے، اس کو انتہائی قدیم ثابت کرنے والوں کی دلیلوں میں سے وائڈ کی دلیلوں کو تو اسپائن نے رد کیا ہے اور وٹسٹین کی دلیلوں کو دوسروں نے رد کیا ہے، اور میکالس نے تو سب کی دلیلوں کی اچھی طرح سے

تردید کردی ہے۔

اور اس کی یہ دلیل معقول ہے کہ مسلمانوں کے اسکندریہ پر تسلط پانے کے بعد اس وقت میں لکھا گیا ہوگا جب عربی زبان مصریوں کی بولی ہوگئی تھی، کیونکہ اس کا کاتب بہت مقامات میں میم اور با کو بدل کر ایک کو دوسری کی جگہ لکھتا ہے، اور ڈاکٹر سملر اور اوڈن کا خیال بھی مضبوط ہے، سو اب غالب یہی ہے کہ دسویں صدی کا لکھا ہوا ہو، جیسا کہ اوڈن کہتا ہے، یا آٹھویں صدی کا، جیسا میکالس کہتا ہے، اور شاید ساتویں صدی کا ہو، جیسا سملر کہتا ہے، لیکن یہ بعید ہے، اس لئے کہ ساتویں صدی کے اوائل میں تو مسلمانوں نے مصر پر تسلط پایا ہے، پس اتنی جلدی عربوں کی بولی مصریوں کی بولی عام طور پر نہیں بن سکتی، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید ساتویں صدی کے آخر میں لکھا گیا ہو، سو اس بڑے مستند نسخے کے بارے میں فنڈر صاحب کا یہ دعویٰ کہ یہ نسخہ ہجرت سے دو سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے، بالکل غلط ہے، رہے دو باقی نسخے سومونٹ فاکن علی الاعلان کہتا ہے کہ:

"نہ نسخہ اسکندریانوس اور نہ کوئی اور نسخہ چھٹی صدی کے پیشتر کا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے"۔

اور ڈیوپن کوڈکس واٹیکانوس کو ساتویں صدی کا بتلاتا ہے، اور کوڈکس افریمی کی بڑی قدامت کی جو دلیلیں تھیں ان کی میکالس نے تردید کردی، اور خود صرف اتنا اقرار کیا کہ ہاں پرانا ہے، اور بشب مارش نے اسے ساتویں صدی کا بتلایا، سو اب فنڈر صاحب کا ان دونوں نسخوں کے بارے میں یہ دعوی کہ کوڈکس واٹیکانوس ہجرت سے تقریباً دو سو برس پہلے کا ہے، اور کوڈکس افریمی اسکندریانوس کی طرح یعنی ہجرت سے دو سو پہلے کا لکھا ہوا ہے، بالکل غلط ہے، اور دو تین عیسائی علماء کا خیال اور وہ بھی اس

طرح کہ شاید یوں ہو، یا یوں ہو، ہرگز سند نہیں، لازم ہے کہ پادری لوگ اہل اسلام کے مقابلے میں ایسے خیالات فاسدہ کو پیش نہ کیا کریں، ہاں اگر خیالات اور اٹکلوں کے سوا کوئی اور دلیل رکھتے ہوں تو اس کو بلاشبہ ظاہر کریں اور اگر کہیں کہ محض خیال اور گمان کو مقابل کے مخالف دلیل بنانا صحیح ہے تو کہا جائے گا کہ اب ہمارا گمان بھی دلیل بن جائے گا، اور وہ یہ ہے کہ یہ نسخے جعلی ہیں، اس لئے کہ جب اسلام کا غلبہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایسا ہوگیا کہ خود انگریزی مؤرخ اقرار کرتے ہیں کہ اس کی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی، جیسا کہ تاریخ ہند کا مؤلف (جس نے وزیٹر جنرل ملک مغربی کی اعانت سے انگریزی تاریخوں سے منتخب کر کے اردو میں ترجمہ کیا ہے) آغازِ اسلام کا حال کچھ لکھ کر یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۳ء):

"غرض شجاعت ذاتی اور حرارت دینی سے ہر طرف کے ملکوں پر اتنے تھوڑے عرصے میں غالب ہوگئے کہ نظیر اس کی کسی قوم کی تواریخ میں پائی نہیں جاتی، بلکہ سلطنتوں کی سلطنتیں انکے قبضہ میں آئیں، اور وہاں کے لوگوں نے پیروی دین اسلام کی قبول کی"۔

(یہاں تک اس تاریخ کی عبارت تھی)

اور روز بروز وہ غلبہ ہوتا چلا جاتا تھا، اور پوپ نے بہت کچھ مکائد کئے، مثلاً یہ کہ عجیب وغریب حکم دیکر عیسائیوں کو مسلمانوں سے لڑائیوں پر ابھارا، جن میں چالیس لاکھ یورپ والے کام آئے، اور اسی طرح منجملہ انہیں مکائد کے یہ چال بھی چلی کہ دو ایک نسخے دسویں صدی کے (جس صدی میں مسیحیوں میں جعلسازی کا بڑا ہی رواج تھا) یا اس کے بعد کے لے کے یہ ظاہر کیا کہ اسلام کے ظہور سے پہلے کے لکھے ہوئے ہیں، تاکہ اس حیلے سے عوام کو کچھ اپنے جال میں پھنسائے رکھیں، اور یہ بات بہت ہی قرین قیاس ہے، اس لئے کہ جب موشیم کی تصریح کے موافق عیسائیوں میں دوسری ہی صدی

سے جھوٹ بولنا مستحبات دینی میں سے ہوگیا، اور ان کے سلف نے عوام کو فریب دینے کے لئے سینکڑوں اناجیل اور نامجات اور مشاہدات اور دوسری کتابیں جعلی بناڈالی تھیں، تو پوپ اور متعلقین پوپ سے کہ جن کے وصف میں پروٹسٹنٹوں نے کتابوں کی کتابیں لکھی ہیں، ایک دو نسخے کا بناڈالنا کیا بعید ہے، اور ہمارے اس خیال کی اور بھی دو امور سے تائید ہوتی ہے۔

اول

اول یہ ہے کہ نسخہ اسکندریانوس میں بہت سی جھوٹی کتابیں بھی ہیں، سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے کا لکھنے والا اس زمانے کے بعد ہوا ہو، جس میں جھوٹ سچ پر ایسا غالب ہوگیا تھا کہ دونوں میں مسیحی حضرات کو تمیز نہ رہی تھی اور یہ امر تو دسویں صدی کے گذرنے کے بعد خوب خیال میں آتا ہے۔

دوم

دوم یہ کہ چودہ پندرہ سو برس تک کاغذ اور حروف کا باقی رہنا عادۃً مستبعد ہے، خصوصاً اس بات کا لحاظ کر کے کہ شروع کی صدیوں میں نگہداشت اور لکھنے کا طریقہ اچھا نہ تھا، جیسا کہ چوتھی ہدایت کے اندر گذرا، تو اب پادریوں کا ایک یہ دعویٰ کہ یہ نسخے محمد ﷺ کے زمانے کے پیشتر کے لکھے ہوئے ہیں، غلط ہوگیا۔

رہا دوسرا دعویٰ سو وہ بھی غلط ہے، اس لئے کہ خود ان کے علماء کی تصریح کے موافق پہلے نسخے میں عہد عتیق اور جدید دونوں کے اندر ایسی جھوٹی کتابیں ہیں جن کو پروٹسٹنٹ لوگ یقینی طور پر واجب الرد سمجھتے ہیں، اور اس نسخہ کی بعضوں نے بہت ہی تحقیر اور مذمت کی ہے، اور اس کے بڑے سخت دشمنوں کا وٹسٹین سردار ہے، اور کوڈکس اسکندریانوس اور کوڈکس واٹیکانوس میں باہم ایسا اختلاف ہے، جیسا کہ بائبل کے کسی

دو نسخوں میں نہیں، اور کوڈکس واطیکانوس میں عہد عتیق اور جدید کے اندر کمی ہے، اور کوڈکس افریمی میں بہت سی کمیاں پائی جاتی ہیں، تو بھلا پھر یہ دعویٰ کہ وہ سب حال کے نسخوں کے موافق ہیں کس قدر غلط ہے۔

اور ہرگز ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ محمد ﷺ کے عہد سے پہلے عہد عتیق اور جدید کی کتابیں غیر محرف اور مستند تھیں اور محمد ﷺ کے ظہور کے بعد اہل کتاب نے انہیں محرف کرڈالا ہے، اور نہ یہ دعویٰ ہے کہ محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے عہد عتیق اور جدید کی یہ کتابیں جو آج کل مسیحیوں اور یہودیوں کے پاس ہیں، بالکل نہ تھیں، بلکہ دوسری تھیں، اور ان کتابوں کو اہل کتاب نے محمد ﷺ کے ظہور کے بعد بنالیا ہے، جیسا کہ پادری فنڈر صاحب عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اس قسم کی غیر واقعی باتیں اپنی کتابوں میں لکھا کرتا ہے، حالانکہ پہلے صاحب استفسار نے پھر میں نے بذریعہ تحریر ان کو متنبہ کردیا ہے کہ یہ بات غلط ہے، لیکن چونکہ پادری لوگوں کا مقصد عوام کو مغالطہ دینا ہوتا ہے اس لئے وہ کب کسی کی سنتے ہیں، اپنی ہی بات کہنے سے انہیں سروکار ہے، بلکہ ہمارا صحیح دعویٰ یہ ہے کہ تحریف محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے بھی بہت کچھ ظہور میں آئی ہے اور بعد میں بھی دسویں صدی مسیحی تک اس کا خوب چرچا رہا، اور یہ کتابیں گو محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے تھیں، مگر بے سند ہیں، اور ہرگز واجب التسلیم نہیں ہوسکتیں چنانچہ ان سب باتوں کا ذکر پہلی ہدایتوں میں گذرا اور ہمارے اس دعویٰ کا لحاظ کرکے ایک دو نسخے کا کیا ذکر، بالفرض اگر بہت سے نسخے محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے کے اسکندریانوس کے نکل بھی آدیں تو کیا خرابی ہے، بلکہ بعض باتوں کا فائدہ بھی ہے، کیونکہ وہ خود تحریف کی ایک دلیل بنیں گی، اور پرانے ہونے سے ان کتابوں کا صحیح اور مستند ہونا ثابت نہ کردیں گی۔

دیکھو اس بڑی مستند اسکندریانوس میں پروٹسٹنٹوں کے نزدیک بہت سی قطعاً جھوٹی کتابیں بھی ہیں، اور اس میں اور کوڈکس واٹیکانوس میں باہم ایسا اختلاف ہے جیسا اوپر گذرا، تو کیا اس پرانے ہونے سے وہ سب جعلی کتابیں مستند اور واجب التسلیم ہو جائیں گی؟

یا ان دونوں کے اختلافوں کو بھی سچا سمجھا جائے گا، اور اسی طرح ان اناجیل اور نامجات اور مشاہدات میں سے جن کو اب پروٹسٹنٹ جعلی سمجھتے ہیں اگر کسی کا نسخہ محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے کا یا اس وقت کا کسی کتب خانہ میں نکل آئے گا، یا اس بنیاد پر کہ وہ کتابیں بھی غالباً دوسری اور تیسری ہی صدی مسیحی کی تصنیف ہیں، کیا پروٹسٹنٹوں کے نزدیک مستند ہو جائیں گی؟ اور کیا جھوٹی دستاویز پرانی ہو کے عدالت میں مستند ہو جاتی ہے؟ حاشا وکلا، اور کوڈکس واٹیکانوس اور کوڈکس افریمی میں تو عیسائی حضرات تحریف سے بھی نہیں چوکے۔

تیسری قسم

جناب مسیح اور حواریوں کی گواہی کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ پادری لوگ ہمارے مقابلے میں اس انجیل مروج کے بعض درسوں کو نقل کر کے دلیل پکڑتے ہیں کہ مسیح اور حواریوں نے عہد عتیق کی کتابوں کی صداقت کی بابت گواہی دی ہے، سو یہ استدلال پانچ وجہ سے مخدوش ہے:

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ جب ہمارے نزدیک اس بائیبل کے سارے مجموعہ کی، کیا عہد عتیق کی کتابیں اور کیا عہد جدید کی، کامل طور سے مستند نہیں، اور نہ وہ متواتر ہیں، اور ان میں الحاق کا ہونا ان کے علماء محققین کے اقرار کے موافق یقینی ہے، اور مخالف اور موافق سلف سے خلف تک تحریف کی دہائی دیتے چلے آئے ہیں، تو اب ہمارے نزدیک یہ سارا مجموعہ مشکوک ہے، تو پھر اسی کے بعض درسوں سے اسی کی صداقت پر دلیل لانا دَور کو مستلزم ہے، اور مناظرے کے طریقے کے بالکل مخالف، اور ممکن ہے کہ یہ درس بھی الحاقی ہوں چنانچہ ہارن صاحب چوتھے سبب کے بیان میں یوں اقرار کرتا ہے کہ:

"یہ بات بھی محقق ہے کہ بعضی تحریفیں قصداً ان لوگوں نے بھی کی ہیں جو دیندار کہلاتے تھے، اور ان کے بعد وہی تحریفیں ترجیح دی جاتی تھیں، تا کہ مسئلہ مقبولہ کی تائید ہو، یا جو کچھ اعتراض اس پر وارد ہوتا ہے اٹھ جائے"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

پھر اس قسم کی مثالوں میں لکھتا ہے:

''مثلاً لوقا کے بائیسویں باب کا ۴۳ درس قصداً چھوڑا گیا، اور متی کے پہلے باب کے ۱۸ درس میں یہ الفاظ ''قبل اس کے کہ وہ ہم بستر ہوں'' اور ۲۵ درس میں یہ الفاظ ''اس کو پہلوتا بیٹا'' قصداً چھوڑے گئے ہیں، تا کہ مریم کی دائمی دوشیزگی میں شبہ نہ پیدا ہو، اور کرنتھیوں کے نامہ اول کے پندرہویں باب کے ۵ درس میں بارہ کی جگہ گیارہ بنائے گئے، تا کہ پولوس پر جھوٹ کا الزام نہ لگے، کیونکہ یہوداالیش کر یوتی تو مر چکا تھا۔

اور مرقس کے تیرہویں باب کے ۳۲ درس میں کچھ لفظ چھوڑ دیئے گئے، اور بعض مرشدوں نے بھی ان الفاظ کو رد کیا ہے، کیونکہ ان کو یہ خیال تھا کہ وہ لفظ ایرین فرقہ کے مؤید تھے۔

اور لوقا کے پہلے باب کے ۳۵ درس میں سریانی اور فارسی اور عربی اور اتھیو یک اور دوسرے ترجموں میں اور بہت سے مرشدوں کے حوالوں میں کچھ الفاظ بڑھائے گئے یوٹی کینس کے فرقے کے مقابلے میں، کیونکہ وہ اس بات کا منکر تھا کہ حضرت عیسیٰ میں دونوں صفتیں ہیں''۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

اور تیرہویں سوال کے جواب میں گذرا کہ پہلی ہی صدی میں مسیحی فرقوں میں سے ایک فرقہ ابیونی تھا، جو عہد عتیق کی کتابوں میں سے صرف توریت کو مانتا تھا، اور داؤد اور سلیمان اور یرمیا اور حزقیل علیہم السلام کے نام سے نفرت رکھتا تھا، اور ایک فرقہ مارسیونی تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ خدا دو ہیں، ایک خالق خیر کا، دوسرا خالق شر کا، اور کہتا تھا کہ توریت اور اسی طرح عہد عتیق کی کتابیں دوسرے خدا کی عطا کی ہوئی ہیں، اور یہ سب عہد جدید کے مخالف ہیں، سو یہ فرقہ عہد عتیق کی کتابوں کو الہامی نہ مانتا تھا، بلکہ ان

سے نفرت رکھتا تھا، اور ایک فرقہ مانی کنیر تھا، وہ کہتا تھا کہ وہ خدا جس نے موسیٰ کو توریت دی، اور عبرانی پیغمبروں کے ساتھ بولا، سچا خدا نہیں، بلکہ ایک شیطان ہے شیطانوں میں کا، اور انکا یہ عقیدہ ان کے عقائد کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ شیطان نے یہود کے پیغمبروں کو فریب دیا ہے، اور شیطان بھی موسیٰ اور یہودیوں کے پیغمبروں سے بولا ہے۔

پس جس طرح دیندار مسیحیوں نے قصداً وہ مذکورہ بالا تحریفیں اوپر ذکر کردہ امور کا لحاظ کر کے کی ہیں، اسی طرح ان فرقوں کی تردید کے واسطے دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی میں یہ چند درس بڑھا دیئے ہوں گے، اور چونکہ یہ درس جمہور عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق تھے اس لئے اس تحریف کو ہر ایک ترجیح دیتا چلا آیا، تا کہ مسئلہ مقبولہ کی تائید ہو، اور یہ حرکت تو عیسائی حضرات میں ایسی تھی کہ مخالف بھی اس کی دہائی دیتے چلے آئے ہیں، اور فاضل بت پرست سلسوس جو دوسری صدی میں تھا للکارتا تھا کہ عیسائیوں نے اپنی انجیلوں کو تین بار چار بار بلکہ اس سے بھی زائد بدلا ہے، جیسا کہ ساتویں ہدایت کے اندر گذرا، سو اب اس انجیل کے بعض درسوں سے ہم پر سند پکڑنا بالکل بے جا ہے۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض مان بھی لیں کہ یہ درس خاص طور سے الحاقی نہیں ہیں، گو ان کتابوں میں اور بہت کچھ الحاق ہوا ہو، تب بھی ان سے عہد عتیق کی ان سب کتابوں کی صداقت نہیں نکلتی، کیونکہ ان درسوں میں نہ ان سب کتابوں کے نام ہیں، اور نہ ان کی تعداد اور نہ شمار اور نہ ان سب انبیاء کا نام جن کی یہ تصنیف ہیں، سو ممکن ہے کہ توریت کے سوا اور کتابوں سے وہی کتابیں مراد ہوں، جو کھوئی گئیں، جن میں

سے بعض کا ذکر چوتھی ہدایت کے نویں وجہ کے اندر گذرا۔

اور وہاں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قدماء میں سے گریز اشسٹم علی الاعلان للکارتا ہے کہ یہود نے غفلت بلکہ بے دینی سے بعض کتابیں کھودی ہیں، اور بعض کتابیں پھاڑ ڈالیں، اور بعضی جلادی ہیں، اور جسٹن پکارتا ہے کہ یہود نے بہت عبارتیں عہد عتیق سے نکال ڈالیں، تاکہ معلوم ہوجائے کہ عہد جدید پوری موافقت اس سے نہیں رکھتا۔

اور ممفرڈ کہتا ہے کہ:

"یہ بات کہ انہوں نے وہ کتابیں پھاڑ ڈالیں اور جلادیں نہایت غالب (قوی) معلوم ہوتی ہے"۔

اور کیتھولک مذہب کے دوسرے علماء بھی قدماء کی اس بات میں تصدیق کرتے ہیں، اور یہ بات کہ انہیں کتابوں کی طرف اشارہ ہو بہتر معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ان کے قدماء اور کیتھولک مذہب کے علماء کی تصریح کے موافق بشارات مسیحی ان کتابوں میں خوب واضح تھیں، اور ان کی عہد جدید سے اچھی مطابقت تھی، سو غالباً مسیح نے توریت کے سوا اگر حوالہ دیا ہوگا تو انہیں کتابوں کا دیا ہوگا۔

اگر کہو کہ نہیں ان سے وہ کتابیں مراد ہیں جو اس وقت میں یہودیوں میں مشہور اور مستعمل تھیں، سو کہوں گا کہ کون سی دلیل ہے کہ اس وقت میں وہ کتابیں مشہور اور مستعمل نہ تھیں، اور اگر کہو کہ نہیں وہ کتابیں مراد ہیں جن کو اس وقت میں یہودی الہامی سمجھتے تھے تو کہوں گا کہ وہ کتابیں بھی جو کھوئی گئیں الہامی تھیں، اور گریز اسٹم اور جسٹن اور کیتھولک مذہب کے علماء ان کے الہامی ہونے کا اقرار کرتے ہیں، اور بعض پروٹسٹنٹوں کا مجرد گمان کافی نہیں، اور ان کتابوں میں سے جواب عہد عتیق میں داخل

ہیں، دانیال کی کتاب کو جناب مسیح کے ہم عصر یہودی اور اسی طرح دوسرے متاخرین یہودی یوسیفس کے سوا الہامی نہیں سمجھتے تھے، اور نہ دانیال کو پیغمبر مانتے تھے، اور خرقیل کی کتاب پر بھی سنہدرم کے علماء یہود کو شبہ تھا کہ قانون میں داخل کی جائے یا نہیں۔

اور یہودی مؤرخ یوسیفس جس کا عیسائی لوگ اعتبار اور ادب کرتے ہیں، اور ۷۰ء سنہ عیسوی میں گذرا ہے صرف اتنا ہی لکھتا ہے کہ:

"ہمارے یہاں ہزاروں کتابیں نہیں کہ ایک دوسری کے مخالف اور متناقض ہوں، بلکہ ہمارے یہاں صرف بائیس کتابیں ہیں، اور ان میں تمام اگلے زمانوں کا حال ہے، اور وہ الہامی سمجھی جاتی ہیں پانچ ان میں سے موسیٰ سے آئیں ہیں سو ان میں آئین، اور عالم کی پیدائش سے موسیٰ کی موت تک کے احوال ہیں، اور اس کی موت سے بادشاہ اردشیر تک پیغمبروں نے اپنے اپنے وقت کا حال تیرہ کتابوں میں لکھا ہے، اور باقی چار کتابیں خدا کی حمد اور ثنا پر مشتمل ہیں"۔

(یہاں تک اس مؤرخ کا کلام تھا)

سو اس کی گواہی کے موافق توریت کے سوا عہد عتیق کی اور کتابوں کی کچھ بھی سند نہیں نکلتی، کیونکہ کہتا ہے کہ موسیٰ کی موت سے اردشیر کے زمانہ تک سب پیغمبروں نے تیرہ کتابوں میں حال لکھا ہے، اور باقی چار کتابیں حمد و ثنا پر مشتمل ہیں، تو سب ملکر سترہ ہوئیں، حالانکہ اب موسیٰ کی پانچ کتابوں کے علاوہ عہد عتیق کی چونتیس کتابیں الہامی مانی جاتی ہیں، اور ان سترہ کا بھی پورا ٹھکانا نہیں کہ ان چونتیس میں سے کون سی ہیں، یا ان کے علاوہ تھیں، کیونکہ وہی مؤرخ خرقیل کی طرف اور دو کتابیں منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ:

"خرقیل نے یروشلم کے غارت ہونے اور صدقیا کے بابل کو نہ دیکھنے کی بابت پیشینگوئی کر کے اس ملفوظ کو شیر وسام میں بھیجدیا تھا، اور وہ ملفوظ بھی

اب گم ہے"۔

شاید ان سترہ میں اس کے نزدیک یہ بھی داخل ہوں، اور موسیٰ علیہ السلام کی کتابوں کی بابت بھی فقط اتنی بات نکلتی ہے کہ پانچ کتابیں تھیں لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ یہی موجودہ پانچ کتابیں تھیں، یا وہ ان پانچ کتابوں کے لفظاً لفظاً موافق تھیں، بلکہ اس کی تاریخ سے تو اس کے برخلاف معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ بزرگوں کی تاریخوں کے بیان میں تیسری ہدایت کے اندر گذرا۔

اور کتاب استیر تو ۳۶۴ء تک مسیحیوں میں بھی واجب التسلیم نہیں تھی، اور سنٹ ملٹونی واجب التسلیم کتابوں کی فہرست میں اس کتاب کا نام درج نہیں کرتا، اور سنٹ گریگری نازین زن نے اپنے اشعار میں صحیح کتابوں کے نام ضبط کئے ہیں، اور اس کتاب کا نام نہیں لکھا، اور سنٹ ایم فی لوکیس نے اپنے اشعار میں جو سلیوکس کو لکھے تھے (اس کے واجب التسلیم ہونے پر) شبہ کیا ہے، اور سنٹ اتھانی سیش نے اپنی انتالیسویں چٹھی میں اس کتاب کو رد اور ناپسند کیا ہے، اور سناپ سلس کے مصنف نے اسے رد کیا ہے، اور کتاب القضات بعض مسیحی علماء کی تحقیق کے موافق خرقیا کی، اور بعض کی تحقیق کے موافق فیخاس کی تصنیف ہے، اور کتاب راعوث بعض کے نزدیک خرقیا کی اور کتاب نحمیا، معتبر عیسائی علماء کے موافق نحمیا کی تصنیف ہے، اور ایوب کی کتاب بعض علماء یہود اور بہت سے مسیحی علماء مثلاً محقق لیکلرک اور بشپ اشٹاک اور میکالس اور سملر وغیرہم کے نزدیک محض ایک جھوٹی کہانی ہے، اور کتاب امثال کا تیسواں باب اجور بن وقی کی اور اکتیسواں باب سموئیل کی تصنیف ہے۔

اور عیسائی مفسروں اور مؤرخوں کو اب تک تحقیق کے ساتھ معلوم نہیں کہ یہ دو شخص کون تھے، اور کس زمانے میں گذرے ہیں، اور نہ اب تک کسی دلیل سے یہ

بات ثابت ہوئی ہے کہ یہ دونوں شخص پیغمبر تھے، اور بعض کا محض گمان مخالف پر حجت نہیں، اور کتاب جامعہ کوٹا میودی کے علماء خرقیا کی تصنیف کہتے ہیں، اور نشید الانشاد کو عیسائی مذہب کے بڑے بڑے محقق بہت برا کہتے ہیں، اور وسٹن اسے ایک راگ اوباشانہ اور کاسٹیلیو ایک ناپاک راگ بتلاتا ہے جس کو کتب مقدسہ سے نکالنا ضروری ہے، تو اب ان علماء کی تحقیق کے موافق کتب مذکورہ الہامی نہیں، بلکہ بعضے تو محض ایک جھوٹی کہانی اور بعض ایک راگ اوباشانہ اور واجب الاخراج ناپاک راگ ہے، سو اب کس طرح مانیں کہ عہد عتیق کی ان ساری ۳۹ کتابوں کی بابت جناب مسیح اور حواریوں کی گواہی ہے۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ بھی مان لیں کہ ان درسوں میں انہی ۳۹ کتابوں کی طرف اشارہ ہے تو کہوں گا کہ جناب مسیح کے اقوال سے صرف اتنا ثابت ہوگا کہ یہ کتابیں اس وقت میں مشہور اور یہودیوں کے نزدیک مسلم تھیں، خواہ حقیقت میں ان کی تصنیف ہوں جن کی طرف یہ منسوب ہیں، خواہ نہ ہوں، اور ہر ہر معاملہ اور ہر ہر گذارش ان کی سچی ہو یا نہ ہو، اور یہ بات ثابت نہ ہوگی کہ ان میں سے ہر کتاب اسی شخص کی تصنیف ہے جس کی طرف وہ منسوب ہے، اور نہ یہ بات کہ ہر ہر جز اور ہر ہر بات ان کتابوں کی الہامی ہے، اور سچی ہے، بلکہ اگر کسی فقرے کا جناب مسیح نے یا کسی حواری نے حوالہ لیا ہوگا تو اس سے بھی اس فقرے کی یا اس کی دلیل کی ایسی صداقت ثابت نہ ہو جائے گی کہ پھر اس میں تحقیق کی حاجت نہ رہے، ہاں جہاں کہیں حضرت عیسیٰ نے خاص کر کے کسی پیشینگوئی یا حکم کے حق میں صاف صاف کھلم کھلا کہدیا ہوگا کہ یہ من جانب اللہ ہے تو وہ الہامی بھی مانا جائے گا، اور ان کے علاوہ سب مشکوک اور

سمعیات کے قاعدے کی تحقیق پر موقوف رہے گا، اور یہ بات کچھ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا، بلکہ عیسائی مذہب کے محقق علماء بھی لاچار ہوکر اس کے سوا چارہ نہیں دیکھتے۔

پیلی کے اقوال

پیلی اپنی کتاب کے تیسرے حصے کے تیسرے باب میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء مطبوعہ دارالسلطنت لندن):

"ہمارے شفیع نے بلاشبہ آئین موسوی کو من جانب اللہ کہا ہے، اور میں اس بات کو مشکل سمجھتا ہوں کہ اس کا آغاز اور وجود کسی اور کی طرف سے ہو، خصوصاً اس حال میں کہ یہودی لوگ جو مذہب میں آدمی، اور دوسری چیزوں میں مثل فن جنگ وصلح کے لڑکے تھے، خدا کی توحید کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں، اور ان کے مسئلے خدا کے باب میں بہتر ہوں، اور دوسرے لوگ بہت معبودوں کے قائل ہوں، اور بلاشبہ ہمارے شفیع نے اکثر ان پرانے لکھنے والوں کی نبوت کو تسلیم کیا ہے، اور ہم عیسائیوں کو اس حد تک جانا واجب ہے، اور سب عہد عتیق یا ہر ہر فقرے کی سچائی کے لئے یا ہر کتاب کی اصالت کے لئے یا لکھنے والے کی تحقیق کے لئے دین عیسوی کو مدعا علیہ ٹھہرانا بہت تو میں نہیں کہتا، لیکن بلا ضرورت تمام سلسلے کو مشکل میں ڈالنا ہے، یہ کتابیں عام طور پر پڑھی جاتی تھیں، اور ہمارے شفیع کے ہم عصر یہودی مانتے تھے، اور اس کے حواریوں نے معہ تمام یہودیوں کے ان کی طرف رجوع کیا ہے، اور اشارہ کیا ہے، اور استعمال میں لائے ہیں، پھر بھی اس استعمال اور رجوع سے اس کے سوا نتیجہ نہیں نکلتا کہ جہاں حضرت عیسیٰ نے کسی پیشینگوئی کے حق میں صاف کہدیا ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے وہ تو الہامی ہے، ورنہ فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت میں یہ کتابیں مشہور اور مسلم تھیں، اور اس صورت میں ہماری مقدس کتابوں کی یہود کی کتابوں کے لئے خوب گواہی ہے، لیکن اس گواہی کی خاصیت بھی سمجھنی چاہئے کہ وہ یقیناً اس

سے مختلف ہے جو بعض دفعہ بیان کی گئی ہے، یعنی خصوصاً ہر معاملے اور ہر رائے کا استحکام، بلکہ ہر کام کی علت کا بھی معہ اس علت کے قیاس کے۔

یعقوب اپنے نامہ میں کہتا ہے:

''تم نے ایوب کا صبر سنا ہے اور خداوند کا مطلب دریافت کیا ہے''۔

باوجود اس کے عیسائی مذہب کے علماء میں ایوب کی حقیقت بلکہ ایسے شخص کے وجود پر بھی ہمیشہ سے نزاع اور گفتگو رہی ہے، اور یعقوب کی گواہی اتنی ہی خیال کی گئی ہے کہ اس وقت میں یہ کتاب تھی، اور یہودی مانتے تھے اور بس۔

اور پولوس نے اپنے دوسرے نامہ میں جو تمتھی کو لکھا ہے ایسی ہی مناسبت رکھتا ہے، اور جس طرح یاناس اور یمبر اس نے موسیٰ کی مخالفت کی، اسی طرح وہ صدق کے مخالف ہیں، اور یہ نام عہد عتیق میں پائے نہیں جاتے اور معلوم نہیں کہ پولوس نے ان کو کسی جھوٹے ملفوظ سے لیا ہے، یا روایت کے ذریعہ معلوم کیا ہے، لیکن کسی نے یہاں یہ خیال نہیں کیا کہ پولوس اس جگہ ملفوظ سے سند لیتا ہے، اگر وہ حالات لکھے ہوئے تھے جن کو اس نے نقل کیا، یا وہ اپنے آپ کو اس روایت کی سچائی کا مدعا علیہ کرتا ہے، چہ جائے اس کے کہ اس نے ان سوالات کے سبب سے اپنے آپ کو مبتلا کیا ہو کہ اس کی تاریخ اور رسالت اس کے حال کی تحقیق پر موقوف ہے کہ آیا یاناس اور یمبر اس موسیٰ کے مقابلے میں آئے تھے یا نہیں، پھر کسی سبب سے چاہئے کہ اور حوالوں کی تحقیق کیجاوے۔

اور میری اس تقریر کا یہ مقصد نہیں کہ یہودیوں کی تاریخ کے دوسرے فقرے تاریخ ایوب اور یاناس اور یمبر اس کی نسبت بہتر گواہی نہیں رکھتے، بلکہ میں اور طرح پر خیال کرتا ہوں، اور میری مراد یہ ہے کہ عہد عتیق کے کسی فقرے کی طرف عہد جدید میں رجوع کرنے سے اس فقرے کی صداقت ایسی طے شدہ نہیں ہو جاتی کہ اس کے اعتبار میں یا اس کی دلیل خارجی میں جو اس کے اعتبار کی بنیاد ہے تحقیق کی حاجت نہ ہو، اور جائز نہیں کہ یہودیوں کی تاریخ کی نسبت یہ

قاعدہ مقرر کریں کہ یہودیوں کی کتابوں کی ہر بات سچی ہو ورنہ وہ سب کتابیں جھوٹی ہیں، کیونکہ یہ قاعدہ کبھی دوسری کتاب کے واسطے مقرر نہیں ہوا۔

اور اس امر کا بیان اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ والیٹر اور اس کے شاگردوں کا پچھلے دنوں سے یہ طریقہ ہوگیا ہے کہ یہود کی آڑ میں دین عیسوی پر وہ حملے کرتے ہیں، اور ان کے بعض اعتراض تو الٹا ترجمہ کرنے سے اور بعضے مبالغہ کرنے سے پیدا ہوئے ہیں، لیکن ان کے اعتراضوں کا مبنیٰ یہی ہے کہ حضرت مسیح اور پہلے معلموں کی گواہی موسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کی رسالت پر یہودیوں کی تاریخ کی ہر ہر بات اور ہر ہر جزو کی تصدیق کرتی ہے، اور عہد عتیق کے ہر حال کی سچائی کی دین عیسوی پر ضمانت واجب ہے"۔

(یہاں تک پیلی کا کلام تھا)

دیکھو کہ پیلی وہی کہتا ہے جو میں نے کہا ہے یا کچھ اور؟

پھر کہتا ہوں کہ اس محقق نے جو کچھ والیٹر اور اس کے شاگردوں کے اعتراضات کے بچاؤ کے واسطے بڑے سوچ بچار سے لکھا ہے، اس مروج الحال عیسائی مذہب کے واسطے حد درجہ تحقیق اور بچاؤ کی صورت ہے ورنہ ان پادری لوگوں کو ان لوگوں سے جن کو یہ لوگ ملحد کہتے ہیں، پیچھا چھڑانے کی کوئی صورت نہیں نکلتی، اور ملحدوں سے قطع نظر کرکے اپنے مروج مذہب کے علماء کے موافق بھی بہت ٹھیک کہتا ہے، اور جب اس کی تحقیق کے موافق عہد عتیق کی کتابوں کی ہر بات سچی نہیں، سو اس کے مطابق دیکھو ہم پر کچھ اعتراض نہیں، جب ہم کہتے ہیں کہ اس کے بعضے قصے جیسے لوطؑ کا اپنے بیٹیوں سے زنا کرنا اور داؤد کا اوریا کی بیوی سے زنا کرنا اور سلیمان کا مرتد بن کر مشرک ہو جانا اور بت خانے بنوانا اور ان کے علاوہ قصے بالکل جھوٹے ہیں، اور غالباً کسی بے ایمان ملحد نے اس قسم کی باتیں ان میں ملادی ہیں، خواہ مسیح کے زمانے سے

پہلے ہی ملائی ہوں خواہ بعد میں، یا وہ کتابیں جن میں ایسی ایسی باتیں ہیں پیغمبر لوگوں کی تصنیف نہیں۔

اگر یہ کہو کہ اگر ان کتابوں میں الحاق ہوتا یا وہ کتابیں ان پیغمبروں کی تصنیف نہ ہوتیں جن کی طرف منسوب ہیں تو پھر پہلے طبقے کے مسیحی یا اس وقت کے یہودی لوگ ہرگز ہرگز نہ کہتے کہ مثلاً موسیٰ کی کتاب یا یوشع کی کتاب، تو میں جواب دوں گا کہ اہل کتاب کے مذاق کے موافق یہ دونوں باتیں غلط ہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک جس کتاب میں شخص منسوب الیہ کے اکثر قول ہوں، اگرچہ ان کے ساتھ دوسرے کے قول بھی مل جاویں، یا اس کتاب میں اس کا کچھ حال ہو، گو وہ کتاب اس کی تصنیف نہ ہو اس کے بارے میں یوں کہنا صحیح ہے کہ "فلانے کی کتاب"۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۶۸):

"کہ محققین اور قاعدہ دانوں کے کہنے سے کہ الیڈ اور اڈیسی میں چند درس الحاقی ہیں کسی نے ان کتابوں کو ہومر کی تصنیف ہونے سے انکار نہیں کیا"۔

اور لارڈنر اپنی تفسیر کی دوسرے جلد میں اگناشس کے خطوں کے چھوٹے نسخوں کے بیان میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۷ء صفحہ ۶۷):

"جو عبارتیں اگناشس کے زمانے کے مناسب معلوم نہ ہوں تو ان سارے خطوں کو رد کردینے کے مقابلے میں یہ بات معقول ہے کہ ان فقرات کو الحاقی جانیں"۔

سو ان دونوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ الحاق کی وجہ سے یہ نہیں کہتے کہ "وہ کتاب فلاں کی تصنیف نہیں"۔

اور اسی طرح یوسفیس مؤرخ کی تاریخ میں بھی الحاق ہوا ہے، مثلاً وہ جملہ جس میں حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے یقیناً الحاقی مانا گیا ہے، جیسا کہ لارڈنر نے خوب محکم دلیلوں

سے ثابت کردیا ہے، پھر بھی یونہی کہتے ہیں کہ یوسفیس کی تصنیف ہے، اور ایسا ہی عیسائی مذہب کے دوسرے قدیم مشائخ کی کتابوں میں بھی یقیناً الحاق ہوا ہے، اور وہ کتابیں بدستور انہیں کی طرف نسبت کی جاتی ہیں، رہی دوسری بات وہ بیان کی محتاج نہیں، اس لئے کہ کتاب القضات اور کتاب راعوث اور کتاب استیر اور کتاب دوم سموئیل وغیرہا سب اس قسم کی کتابیں ہیں کہ جن کی طرف منسوب ہیں ان کی تصنیف نہیں، بلکہ محض اتنی مناسبت سے کہ منسوب الیہم کا حال ان میں لکھا ہوا ہے، ان کی طرف نسبت کی جاتی ہیں۔

اگر یہ بات کہی جائے کہ اگر دوسرے لوگ سستی کرتے تو مسیح تو نہ کرتے، سو ان کتابوں میں اگر ان سے پہلے تحریف ہوئی ہوتی تو ضرور اس کو مشہور کردیتے، اور محرف درسوں کو ضرور صحیح کردیتے تو میں کہوں گا کہ یہ بات بھی غلط ہے، جیسا کہ چھٹی ہدایت کے اندر تفصیل سے گذرا۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ بھی مان لیں کہ مسیح اور حواریوں کی گواہی ان کتابوں کے ہر ہر جز اور ہر ہر گذارش اور ہر ہر معاملے کی بابت ہے تب بھی ہمارے دعوے کے لئے چنداں مضر نہیں، کیونکہ اس صورت میں صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ حواریوں کے عہد تک ان میں تحریف نہ ہوئی تھی، اس کے بعد کے لئے کیا کہو گے، جیسا کہ گریزاسٹم اور جسٹن اور اگسٹائن اور سلف کے جمہور مسیحی اور سلبر جیس اور ڈاکٹر گریب اور وائی ٹیکر اور اے کلارک اور واٹسن اور ڈاکٹر ہمفری اور کیتھولک مذہب کے علماء فریاد کرتے ہیں کہ جناب مسیحؑ کے زمانے کے بعد یہودیوں نے عہد عتیق کی کتابوں میں تحریف کی ہے، اور ان وجوہ کا لحاظ کرکے جن کا ذکر چوتھی ہدایت کے اندر گذرا اس

بات کی تصدیق بھی خوب ہو جاتی ہے۔

اور دوسری ہدایت کے اندر گذرا کہ وہ لوگ ترجمہ سپٹواجنٹ میں جو بڑا ہی مشہور اور مسیحیوں میں مستعمل تھا دوسری صدی میں تحریف سے نہ چوکے تھے، تو پھر عبرانی نسخہ میں جس کی طرف مسیحی لوگ ملتفت نہ تھے تحریف کرنے سے کب چوکتے؟ اور تعجب ہے کہ کس جرأت سے بعضے پادری لوگ کہتے ہیں کہ اس گواہی سے ہر ہر جز اور ہر ہر معاملے اور ہر ہر گذارش کی تصدیق نکلتی ہے، اس لئے کہ یقیناً اب تک کثرت سے ان میں غلطیاں اور اختلافات ہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر اور اس جلد میں آٹھویں ہدایت کے اندر گذرا۔

تو کیا ان غلطیوں یا اختلافات کی بھی جناب مسیح نے تصدیق کی ہے، اگر نعوذ باللہ ایسا ہو تو پھر یہ تصدیق کس کام کی ہے، اور بہت جگہ اب تک بھی ان کے علماء محققین لاچار ہو کر تحریف کا اقرار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ جناب مسیح کے پہلے اور بعد میں دونوں زمانے میں تحریف ہوئی ہے، جیسا کہ تفصیل سے پانچویں اور نویں ہدایت کے اندر گذرا۔

تو بھلا اگر ہر ہر جزء کی تصدیق تھی تو پھر یہ تحریف اور یہ اقرار کیسا؟ اور عزرا پیغمبر سے پہلے جو جو تحریفیں ہوئیں ان میں سے بعضی نہ تو عزرا پیغمبر سے نکلیں، نہ دوسرے پیغمبروں سے، جیسا کہ چھٹی ہدایت میں گذرا۔

اور سلف سے خلف تک، موافق اور مخالف سب لوگ تحریف کی دہائی دیتے چلے آئے ہیں، جیسا کہ ساتویں ہدایت کے اندر گذرا، اور خود ان کے بڑے بڑے محقق علماء اقرار کرتے ہیں کہ ان کتابوں کی ہر بات اور ہر گذارش الہامی نہیں، جیسا کہ دسویں ہدایت میں گذرا، سو اب حق یہ ہے کہ یا تو وہ درس الحاقی ہیں، جیسا کہ پہلی وجہ

میں ہم نے بیان کیا، یا تاویل کردہ ہیں، اور مسیح کی گواہی عہد عتیق کی کتابوں کے حق میں ایسی ہے جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی توریت اور انجیل کے حق میں، اور دونوں کی گواہیوں کا مطلب اتنا ہی ہے کہ وہ پیغمبر جن کی تصدیق ان دونوں نے کی ہے بلاشبہ سچے پیغمبر اور برحق تھے، اور جس کلام کو کہ وہ من جانب اللہ ظاہر کرتے تھے، سو وہ بلاشبہ الہامی تھا، مثلاً دونوں کی شہادت کے موافق جس کلام کو کہ موسیٰ نے من جانب اللہ ظاہر کیا سو وہ بلاشبہ الہامی تھا، اور اسی کا نام حقیقت میں توریت تھا۔

اور اسی طرح حضرت کی شہادت کے موافق جس کلام کو کہ عیسیٰ علیہ السلام نے من جانب اللہ ظاہر کیا سو وہ بھی بلاشبہ سچا الہامی تھا، اور اسی کا نام حقیقت میں انجیل تھا، سو اس کلام سے اے یہودیو! یا اے یہودیو اور عیسائیو! یا اے عیسائیو جس قدر دوسرے کلاموں کے ساتھ مخلوط ہو کر اب تک تمہارے پاس موجود ہے سو وہ بھی ایسا ہے کہ اگر تم اس کو سمعیات کے قاعدے کے موافق اس میں سے درست کو لے لو اور مشتبہ اور ضعیف کو چھوڑ دو تو بھی ہماری حقیقت اس سے ثابت ہو سکتی ہے، اور تمہاری ہدایت کے واسطے اور تمہارے اوپر الزام تمام ہونے کو کفایت کرتا ہے، اگر تم انصاف سے اسے دیکھو۔

اور اس تصدیق کے یہ معنیٰ نہیں کہ جو متداول کتاب اہل کتاب کے پاس ہے وہ سر تا سر وحی الٰہی ہے یا جتنی وحی الٰہی ہوئی تھی وہ سب اس میں مدون ہے، یا جتنی مدون ہوئی تھی وہ ویسی ہی خالص باقی ہے۔

چوتھی قسم

عہد عتیق اور عہد جدید کے بارے میں میری رائے

اس بات کے بیان میں کہ عہد عتیق اور جدید کے بارے میں میرے نزدیک حق کیا ہے۔

اور اس سے پہلے کہ اپنی تحقیق ظاہر کروں بہتر یہ ہے کہ اول ان کے حق میں دوسروں کے اقوال کو بھی نقل کر دوں، تا کہ ناظرین کو کامل بصیرت ہو جائے، اور اس نقل سے یہ غرض نہیں کہ جس قول کو میں نقل کروں گا وہ میرے نزدیک پسند بھی ہے، اور نہ یہ غرض اور دعویٰ ہے کہ مسیحی علماء کا جو قول نقل کروں گا وہ جمہور علماء عیسائی کا اختیار کردہ بھی ہے، بلکہ غرض یہ ہے کہ عہد عتیق اور جدید کی کامل سند نہ ہونے اور یقینی الہامی نہ ہونے اور یقینی محرف ہونے کے سبب موافق اور مخالف نے ایسا ایسا کہا ہے، تا کہ میری تحقیق سے ناظرین کا دل یوں نہ کھٹکے کہ شاید میں ایک نئی بات کہتا ہوں، کسی اور نے اس کے لگ بھگ کہی ہے یا نہیں، اور اس قسم کو تین تنبیہ پر تقسیم کرتا ہوں۔

تین تنبیہیں

پہلی تنبیہ

عہد عتیق اور عہد جدید کے بارے میں عیسائی علماء کے اقوال

اس تنبیہ میں عیسائی مذہب کے علماء کے اقوال نقل کرتا ہوں۔

نورٹن اپنی کتاب الاسناد میں جس کا نام یہ ہے "اے وی ڈنس دی جنی ونس اوف دی گاسپل" (یعنی انجیل کے اصالت کی گواہی) اور یہ کتاب ۱۸۳۷ء میں بوسٹن شہر کے اندر چھپی ہے، پہلی جلد میں دیباچہ کے اندر یوں لکھتا ہے کہ:

"اکھارن اپنی کتاب میں جس کا نام یہ ہے "ان لی ٹنک انس نیوٹسٹمنٹ" (یعنی عہد جدید کی شرح تحقیقی) یوں لکھتا ہے کہ

"عیسوی مذہب کے شروع میں مسیحؑ کے احوال میں ایک مختصر رسالہ تھا جس کو اصل انجیل کہہ سکتے ہیں، اور غالب یہ ہے کہ یہ انجیل مسیح کے ان مریدوں کے واسطے تیار ہوئی تھی جنہوں نے مسیح کی باتوں کو اپنے کانوں سے اور اس کے احوال کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا تھا، اور یہ انجیل سانچے کے طور پر تھی، اور حالات مسیحی اس میں ترتیب وار لکھے ہوئے نہ تھے۔

سوا کہارن (۱) کے موافق یہ انجیل اس وقت کی مروجہ انجیلوں سے بہت مختلف تھی، یہ انجیلیں سانچے کے طور پر نہیں جیسے وہ تھی، یہ تو کتابیں ہیں جو ہنر اور

---

(۱) یہ نورٹن کی عبارت ہے۔۱۲ منہ

محنت سے لکھی گئی ہیں، اور مسیحؑ کے ان میں بعض ایسے احوال لکھے ہوئے ہیں جو ان میں نہ تھے، اور یہی انجیل ان سب انجیلوں کا جو پہلی دوصدی میں رائج تھیں ماخذ تھی، اور متی، لوقا، مرقس کی تینوں انجیلوں کا بھی وہی ماخذ ہے، اور ان تینوں انجیلوں نے ان دوسری انجیلوں سے سبقت لے جا کر انہیں ختم کر دیا، اس لئے کہ ان میں بھی اصل والا ادھوراپن اور بیڈول پن باقی تھا، اور جلدی ایسے آدمیوں کے ہاتھ لگیں کہ انہوں نے ان کے ادھورے پن اور بے ڈول پن کو ختم کر دیا، اور ان انجیلوں سے جن میں مسیحؑ کے صرف وہی احوال لکھے تھے جو نبوت کے بعد ظاہر ہوئے (جیسے مارسیون کی انجیل اور ٹے شن کی انجیل اور ان کے علاوہ کی انجیل) بیزار ہو کر ان کے ساتھ دوسرے احوال بھی جیسا نسب نامہ اور پیدائش اور بلوغ کا حال ملا دیئے یہ بات اس انجیل سے جو تذکرہ کے نام سے مشہور ہے، اور جسٹن نے اس سے نقل کیا ہے، اور سرن تھس کی انجیل سے ظاہر ہوتی ہے، اور ان انجیلوں کے جو کچھ اجزاء باقی ہیں ان کے مقابلے کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان انجیلوں میں زیادتی رفتہ رفتہ ہوئی ہے، مثلاً مسیح کے غوطہ کھانے کے بعد آسمانی آواز جو آئی تھی اصل میں اس قدر تھی کہ تو میرا بیٹا ہے میں نے آج تجھے جنا، جیسا کہ جسٹن نے دو جگہ نقل کیا ہے اور کلیمنس نے اس فقرے کو کسی انجیل سے جس کا حال معلوم نہیں یوں نقل کیا کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے میں نے آج تجھے جنا، اور عام انجیلوں میں یوں نقل کیا ہے کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے، تجھ سے میں خوش ہوں، جیسا کہ مرقس نے پہلے باب کے گیارہویں درس میں نقل کیا ہے، اور اپی فانیس کی تصریح کے موافق ابیونی انجیل نے دونوں کو جمع کر کے یوں نقل کیا ہے ''کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے میں تجھ سے خوش ہوں اور میں نے تجھے آج جنا''

اور تاریخ عیسوی کا اصل متن ان تدریجی زیادتیوں اور الحاقات کے انبوہ کے ساتھ ایسا رل مل گیا کہ اصل اور الحاق میں امتیاز نہ رہا، اور جو کوئی چاہے مسیح

سے غوطہ کھانے کے احوال سے جو مختلف انجیلوں سے جمع کیا گیا ہے اپنے دل کی تسلی کرلے، اور اس رل مل جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جھوٹ اور سچ اور سچے احوال اور جھوٹی کہانیاں جو ایک لمبی روایت میں جمع ہوکر بدشکل ہوگئی تھیں سب گڈمڈ ہوگئیں، اور یہ حکایتیں جس قدر ایک منہ سے دوسرے منہ میں گئیں اتنی ہی بے تحقیق اور بدشکل بنیں۔

اور دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع میں کلیسا نے چاہا کہ حتی الامکان سچے احوال کی حفاظت کرے، اور آئندہ پشتوں کو اپنے مقدور کے موافق صحیح صحیح حال پہنچائے تو ان بہت سی انجیلوں میں سے جو اس وقت میں رائج ہو رہی تھیں ان چار انجیلوں میں اعتبار اور کمال کی بڑی نشانی دیکھ کر ان کو منتخب کرلیا، اور دوسری صدی کے اخیر یا تیسری صدی کے شروع سے پہلے متی اور مرقس اور لوقا کی انجیلوں کا سراغ نہیں لگتا، سب سے پہلے ۲۰۰ء کے قریب ارینیوس نے ان انجیلوں کا ذکر کیا ہے، اور کچھ کچھ دلائل ان کی تعداد کے بارے میں لایا ہے، اور ۲۱۶ء کے قریب کلیمنس اسکندریانوس نے بڑی محنت کرکے ظاہر کیا کہ انہیں چاروں انجیلوں کو واجب التسلیم مانا جائے۔

اور ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع میں کلیسا نے کوشش کی کہ ان چار انجیلوں کو جن کا وجود تو پہلے ہی سے تھا گو سارے حالات میں ایسا نہ ہو عموماً مانا جائے، اور کلیسا نے چاہا کہ اور انجیلوں کو چھوڑ کر انہیں چاروں کو مان لے، اگر کلیسا ایسا کرتا کہ اس اصل انجیل کو جو پہلے واعظوں کو ان کے وعظ کی تصدیق کے واسطے ملی تھی الحاقات سے پاک کرکے یوحنا کی انجیل کے ساتھ مستند قرار دے دیتا تو آئندہ کی نسلیں کلیسا کی بہت شکر گذار ہوتیں، لیکن ایسا کرنا تو ممکن نہ رہا تھا، اس لئے کہ کوئی نسخہ نہ تھا جو الحاق سے خالی ہو، اور اسی طرح تحقیق کے اسباب جن سے اصل اور الحاقات کو پہچانا جائے بہت ہی کم تھے۔

پھر اکھارن حاشیہ میں لکھتا ہے کہ:

"بہت سے قدماء نے ان ہماری انجیلوں کے بہتیرے حصوں کی سچائی پر شبہ کیا ہے، پر فیصلہ نہ کر سکے"۔

پھر لکھتا ہے کہ:

"اکھارن ایسا کہتا ہے کہ اگر چہ ہمارے زمانے میں مطبع کے سبب یہ بات ممکن نہیں کہ کسی مصنف کی کتاب میں بیجا تحریف کر کے پھیلائی جائے، اور سنا بھی نہیں گیا، پر اس زمانے کا حال جس میں مطبع کا ایجاد نہ ہوا تھا، اس زمانے سے مختلف ہے، کیونکہ ایک لکھے ہوئے نسخے میں جو ایک ہی آدمی کی ملک ہو، اور اس کے واسطے لکھا گیا ہو یہ امر ممکن ہے، اور جب اس محرف نسخے سے نقلیں ہوں، اور اس بات کی تحقیق نہ کی جائے کہ مصنف کا کلام اس میں خالص ہے کہ نہیں، تو وہ نقلیں لاعلمی میں پھیل جائیں گی، اور متوسط زمانوں کے بہت سارے نسخے اب بھی ایسے موجود ہیں کہ الحاقی یا نقصانی عبارت میں موافق ہیں، اور پہلی صدی کے بہت مرشدوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ اس تحریف کی بابت جو کاتبوں یا نسخوں کے مالکوں نے ان کے ملفوظات میں ان کی تصنیف سے تھوڑے ہی عرصے کے بعد کی ہے، اپنے کلام میں بڑی فریاد کرتے ہیں، ڈیونے سیش گورنتھ کے بشپ کے خطوں کی نقلیں پھیلنے بھی نہ پائی تھیں کہ وہ دہائی دیتا ہے کہ شیطان کے مریدوں نے ان کو گندگی سے بھر دیا، بعض چیزیں نکال دیں، اور بعض چیزیں اپنی طرف سے بڑھا دیں، اور اس کی گواہی کے موافق مقدس کتابیں بھی نہیں بچیں۔

اس زمانے کے کاتبوں کی اگر عادت نہ ہوتی تو کس واسطے اس زمانے کے مصنف ایسا کرتے کہ اپنی تصنیف کے اخیر میں بڑی قسمیں اور لعنتیں لکھا کرتے کہ ہمارے کلام میں کوئی تبدیلی نہ کرے، سو تاریخ عیسوی کے ساتھ بھی ضرور ہی ایسا سلوک ہوا ہے، نہیں تو سلسوس عیسائیوں پر کیوں اعتراض کرتا کہ انہوں نے اپنی انجیلوں کو تین بار چار بار اور اس سے بھی زائد بدلا ہے، اور کس

طرح بعضے فقرے جو مسیح علیہ السلام کے بعض خاص حالات میں مختلف انجیلوں کے اندر متفرق تھے، بعض انجیلوں میں اکٹھا ہو گئے، مثلاً ابیونی فرقے کی انجیل میں وہ سب حال جو مسیح کے غوطے کھانے کے بارے میں پہلی تین انجیلوں میں اور اس تذکرہ میں جس سے جسٹن نے نقل کیا ہے پائے جاتے تھے، اکھٹے ہو گئے جیسا کہ اپی فانیس نے تصریح کی ہے۔

پھر اکھارن دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ:

''ان انجیلوں کے ظہور کے وقت سے وہ آدمی جن کو تحقیق کی قابلیت نہ تھی، بڑھانے اور گھٹانے اور ایک لفظ کو اس کے دوسرے ہم معنی لفظ کے ساتھ پلٹ ڈالنے میں مشغول ہوئے۔

اس میں کچھ تعجب نہیں اس لئے کہ تاریخ عیسوی کے وجود کے وقت سے یہ لوگوں کی عادت ہو گئی تھی کہ اپنے علم کے موافق جو ان کو مسیح کے وعظ اور حالات میں سے حاصل تھا عبارتوں کو بدل ڈالتے تھے اور یہی دستور جو پہلے طبقے والوں نے جاری کیا تھا دوسرے اور تیسرے طبقے میں جاری رہا، اور دوسری صدی میں تو یہ عادت ایسی مشہور تھی کہ دینِ مسیحی کا مخالف بھی اس سے واقف تھا، سلسوس عیسائیوں پر اعتراض کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی انجیلوں کو تین بار چار بار بلکہ اس سے بھی زائد ایسا پلٹا ہے کہ گویا ان کا مضمون پلٹ گیا، اور کلیمنس بھی دوسری صدی کے آخر میں ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے جو انجیلوں کو تحریف کیا کرتے تھے، اور اس بات کو کہ متی کی انجیل کے پانچویں باب کے گیارہویں درس میں اس فقرے کی جگہ کہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے بعضے نسخوں میں یہ فقرہ کہ وہ کامل ہوں گے، اور بعض نسخوں میں یہ فقرہ کہ ''وہ ایک جگہ ایسی پائیں گے کہ جہاں ان کو دکھ نہ دیا جائے گا'' واقع ہوا ہے انہیں محرفوں کی تحریف کی طرف نسبت کرتا ہے''۔

(یہاں تک اکھارن کا قول تھا جس کو نورٹن نے نقل کیا ہے)

اور نورٹن اس قول کو نقل کرنے کے بعد یوں لکھتا ہے:

''یہ خیال نہ کیا جاوے کہ یہ رائے فقط اکھارن کی ہے اس لئے کہ جرمن میں کوئی کتاب اس کی کتاب سے زائد مقبول نہیں ہوئی، اور انجیلوں کے بارے میں اور اسی طرح اور ایسے معاملات میں کہ جس میں انجیلوں کی سچائی پر الزام آتا ہے جرمن کے بہت سے علماء متاخرین کی رائے اکھارن کے موافق ہے''۔

(یہاں تک نورٹن کا کلام تھا)

میں کہتا ہوں کہ نورٹن نے اگر چہ اسی پہلی جلد میں اکھارن کے قول کو رد کیا ہے، اور انجیل کا بہت بڑا حامی بنا ہے، مگر جو غور سے دیکھا تو اس سے رد نہیں ہوا، اور اس کے باوجود اس نے پھر خود مجبور ہو کر ان چاروں انجیلوں میں آٹھ مقامات پر تحریف مانی ہے، بعض پورے باب محرف مانے ہیں، اور بعض پوری آیت محرف مانی ہے، اور متی کے ستائیسویں باب میں ایک سارا قصہ غلط اور ایک ساری حکایت جھوٹی مانی ہے، جیسا کہ تفصیل سے پانچویں ہدایت کے اندر دوسری قسم کے شواہد میں گذرا، اور اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ ''ان اعجازی باتوں میں جن کو لوقا نے ذکر کیا ہے روایتی جھوٹ بھی مل گیا ہے، اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ کے طور پر اس کو ملا لیا ہے، لیکن اس زمانے میں جھوٹ کا سچ سے تمیز کرنا مشکل ہے'' جیسا کہ دسویں ہدایت میں گذرا۔

اکھارن وغیرہ کی تحقیق کے نتائج

سو اکھارن اور جرمن کے بہت سے علماء متاخرین کے مطابق کئی باتیں معلوم ہوئیں:

پہلی بات

پہلی بات یہ ہے کہ عیسوی مذہب کے شروع میں اصل انجیل پائی جاتی تھی جو

ان سب انجیلوں کا جو پہلی صدیوں میں رائج تھیں ماخذ تھی، اور اسی طرح متی، مرقس، لوقا کی انجیلوں کا ماخذ تھی، اور اس بات میں انہی علماء کے قریب قریب محقق لیکلرک اور کوپ اور میکالس اور لیسنگ اور نیمیر اور مارش بھی یوں لکھتے ہیں کہ شاید متی اور مرقس اور لوقا کے پاس عبرانی میں ایک ایسا صحیفہ تھا، جس میں حضرت مسیح کی گذارشات لکھی ہوئی تھیں اور انہوں نے اس سے نقل کیا، متی نے بہت اور مرقس اور لوقا نے تھوڑا جیسا کہ ہارن صاحب نے اپنی تفسیر کے اس نسخے میں جو ۱۸۲۲ء میں تیسری بار لنڈن میں چھپا ہے چوتھی جلد کے صفحہ ۲۹۵ میں نقل کیا ہے، گو اس قول کو وہ ناپسند کرتا ہے۔

دوسری بات

دوسری بات یہ کہ ان انجیلوں کی طرح پہلی دو صدیوں میں اور انجیلیں بھی بہت رائج تھیں، اور اس کی مفصل تشریح چوتھی ہدایت کی بارہویں وجہ میں گذری، اور دیسی لکھتا ہے کہ لوگوں کی یہ عادت تھی کہ حضرت عیسیٰ کے وعظ اور مشہور باتیں لکھ لیا کرتے تھے، لہذا حواریوں ہی کے وقت میں بہت سے ملفوظ پائے جاتے تھے۔

تیسری بات

تیسری بات یہ ہے کہ اس انجیل میں تدریجی طور پر الحاقات ہوتے ہوتے اس حد کو نوبت پہنچی کہ اصل کی تمیز نہ رہی کہ کس قدر تھی، اور اس رل مل جانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ جھوٹ اور سچ اور سچے احوال اور جھوٹی کہانیاں سب گڈمڈ ہوگئیں، اور اس کا کوئی نسخہ ایسا نہ تھا جو اس خرابی سے خالی ہو، اور تحقیق کے اسباب بہت ہی کم تھے، اس لئے مجبوراً کلیسا نے اس کو چھوڑ دیا۔

چوتھی بات

چوتھی بات یہ ہے کہ اس خرابی کا لحاظ کر کے کہ ایسی انجیل تو کوئی نہ تھی جس میں سب سچا حال ہو، تو مجبوراً کلیسا نے ان چار انجیلوں کو اوروں کے مقابلہ میں اچھا دیکھ کر واجب التسلیم ٹھہرا دیا، گو سارے حالات ان کے سچے نہ ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات بلاشبہ سچی ہے جیسا کہ پہلی جلد کے اندر اور اس جلد میں آٹھویں ہدایت کے اندر گذرا۔

اور نورٹن نے بھی جو ان علماء کا اس رائے میں بڑا مخالف ہے متی کی انجیل میں جھوٹے قصے اور جھوٹی حکایت کا اور لوقا کی انجیل میں دروغ روایتی کے مل جانے کا اقرار کیا ہے، جیسا کہ ابھی جلد گذرا۔

پانچویں بات

پانچویں بات یہ ہے کہ متی اور مرقس اور لوقا کی انجیلوں کا دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع سے پہلے سراغ نہیں لگتا، تو دو صدیوں تک سند اس کی مفقود ہے، آگے جلد ہی آئے گا کہ نورٹن اقرار کرتا ہے کہ عیسائی مذہب کے معلموں کی کتابوں میں عہد جدید کے بارے میں بھی خاطر خواہ گواہی نہیں ہے۔

چھٹی بات

چھٹی بات یہ ہے کہ عیسائی مذہب کے قدماء میں سے بہت سے مرشد اس تحریف کی جو لوگوں نے ان کے ملفوظات میں کی تھی بڑی فریاد کرتے ہیں، اور ڈیونے سیش کی گواہی کے مطابق مقدس کتابیں تحریف سے نہیں بچیں، اور یہ علماء اقرار کرتے ہیں کہ تاریخ عیسوی کے ساتھ بھی ضرور یہی سلوک ہوا ہے یعنی محرف ہوئی ہے۔

ساتویں بات

ساتویں بات یہ ہے کہ پہلے طبقے سے یہ عادت شروع ہوگئی تھی کہ لوگ اپنی سمجھ کی موافق بڑھاتے یا گھٹاتے یا عبارتیں پلٹ ڈالتے ہیں، اور دوسری صدی میں یہ عادت ایسی مشہور تھی کہ مخالف بھی واقف تھے۔

اور فاضل بت پرست سلسوس دہائی دیتا تھا کہ:

''عیسائیوں نے اپنے انجیلوں کو تین بار چار بار بلکہ اس سے بھی زائد بدلا ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تین بار چار بار اور اس سے زائد کی تبدیلی اس تبدیلی کے علاوہ ہے، جو مستالے کے عہد امارت میں ان انجیلوں میں اصلاح کے نام پر ہوئی، جیسا کہ ساتویں ہدایت کے اندر گذرا۔

سو دیکھئے ان علماء کے نزدیک یہی بات ہے کہ اصل انجیل گم ہوگئی، اور ان انجیلوں میں جواب ہیں جھوٹی سچی رواتیں ملی ہوئی ہیں، اور بلا شبہ تحریف بھی ان میں ہوئی ہے، اور اول کی تینوں انجیلوں کا دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع سے پہلے سراغ نہیں لگتا، تو اب ان علماء کے نزدیک انجیلوں کو سیرت کی ان کتابوں پر جن میں ہر طرح کی آحاد روایات ضعیف، غیر ضعیف، جھوٹی، سچی گڈ بڈ ہوں کچھ بھی ترجیح نہیں، اور ہرگز ان کی متصل سند ان کے مصنفین تک نہیں پہنچتی۔

اور وہی نورٹن اپنی اسی کتاب الاسناد میں دوسری جلد کے اندر عہد عتیق کے بارے میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۷ء صفحہ ۴۳):

''متاخرین میں مشہور ہے کہ بابل کی قید کی رہائی کے بعد عزرا نے عہد عتیق کو لکھا ہے، اور اس بات کو یہودیوں کی روایت سے لیا ہے، پر وہ روایت تو

ایسی ہے کہ اس پر ایسے امر کی بنا نہیں کر سکتے، اور ظاہر میں جھوٹی ہے کہ نہ اس کو فلو نے ذکر کیا ہے، اور نہ یوسیفیش نے، اور نہ طالموت میں مذکور ہے، ہاں اس جعلی کتاب میں تو جو عزرا کی طرف منسوب ہے، اور انگریزی بائیبل کی جعلی کتابوں میں چھپی ہے لکھا ہے کہ توریت جلائی گئی اور کوئی توریت کو نہ جانتا تھا اور کہا گیا ہے کہ پھر عزرا نے روح القدس کی مدد سے اس سب کو جو توریت میں تھا لکھ دیا ہے، اور یہ روایت عیسائی مذہب کے مشائخ کی کتابوں میں پائی جاتی ہے، اور بلاشبہ انہوں نے یہودیوں سے لی ہے سب سے پہلے ارنیوس جو عزرا سے چھ سو برس بعد گذرا ہے، ایک کتاب میں لکھتا ہے کہ "بابل کی اسیری کے وقت توریت جلائی گئی تھی، خدا نے عزرا کو الہام کیا کہ انبیاء کی کتابوں کو مرتب کرے، اور آئین موسوی کو دوبارہ ترتیب دے، اور ایسا ہی کلیمنس اسکندریانوس لکھتا ہے کہ مقدس کتابیں جاتی رہیں اور عزرا کو الہام ہوا کہ دوبارہ ان کو از سر نو کر دے، اور لوگوں کو آگاہ کر دے"۔

ٹرٹولین کہتا ہے کہ:

"مشہور ہے کہ یروشلم کی تباہی کے بعد جو بابلیون کے ہاتھ سے ہوئی یہود کی کتابوں کا کل مجموعہ عزرا کے ہاتھ سے پھر از سر نو ہاتھ آیا ہے"۔

اور گریز اسٹم لکھتا ہے کہ:

"جس خدا نے موسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو الہام کیا ہے عزرا کو الہام کیا کہ باقی ماندہ کتابوں سے ان کتابوں کو اکھٹا کر لے"۔

تھیوفلکٹ اس کے بالکل برعکس بیان کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ:

"مقدس کتابیں بالکل جاتی رہیں تھیں عزرا نے الہام سے پھر از سر نو بنائی ہیں"۔

اور ان روایتوں کے اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہودیوں نے

عیسائیوں کو یہ کتابیں پہنچائیں اس وقت ان کو اس بارے میں کوئی امر محقق نہ تھا، بلکہ افسانے تھے جو انہوں نے اپنی طرف سے گڑھ رکھے تھے، اور اس روایت کا بطلان اس روایت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو طالموت میں مذکور ہے کہ:

”موسیٰ نے بلغام کی فصل سے، اور ایوب نے اپنی کتاب کو لکھا ہے، اور یوشع نے اپنی کتاب کو اور توریت کے آٹھ درسوں کو لکھا ہے۔

اور سموئیل نے اپنی کتاب کو اور کتاب القضات اور کتاب راعوث کو لکھا ہے اور داؤد نے ان دس مشائخ کی مدد سے (۱) آدم ملکی (۲) صدق (۳) ابراہیم (۴) موسیٰ (۵) ہمان (٦) جدوثھن (۷) اساف (۸، ۹، ۱۰) قورح کے تین بیٹے لکھا ہے، اور یرمیا نے اپنی کتاب کو اور نوحہ کو لکھا ہے اور یہودا کے بادشاہ خرقیا نے اپنے نوکروں کی مدد سے کتاب اشعیا اور امثال اور نشید الانشاد اور جامعہ کو لکھا ہے، اور علماء معبد نے کتاب خرقیل اور گیارہ چھوٹے پیغمبروں کی کتابوں کو اور کتاب دانیال اور کتاب استیر کو لکھا ہے، اور عزراء نے اپنی کتاب کو دوسری تاریخ کی کتابوں سے لکھا ہے“۔

سو تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا، کہ موسیٰ اس توریت کا مصنف ہے، اور نہ کوئی دلیل اس امر کی ہے کہ عزرا کے عہد میں یہودیوں کی یہ رائے تھی، اور نہ اس بات کی دلیل ہے کہ عزرا کی وقت میں توریت کا وجود تھا، اور اس بات کی کوئی قابلِ اعتبار دلیل نہیں کہ جس جگہ آئین کا ذکر ہو اس سے مراد توریت ہو اور اگر بالفرض مان بھی لیں کہ عزرا کے وقت میں توریت موجود تھی، اور اس وقت کے یہودی یقیناً جانتے تھے کہ یہ موسیٰ کی کتاب ہے تو بھی وہ زمانہ مصنف کے زمانہ سے ہزار برس بعد کا ہے، سو ایسی رائے جو ہزار برس بعد کی ہو تاریخی شہادت نہیں بن سکتی، سو اس سے ظاہر ہوا کہ اس امر کی کہ یہ توریت موسیٰ کی تصنیف ہے کوئی دلیل نہیں، جب تک کہ یہود کی قانونی

کتابوں سے اس بات کی سند نہ ملے، پر کوئی معتبر کتاب ایسی نہیں، کہ موسیٰ کے وقت کے قریب کی تصنیف ہو، اور اس میں یہ بات لکھی ہو کہ یہ توریت موسیٰ کی تصنیف ہے۔

عہد عتیق سے شہادت کی تحقیق

اب اس بات کی تحقیق کرتا ہوں کہ عہد عتیق سے بھی کہیں اس بات کی گواہی (جیسا کہ دوسروں نے گمان کیا ہے) نکلتی ہے یا نہیں، عہد عتیق کی کتابوں میں مختلف قصوں اور آئینوں کی طرف جو توریت میں ملتے ہیں اشارہ پایا جاتا ہے، اس سے گمان ہوا ہے کہ توریت ان سے پہلے لکھی گئی ہے، اور ظنی دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ ہی نے اسے لکھا ہو، لیکن ان اشاروں سے یہ مطلب نہیں نکلتا اس لئے کہ توریت گو موسیٰ کی تصنیف نہیں، لیکن قدیم روایتوں سے (خواہ تحریری روایتیں ہوں یا زبانی، خواہ دونوں) جمع کی گئی ہے، اور اس جمع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ روایات اور قوانین جو یہود کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں اکٹھے رہیں، سو ان روایات اور قوانین کی طرف جیسا کہ جمع کے بعد اشارہ ہو سکتا ہے اسی طرح جمع سے پہلے بھی ہو سکتا ہے، اور یوشع کی کتاب میں بار بار آئین کا ذکر ہے۔

اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ یہ موسیٰ کی کتاب کے واسطے پہلی گواہی ہے، مگر یہ غلط ہے، اس لئے کہ یہاں اور اسی طرح دوسرے مقامات میں آئین سے توریت مراد نہیں لے سکتے، جب تک کہ خارجی دلیل سے یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ اس سے مراد موسیٰ کی یہی پانچ کتابیں ہیں۔

اس کے علاوہ یوشع کی کتاب میں خود کلام ہے کہ کس نے کس وقت میں اسے لکھا ہے، اور اس کے تالیف کا زمانہ موسیٰ کی پانچ کتابوں کے زمانے کی طرح ثابت نہیں، اور اس کی سند پر بھی ایسا ہی اعتراض وارد ہوتا ہے۔

پھر صفحہ ۸۲ میں لکھتا ہے کہ:

"عہد عتیق کی کتابوں میں سے کسی ایسی کتاب میں جس کی تالیف کا گمان بابل کی قید سے پہلے ہو، یوشع کی کتاب کے سوا ایسی کتاب آئین کا جو موسیٰ کی طرف منسوب ہو اصراحۃً ذکر نہیں آیا، اور سموئیل کی کتاب میں اس کا ذکر نہیں، اور پیغمبروں کی کتابوں میں کہیں ایسی کتاب کے حق میں جو موسیٰ کی طرف منسوب ہو گواہی نہیں، اور اس بات سے کہ ان کتابوں کی موسیٰ کی طرف صحتِ نسبت کے واسطے کوئی دلیل نہیں یہ بات بڑھ کر ہے، اس لئے کہ یہ پیغمبر علانیہ دین کی تعلیم کرتے تھے، سو اگر کوئی کتاب موسیٰ کی طرف منسوب ہوتی تو اپنی کتاب میں اس بات کی تصریح کر دیتے، سو اب شبہ قوی ہے کہ ان کے زمانے میں یہ کتاب نہ تھی اور جو پیغمبر بابل کی قید کے بعد ہوئے، انہیں بھی ایسی کتاب تواتر کے طور پر نہیں پہنچی، سو اب عیسائی مذہب کے معلموں کی گواہی کا ان کتابوں کے بارے میں کس طرح اعتبار کریں کہ ان کی کتابوں میں تو عہد جدید کی بابت بھی خاطر خواہ گواہی نہیں ہے۔

(یہاں تک نورٹن کا کلام تھا)

پھر نورٹن اسی دوسری جلد میں اس بات کے دلائل لاتا ہے جن کے ذکر سے یہاں غرض متعلق نہیں۔

ہمارے وقت کے جمہور پادری اس کی تحقیق کو مانیں یا نہ مانیں اس سے قطع نظر کر کے میں کہتا ہوں کہ اس نے کئی باتوں کا اقرار کیا:

اول یہ کہ اس امر کی کوئی سند نہیں کہ عزرا نے عہد عتیق کی کتابوں کو لکھا ہے، اور اس بارے میں جو روایات عیسائی مذہب کے قدیم مشائخ نے نقل کی ہیں، سو اولاً آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں، اور ثانیاً ان کو یہود کے کسی معتبر عالم نے روایت نہیں کیا، اور نہ ان کی طالموت میں مذکور ہیں، بلکہ جو روایت کہ طالموت میں مذکور ہے ان

روایات کے مخالف ہے۔

دوم یہ کہ یوشع کی کتاب کے سوا عہد عتیق کی کسی کتاب میں صراحۃ ایسا کوئی ذکر نہیں جس سے اس امر کی سند نکلے کہ یہ توریت موسیٰ کی تصنیف ہے، اور یوشع کی کتاب سے ہرگز پوری طرح یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ توریت انہیں پانچ کتابوں سے عبارت ہے جو اب موسیٰ کی طرف منسوب ہیں، میں کہتا ہوں یہ سچ ہے جیسا کہ پہلی ہدایت کے اندر چوتھی دلیل میں گذرا۔

سوم یہ کہ اس کے نزدیک توریت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی نے قدیم روایات کو تحریری ہوں یا زبانی یا دونوں طرح کی جمع کر لیا ہے، اس مقصد سے کہ وہ روایات اور قوانین جو یہود کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں سب اکٹھے ہو جائیں۔

چہارم یہ کہ عیسائی مذہب کے قدیم مشائخ کی کتابوں میں نہ عہد عتیق کی بابت سند کامل ہے اور نہ عہد جدید کے بارے میں، میں کہتا ہوں کہ علماءِ جرمن نے بھی اقرار کیا تھا کہ دو صدیوں تک سند مفقود ہے جیسا کہ ابھی جلد گذرا۔

اور اکبر آباد کے مباحثہ میں جب ہماری طرف سے برابر سند متصل کا مطالبہ تھا اور پادری لوگ اس کے لانے سے بالکل عاجز تھے تو پادری فرنچ صاحب نے کتاب مشاہدات کے ذکر میں علی الاعلان یوں عذر کیا تھا کہ اگلے زمانے کے فتنے اور فساد کے سبب اس کی سند متصل ہمارے پاس نہیں ہے، اور جاننا چاہئے کہ سند متصل سے ہماری مراد یہ ہے کہ کوئی اہل کتاب کا عالم جس کا قابل اعتماد ہونا مشہور ہو اس زمانے والا جس زمانے تک بائیبل کی وہ کتاب جس کی بابت وہ سند دیتا ہے دنیا میں پھیلنے نہ پائی تھی، اس طرح سند ظاہر کرے کہ میں نے فلاں شخص سے اور اس نے فلاں شخص سے دریافت کیا ہے کہ میں نے بائبل کے فلاں رسالہ کو انھیں الفاظ میں فلاں پیغمبر یا حواری

کو پڑھتے یا پڑھاتے یا لکھتے لکھاتے دیکھا ہے، یا اس سے میں نے پڑھا یا سنا یا پایا ہے، سوا اس طرح پر کسی مشہور التصنیف عالم نے نہیں لکھا ہے، نہ کلیمنس اسقف روم نے اور نہ اگناٹیوس نے اور نہ ہرماس نے اور نہ برناباہ نے اور نہ پولیکارب نے، اور نہ کسی اور ایسے عالم نے جو دوسری صدی کے آخر تک ہوئے ہیں۔

صاحب استفسار اپنی کتاب کے بارہویں استفسار کی پانچویں وجہ میں لکھتے ہیں:

"ہم نے بعضے اسناد قرآن شریف کے اپنے سے لگا کر پیغمبر خدا تک اور بعض اسماء الرجال بخاری وغیرہ کی بعضے اہل علم عیسائی مذہب والوں کے سامنے پیش اور بیان کر کے پوچھا کہ آپ کے یہاں انجیل کی اسی طرح سندیں قرن اول مسیحی سے حضرت مسیح تک ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں"۔

(یہاں تک صاحب استفسار کا کلام تھا)

بہر حال ابتدائی دو صدیوں تک یقیناً ایسی سند متصل گم ہے، لیکن پادری لوگ کبھی مغالطہ دینے کو کہہ بیٹھتے ہیں کہ نہیں کلیمنس اسقف روم اور اگناٹیوس کی تحریروں میں سند پائی جاتی ہے، سو اولاً یہ سند جس کا ہم مطالبہ کرتے ہیں، ان دونوں کے کلام میں ہرگز نہیں ملتی، اور ثانیاً کلیمنس کا حال یہ ہے کہ اتفاقی طور پر اس کے کئی اقوال مضمون میں اناجیل کی بعض عبارتوں کے موافق ہو گئے ہیں انہیں اقوال کو عیسائی علماء سینہ زوری سے کہتے ہیں کہ اس نے ان کو انجیلوں سے نقل کیا ہے، حالانکہ اس کے سارے کلام سے کسی جگہ یہ بات صاف معلوم نہیں ہوتی، کہ وہ کسی انجیل سے نقل کرتا ہے، اور کچھ تھوڑا سا توافق جو مضمون میں پایا جائے اس سے نقل نہیں ثابت ہوتی، ورنہ لازم آئے گا کہ اکثر فقرے جو انجیل میں پائے جاتے ہیں حکماء اور بت پرستوں کی کتابوں سے منقول ہوئے ہوں، اور ملحدوں کا یہ طعن کہ انجیل میں جو تین چار باتیں

اخلاق کی اچھی پائی جاتی ہیں انہی کتابوں سے منقول ہیں درست ہو۔

صاحب اکسیہومو لکھتا ہے کہ:

"وہ اخلاق جو عہد جدید میں پائے جاتے ہیں جن پر عیسائی بڑا فخر کرتے ہیں، لفظاً لفظاً کنفیوشس کی کتاب اخلاق سے جو تقریباً چھ سو برس مسیح سے پیشتر تصنیف ہوئی ہے منقول ہیں، مثلاً چوبیسویں خلق کے ذیل میں یوں لکھا ہوا ہے:

"دوسرے سے وہ کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے کرے، اور نہ کرو، وہ جو تم نہیں چاہتے کہ وہ تم سے کرے، اور تم کو صرف اسی خلق کی حاجت ہے، اور یہ سب خلقوں کی جڑ ہے"۔

اور اکانویں خلق کے ذیل میں یوں لکھا ہوا ہے:

"اپنے دشمن کی موت نہ چاہ کہ وہ خواہش بے فائدہ ہے، اور اس کی زندگی خدا کے اختیار میں ہے"۔

اور ترپنویں خلق کے ذیل میں ہے:

"نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ کرو، اور کبھی بدی کے بدلے میں بدی نہ کرو"۔

اور ترسٹھویں خلق کے ذیل میں ہے:

"ہم دشمن سے اعراض بدلہ لیے بغیر کر سکتے ہیں، اور طبیعت کے خیال ہمیشہ گنہگار نہیں"۔

(یہاں تک کنفیوشس کا کلام تھا)

سو حق یہ ہے کہ دوسرے مضمون سے کچھ مناسبت اور توافق سے نقل ثابت نہیں ہوتی، اور جس طرح ملحدوں کا وہ دعویٰ غلط ہے اسی طرح ہی عیسائی علماء کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔

کلیمنس کے بعض اقوال کا جائزہ

اور اب نمونہ کے طور پر کلیمنس کے بعض اقوال نقل کرتا ہوں۔

اول

اول یہ:

"جو عیسیٰ کو پیار کرتا ہے اس کو چاہئے کہ اس کے حکم پر عمل کرے"۔

مسٹر جونس کہتا ہے کہ:

"کلیمنس نے اس فقرے کو یوحنا کی انجیل کے چودہویں باب کے پندرہویں درس سے لیا ہے"۔

(یہاں تک مسٹر جونس کا کلام تھا)

اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اگر تم مجھے پیار کرتے ہو، میرے حکموں پر عمل کرو"۔

دیکھو دونوں فقروں کے مضمون میں جو کچھ یکسانیت تھی اس کے سبب مسٹر جونس نے دلیل پکڑی، اور اپنے گمان میں یوحنا کی انجیل کے واسطے ایک سند پیدا کی، اولاً تو امور مذکورہ بالا کا لحاظ کر کے یہ صرف ایک وہم ہے، اور ثانیاً تین اور وجہ سے بھی باطل ہے۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ کلیمنس کے خط کی تحریر کا سال کسی قول کے موافق ۹۶ء سے تجاوز نہیں کرتا، اور یوحنا کی انجیل اسی مسٹر جونس کے مذہب کے موافق ۹۸ء میں لکھی گئی ہے، سو اب کس طرح متصور ہے کہ اس نے اس فقرے کو اس انجیل سے نقل کیا ہے۔

دیکھو کہ تعصب اور گھبراہٹ نے کیسا اس کی عقل پر پردہ ڈالا کہ ایسا بیہودہ دعویٰ کرتا ہے کہ کوئی نادان بھی نہ کرے۔

جاننا چاہئے کہ کلیمنس کا صرف ایک ہی نامہ ہے، جو اس نے آرچ بشب آف کینٹر بری کی تحقیق کے مطابق ۹۴ء سے ۷۰ء کی درمیانی مدت میں لکھا ہے، اور ڈیوپن اور تلی منٹ کہتے ہیں کہ ۹۱ء یا ۹۳ء تک کلیمنس بشب بھی نہ ہوا تھا، اور لارڈنر کے مختار قول کے موافق ۹۶ء میں لکھا ہے، اور ولیم میور سکریٹری اپنی تاریخ اردو کلیسیا میں لکھتے ہیں کہ ۹۵ء میں لکھا ہے:

"اگر چہ سند نہ ہونے کے سبب اس کے سال تحریر میں اختلاف ہے، مگر کسی کے قول کے موافق ۹۶ء سے تجاوز نہیں کرتا"۔

اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد میں کہتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۳۰۷):

"یوحنا نے گریز اسٹم اور اپی فانیس اور ڈاکٹر مل اور فی بری شس اور لیکلرک اور بشب ٹاملائن کے مختار قول کے موافق ۹۷ء میں، اور مسٹر جونس کے مختار قول کے موافق ۹۸ء میں اپنی انجیل کو لکھا ہے"۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بات تو بدیہی ہے کہ محب وہی ہوتا ہے کہ اپنے محبوب کے حکموں پر عمل کرے، ورنہ محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے سو یہ بات ایسی نہیں کہ اس نے کہیں سے دیکھ کر نقل کی ہو یا کسی سے سن کر، بلکہ ممکن ہے کہ اپنی ہی طرف سے لکھی ہو۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ ہے کہ کلیمنس تابعی تھا، اور اس نے حواریوں کی صحبت پائی تھی، سو لوقا وغیرہ کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات اور اقوال سے واقف تھا، سو

جناب مسیح کے ایسے قولوں میں اسے ایسی حاجت کہاں سے ثابت ہوئی کہ کسی انجیل سے نقل کیے بغیر ایسا قول نہ لکھ سکے۔

اور اس جگہ لارڈنر بھی انصاف پر آ کر اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۷ء صفحہ ۴۰):

"میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے میں شبہ ہے، کیونکہ کلیمنس حواریوں کے وعظ اور صحبت کے سبب اس بات سے خوب واقف تھا کہ عشق عیسوی کا اقرار آدمیوں پر واجب کرتا ہے کہ اس کے حکموں پر عمل کریں"۔

(یہاں تک لارڈنر کا کلام تھا)

دوسرا قول

دوم یہ کہ اس نامہ کے تیرہویں باب میں ہے:

"اور ہم کریں جیسا کہ لکھا ہوا ہے، اس لئے کہ روح القدس نے اس طرح کہا ہے کہ دانا آدمی اپنی دانائی پر فخر نہ کرے، خصوصاً یاد رہیں خداوند یسوع کے الفاظ جو بردباری اور مجاہدہ کی تعلیم کے وقت یوں فرمائے تھے:

"رحم کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، بخشو تا کہ تم بخشے جاؤ، جیسے تم کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا، جیسا تم دو گے ویسا ہی تمہیں دیا جائے گا، جیسی تم عیب گیری کرو گے ویسی ہی تمہاری عیب گیری کی جائے گی، جیسے تم مہربانی دکھاؤ گے، ویسی ہی تم کو مہربانی دکھائی جائے گی، اور جس پیمانے سے تم ناپو گے اسی پیمانے سے تمہارے لئے ناپا جائے گا"۔

(یہاں تک کلیمنس کی عبارت تھی)

اس عبارت کے بارے میں کہتے ہیں کہ لوقا کی انجیل کے چھٹے باب کے ۳۶ و ۳۷ و ۳۸ درس سے اور متی کی انجیل کے ساتویں باب کے ۱ و ۲ و ۱۲ درس سے

نقل کیا ہے۔

اورلوقا کی عبارت یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۳۶۔ اس واسطے تم جیسا تمہارا باپ رحیم ہے رحیم ہو۔

۳۷۔ نکتہ چینی نہ کرو، تب تمہاری نکتہ چینی نہ کی جائے گی، اور گناہ ثابت نہ کیا کرو تو تمہارے گناہ ثابت نہ کئے جائیں گے، بخشو کہ تم بخشے جاؤ گے۔

۳۸۔ دو کہ تمہیں دیا جائے گا، اچھا پیانہ داب داب کے اور ہلا ہلا کر لبالب بھرا ہوا تمہاری گود میں رکھ دیں گے، اس لئے کہ جس پیانے سے پیائش کرتے ہو، اسی سے پھر تمہارے لئے پیائش کی جائے گی"۔

اورمتی کی عبارت یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"ا۔ نکتہ چینی نہ کرو کہ تمہاری نکتہ چینی نہ کیجائے۔

۲۔ کیونکہ جو نکتہ چینی تم کرو گے ویسے ہی تمہاری نکتہ چینی کی جائے گی، اور جس پیانے سے تم پیائش کرتے ہو اسی سے تمہارے واسطے بھی پیائش کی جائے گی۔

۲۔ پس جو جو سلوک تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے کریں تم بھی ان سے وہی کرو، کہ شرع اور انبیاء (کی تعلیم) یہی ہیں"۔

سوم

سوم یہ کہ اسی نامہ کے ۴۶ باب میں ہے:

"یادرکھو، خداوند یسوع مسیح کے الفاظ، اس لئے کہ اس نے کہا ہے کہ اس آدمی پر افسوس جس کی طرف سے جرم آئے اس کے لئے یہ بہتر تھا کہ وہ پیدا نہ ہوتا، اس سے کہ وہ میرے کسی پسندیدہ کو دکھ دیوے، اس کے لئے یہ بہتر تھا کہ چکی کا پاٹ اس کی گردن میں باندھ کر سمندر میں ڈبویا جاتا، اس سے کہ وہ میرے کسی ایک کو چھوٹے بچوں میں سے دکھ دیوے"۔

(یہاں تک کلیمنس کی عبارت تھی)

اس عبارت کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ متی کے ۲۶ باب کے ۲۴ درس اور ۱۸ باب کے ۶ درس اور مرقس کی انجیل کے ۹ باب کے ۴۲ درس اور لوقا کی انجیل کے ۱۷ باب کے ۲ درس سے منقول ہے، اور وہ درس یوں ہیں (درس ۲۴ باب ۲۶ متی نسخہ ۱۸۴۱ء):

"ابن آدم جیسا کہ اس کے حق میں لکھا ہے چلا، لیکن اس شخص پر جس کے ہاتھ سے ابن آدم پکڑوایا جائے واویلا ہے، اس شخص کے لئے یہ بہتر تھا کہ وہ پیدا نہ ہوتا"۔

درس ۶ باب ۱۸ متی (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"پر جو کوئی کہ ایک کو ان لڑکوں میں سے جو میرے معتقد ہیں ٹھوکر کھلاوے یہ اس کے لئے بہتر تھا کہ ایک چکی کا پاٹ اس کی گردن میں باندھا جاتا، اور وہ دریا میں تہ تک پہنچایا جاتا"۔

درس ۴۲ باب ۹ مرقس (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"اور جو کوئی ان چھوٹوں میں سے جو مجھ پر اعتقاد رکھتے ہیں ایک کو ٹھوکر کھلاوے، اس کے لئے یہ بہتر تھا کہ چکی کا پاٹ اس کے گلے میں لٹکایا جاتا، اور وہ دریا میں ڈبویا جاتا"۔

درس ۲ باب ۱۷ لوقا کا یہ ہے:

"اگر چکی کا پاٹ اس کی گردن میں لٹکایا جاتا، اور دریا میں پھینکدیا جاتا تو اس کے لئے اس سے یہ بہتر ہوتا کہ وہ ان چھوٹوں میں سے ایک کو ٹھوکر کھلاوے"۔

اور لارڈنر کلیمنس کی عبارت کو اور ان درسوں کو اپنی کتاب کی دوسری جلد میں نقل کر کے لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۷ء صفحہ ۳۷):

''میں نے مقابلے میں کئی انجیل نویسوں کے الفاظ اس لئے رکھ دیئے
ہیں، تاکہ ہر شخص خوب سمجھ لے۔
لیکن عام خیال یہ ہے کہ اس عبارت کا جزء اخیر درس ۲ باب ۷ الوقا سے
لیا گیا ہے''۔

(یہاں تک لارڈنر کا کلام تھا)

اور ان دونوں عبارتوں کو سند کے مدعی بہت بڑی سند قرار دیتے ہیں، اور پیلی نے اپنی کتاب الاسناد میں صراحۃً صرف انہیں دو کو ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ نقل کا دعوے بالکل غلط ہے، کیونکہ اگر نقل کرتا تو اول اس انجیل کا جس سے نقل کرتا ہے نام لکھتا، اور اگر نام نہ لکھتا تو اس کی عبارت کو بعینہٖ نقل کرتا، اور اگر یہ بھی نہ کرتا تو ادنیٰ درجہ یہ تھا کہ سارے مضمون میں تو موافق ہوتا، حالانکہ نہ اس انجیل کا نام لکھا ہے، اور نہ ان تینوں انجیلوں میں سے کسی انجیل کی عبارت کو بعینہٖ نقل کیا ہے، اور نہ مضمون کے بعض حصوں کا پوری طرح اتحاد ہے، مثلاً پہلی عبارت میں کلیمنس کا فقرہ یوں ہے:

''رحم کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

اور لوقا کی انجیل میں یوں ہے:

''تم جیسا تمہارا باپ رحیم ہے رحیم ہو''۔

اور یہ فقرہ ''جیسی تم مہربانی دکھاؤ گے ویسی ہی مہربانی تم کو دکھائی جائے گی'' کلیمنس کی عبارت میں ہے، اور متی اور لوقا کی انجیلوں میں نہیں پایا جاتا۔

اور یہ فقرہ ''اور گناہ ثابت نہ کیا کرو تو تمہارے گناہ ثابت نہ کئے جائیں گے'' اور اسی طرح یہ فقرہ ''اچھا پیمانہ داب داب کے اور ہلا ہلا کے لبالب بھرا ہوا تمہاری گود میں رکھ دیں گے'' لوقا کی عبارت میں ہے، اور کلیمنس کی عبارت میں نہیں۔

اور دوسری عبارت کا حال بھی کچھ ایسا ہی خراب ہے، سو نقل کا دعویٰ بالکل بیجا ہے، اور اس کے کلام میں کوئی ایسا قرینہ نہیں کہ اس سے یہ بات سمجھی جائے، اور مضمون کے تھوڑے سے توافق سے نقل ثابت نہیں ہوتا، جیسا کہ پہلے قول کے بیان میں گذرا، خصوصاً کلیمنس جیسے شخص کے لکھنے سے، جو حواریوں کا صحبت یافتہ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے احوال اور اقوال سے خوب واقف تھا جیسا کہ پہلے قول کے درمیان میں تیسری وجہ کے اندر گذرا۔

دیکھو جناب پولوس کا قول بھی کلیمنس کی طرح کتاب اعمال کے ۲۰ باب کے ۳۵ درس میں نقل ہوا ہے، اور وہاں تو مسیحی علماء کا (اس) پر اتفاق ہے کہ جناب پولوس نے کسی لکھی ہوئی تحریر سے نقل نہیں کیا، تو ایسا ہی حال کلیمنس کا سمجھنا چاہئے، اور اگر بالفرض نقل بھی ہو تو یہ کیا ضروری ہے کہ انہیں تین انجیلوں سے ہو، ممکن ہے کہ کسی اور انجیل سے نقل کیا ہو، جیسا کہ اکہارن اور علماء جرمن کی تحقیق کے موافق اس فقرے کو کہ "تو میرا پیارا بیٹا ہے میں نے تجھے آج جنا" کسی ایسی ہی انجیل سے اس نے نقل کیا ہے، اور جب ان تینوں انجیلوں کی عبارت سے نہ توافق لفظی ہے، اور نہ پوری طرح سے توافق معنوی، تو اب ظن غالب یہی ہے کہ نقل کی صورت میں کسی اور ہی انجیل سے نقل کیا ہے، بہر حال یہ دعویٰ ان کا ثابت نہیں ہوتا، اسی لئے سند کا دعویٰ کرنے والے بھی جزم کے ساتھ نقل کا دعویٰ نہیں کرتے، بلکہ اپنے قدیم رویہ کے موافق ظن اور اٹکل سے بات کرتے ہیں۔

اور بشپ پیرس نے تو انصاف کر کے اس دعوے فارغ خطی دی، اور صاف اقرار کیا کہ کلیمنس نے حوالہ نہیں لیا۔

لارڈنر اپنی کتاب الاسناد کی دوسری جلد میں دونوں عبارتوں کے بارے میں

لکھتا ہے کہ:

''جنہوں نے ہمارے خداوند کے حواریوں اور مریدوں کی صحبت پائی تھی، اور ہمارے خداوند کے مسئلوں اور تاریخ سے ایسے واقف تھے، جیسے انجیل نویس، ان کے ملفوظات کے دیکھنے سے اکثر ایک مشکل واقع ہوا کرتی ہے جب تک کہ ان کے حوالے صریح اور ظاہر نہ ہوں، اور یہاں وہ مشکل یہ ہے کہ آیا کلیمنس ان جگہوں میں ان الفاظ عیسوی کی طرف رجوع کرتا ہے جو مکتوب تھے یا گرنتھوں کو وہ الفاظ عیسوی یاد دلاتا ہے جو اس نے اور انہوں نے خداوند کے حواریوں اور مریدوں سے سنے ہونگے لیکلرک اول کو اختیار کرتا ہے، اور بشپ پیرس دوم کو، اور میں اس بات کو مانتا ہوں کہ پہلی تینوں انجیلیں اس وقت سے پہلے لکھی گئی تھیں، اور کلیمنس نے اگر رجوع کیا ہو تو ہو سکتا ہے، گو لفظوں اور عبارت میں خوب موافقت نہیں رکھتا، لیکن یہ بات کہ اس نے رجوع بھی کیا ہے آسان نہیں کہ فیصل ہو جائے، کیونکہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو اناجیل کے لکھے جانے سے پہلے ان چیزوں سے خوب واقف تھا، اور ان کے لکھے جانے کے بعد بھی، ممکن ہے کہ اسی طور سے کہ پہلے اس کے بیان کی عادت تھی اناجیل کی طرف رجوع کے بغیر ان چیزوں کو جن سے وہ خوب واقف تھا بیان کرتا ہو، لیکن دونوں صورتوں میں انجیلوں کی سچائی خوب مضبوط کرتا ہے، اس لئے رجوع کی صورت میں تو معاملہ صاف ہے، اور عدم رجوع کی صورت میں بھی انجیلوں کی تصدیق ہے، کیونکہ یہ الفاظ موافق ہیں، ان کے جو وہاں لکھے ہیں، اور ایسے مشہور تھے کہ وہ اور گرنتھی ان کو جانتے تھے، سو کلیمنس نے ہمیں یقین کرایا کہ ہمارے انجیل نویسوں نے الفاظ عیسوی کو جن کو بردباری اور ریاضت کی تعلیم کے وقت ہمارے خداوند نے فرمائے تھے ٹھیک ٹھیک اور سچ سچ لکھا ہے، اور یہ الفاظ اس کے لائق ہیں کہ بڑے ادب سے یاد رکھے جاویں، اور اگرچہ یہاں مشکل ہے لیکن پھر بھی میں خیال کرتا ہوں کہ اکثر فضلاء کی رائے لیکلرک کی رائے موافق ہو، البتہ

پولوس اعمال کے ۲۰ باب کے ۳۵ درس میں اس طرح سے بعض کو یوں نصیحت کرتا ہے ''یادرکھو خداوند یسوع کے الفاظ جو اس نے کہا ہے کہ دینا لینے سے زیادہ تر مبارک ہے'' اور میں یقین کرتا ہوں کہ عام طور پر مانا گیا ہے کہ پولوس اس جگہ کسی لکھے ہوئے کی طرف رجوع نہیں کرتا، بلکہ صرف بعضے ان الفاظ عیسوی کی طرف جن سے یہ اور وہ واقف تھے، مگر اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ ہمیشہ رجوع کا طریقہ ایسا ہی سمجھا جاوے، بلکہ یہ طریقہ لکھے ہوئے اور غیر لکھے ہوئے کی طرف استعمال میں آسکتا ہے، اور ہم پاتے ہیں پولیکارب کو کہ یہی طریقہ استعمال میں لاتا ہے، اور غالباً بلکہ یقیناً لکھی ہوئی انجیلوں کی طرف رجوع کرتا ہے''۔

(یہاں تک لارڈنر کا کلام تھا)

دیکھو یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ کلیمنس نے ان انجیلوں سے نقل کیا ہے، بلکہ ایک گمان اور خیال ہے، اور یہ جو کہتا ہے کہ دونوں صورتوں میں انجیلوں کی سچائی خوب مضبوط کرتا ہے عجیب بات ہے، اس لئے کہ اول تو جو کچھ کمی بیشی کا تفاوت ہے وہ الٹا اس بات کو مضبوط کرتا ہے کہ انجیل نویسوں نے اقوال مسیحی کو ایسے ہی اور جگہ بھی اپنی طرف سے گھٹا بڑھا کر لکھا ہوگا، جیسا اس جگہ لکھا ہے، اور ہرگز جناب مسیح کے اقوال کو بے کم وکاست نہیں لکھا۔

اور دوم اس سے اگر قطع نظر کریں تو اس صورت میں فقط اتنی بات ثابت ہوگی کہ یہ فقرے ان انجیلوں میں کلیمنس کی شہادت کے موافق بھی مسیح کے اقوال ہیں نہ کہ ساری انجیل کی تصدیق، اور نہ یہ بات کہ جو ان انجیلوں میں نقل ہوا ہے، وہ بھی سب کا سب ایسا ہی ہے۔

اور یہ جو کہتا ہے کہ ''ہم پاتے ہیں پولیکارب کو کہ یہی طریقہ استعمال کرتا ہے الخ'' مردود ہے، کیونکہ پولیکارب بھی تابعی اور یوحنا کا شاگرد اور کلیمنس کی طرح

جناب مسیح کے سب حال اور اقوال سے واقف تھا تو اس کا حال بھی کلیمنس کا سا حال ہے، اور جس جگہ یہی طریقہ استعمال کرتا ہے، اس جگہ ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی کلیمنس اور پولوس کی طرح لکھی ہوئی انجیلوں کی طرف رجوع نہیں کرتا۔

اگناشیوس کے خطوط کا حال

اور جب کلیمنس کا حال معلوم ہوگیا تو اب اگناشیوس کا حال سنئے کہ چوتھی ہدایت کی بارہویں وجہ میں گذرا کہ اس کے سات خطوں کے سوا جو اور خط ہیں وہ تو جمہور مسیحی علماء کے نزدیک جعلی ہیں، رہے یہ سات خط ان کے دو نسخے ہیں، ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا، بڑے نسخے کا تو حال یہ ہے کہ دو چار علماء کے سوا تثلیثی مذہب کے سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں الحاق ہوا ہے، اور الحاق کرنے والا کوئی ایرین کے فرقے سے ہے، رہا دوسرا نسخہ اس کا حال یہ ہے کہ اولاً جزم کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ اس میں وہی خطوط ہیں جو اگناشیوس نے لکھے تھے، اس کے باوجود پھر ان میں الحاق یقینی ہے، اور الحاق کرنے والا کوئی ایرین یا کوئی تثلیثی ہے، تو اب ہمارے نزدیک یہ نسخہ بھی سند کے قابل نہیں، غالب ہے کہ وہ خط جعلی ہوں گے، کہ دوسری صدی کے دستور کے موافق کسی عیسائی نے دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع میں بنا ڈالے ہوں گے، جیسے ان لوگوں نے تقریباً ۷۴ انا جیل اور ناموجات وغیرہ بنا ڈالا ہے، اور اگر بالفرض اس میں اگناشیوس کے ہی خطوط ہوں تو جب ان میں الحاق یقینی ہے تو جیسے بعضے وہ فقرے الحاقی ہوں اسی طرح اس قسم کے بعضے فقرے بھی تحریفی اور الحاقی ہوں جو بعض مخالفین کے رد کے واسطے بڑھائے گئے ہوں، اور یہ تو کچھ بعید نہیں، ڈیونیشس کی زندگی ہی میں اس کے خطوں میں تحریف سے نہ چوکے تھے، جس پر وہ دہائی دیتا ہے کہ شیطان کے مریدوں نے ان کو گندگی سے بھر دیا ہے، بعضی چیزیں

نکال ڈالیں، اور بعضی چیزیں اپنی طرف سے بڑھادیں اور اسی طرح عیسائی مذہب کے اور مرشد بھی دہائی دیتے ہیں جیسا کہ اکھارن کے قول میں گذرا۔

اور لارڈنز اقرار کرتا ہے کہ ان خطوں کے نسخے بھی بہت کمیاب ہیں، تو ان میں تحریف کا چل جانا بھی بہت ہی آسان تھا، سو بحمد اللہ کہ اول صدی کے علماء کے کلام میں تو ان انجیلوں کی سند نہیں نکلتی۔

اور دوسری صدی کے اول اور وسط والوں کو خوف طوالت سے نہیں لیا، اور اس صدی کے آخر میں اگر کسی کسی کے کلام میں کچھ پایا جائے تو وہ ہمارے دعوے کو مضر نہیں۔

دوسری تنبیہ

عہد قدیم اور عہد جدید کے بارے میں علماء اسلام کے اقوال

اس تنبیہ میں علماء اہل اسلام کے اقوال کو نقل کرتا ہوں۔

جاننا چاہئے کہ علماء اہل سنت والجماعت اور علماء شیعی مذہب بالاتفاق ان عہد عتیق اور جدید کی کتابوں کا انکار کرتے ہیں، اور بالاتفاق کہتے ہیں کہ یہ توریت وہ نہیں جو موسیٰ پر نازل ہوئی تھی، اور نہ یہ انجیل وہ ہے جو حضرت عیسیٰ پر وحی ہوئی تھی، اور جن کا ذکر قرآن میں ہے۔

دہلی کے علماء کے فتویٰ کی نقل

سب سے پہلے علماء دہلی کے فتویٰ کو لکھتا ہوں جس کو مولوی محمود جان صاحب جامع مباحثہ اکبرآباد نے تیار کرایا تھا، اور چونکہ وہ فارسی میں تھا لہٰذا اس کو اردو میں نقل کرتا ہوں۔

سوال

کیا فرماتے ہیں دین کے عالم (اللہ ان کو بڑھائے) اس بارے میں کہ عہد جدید کا یہ مجموعہ جس کے پادری لوگ اب ترجمے بانٹا کرتے ہیں اور اس میں چار صحیفے ہیں جن میں عیسیٰ کے احوال اور اقوال تاریخ کے طور پر پیدائش کے وقت سے لے کر

آسمان پر عروج تک لکھے ہیں، اور چاروں میں یہ بات ہے کہ حضرت عیسیٰ نے سولی پائی، اور اس مجموعہ میں ایک کتاب اعمال حواریین ہے جس میں حواریوں کا حال تاریخ کے طور پر لکھا ہے، اور پولوس کے چودہ خط اور یعقوب کا ایک خط اور پطرس کے دو خط اور یوحنا کے تین خط اور یہودا کا ایک خط اور کتاب مشاہدات جس کو اٹکل پچو یوحنا کی طرف نسبت کرتے ہیں، بھی ہیں، اہل اسلام کے مذہب کے موافق کلام اللہ کہا جاتا ہے یا نہیں اور وہ انجیل جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے، یہی مجموعہ ہے یا اس انجیل سے فقط وہی کلام ربانی مراد ہے، جو حضرت عیسیٰ پر اترا تھا، بیان کرو، ثواب دیئے جاؤ۔

پہلا جواب

اہل اسلام کے نزدیک انجیل سے وہی کلام ربانی مراد ہے جو حضرت عیسیٰ پر اترا تھا جس میں ہدایت اور نور اور توریت کے احکام کی تصدیق تھی، اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت تھی، اور اس عہد جدید کے مجموعہ سے عبارت نہیں، اللہ پاک چھٹے سیپارے کے گیارہویں رکوع میں سورہ مائدہ کی انچاسویں تا اکاونویں آیتوں کے اندر فرماتا ہے:

"وقفينا علىٰ آثارهم بعيسى ابن مريم مصدقاً لما بين يديه من التورٰة وآتيناه الإنجيل فيه هدىً ونور، ومصدقاً لما بين يديه من التورٰة وهدىً وموعظة للمتقين، وليحكم أهل الإنجيل بما أنزل الله فيه، ومن لم يحكم بما أنزل الله فأُلٰئك هم الفٰسقون، وأنزلنا إليك الكتٰب بالحق مصدقاً لما بين يديه من الكتاب ومهيمناً عليه"

اور پچھاڑی بھیجا ہم نے انہیں قدموں پر عیسیٰ مریم کے بیٹے کو سچ بتاتا، توریت کو جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی

اور سچا کرتی اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت ڈر والوں کو اور چاہیئے کہ حکم کریں انجیل والے اس پر جو اللہ نے اتارا اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے رحم اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب تحقیق سچا کرتی سب اگلے کتابوں کا اور سب پر شامل۔

تفسیر بغوی میں ہے:

"ومعنىٰ أمانة القرآن ما قال ابن جريح أمين علىٰ ما قبله من الكتاب، فما أخبر أهل الكتاب عن كتابهم فإن كان فى القرآن فصدقوه وإلا فكذبوه، قال سعيد بن المسيب والضحاك قاضياً، وقال الخليل رقيباً وحافظاً والمعانى متقاربة ومعنىٰ الكل أن كل كتاب يشهد بصدقه القرآن فهو كتاب الله وما لا فلا"

یعنی قرآن کے امین ہونے کے معنی وہ ہیں جو ابن جریج نے کہا ہے قرآن امین ہے اس کتاب پر جو اس سے پہلے ہے، سو جس چیز کی کتاب والے اپنی کتاب سے خبر دیں، اگر وہ قرآن میں ہو، تو تم اسے مانو، نہیں تو تم اس کو جھٹلاؤ، کہا سعید بن المسیب اور ضحاک نے قرآن قاضی ہے اور کہا خلیل نے نگہبان ہے اور یہ سب معنی قریب قریب ہیں، اور سب کا مطلب یہی ہے کہ جس کتاب کی صداقت کی قرآن گواہی دے وہ تو کتاب اللہ ہے اور جس کی گواہی نہ دے وہ نہیں۔

تفسیر مظہری میں اس قول "فكذبوه" کے بعد یوں ہے:

"يعنى إن كان فى القرآن تصديقه فصدقوه وإن كان فى القرآن تكذيبه فكذبوه، وإن كان القرآن ساكتاً عنه فاسكتوا عنه لاحتمال الصدق والكذب من أهل الكتاب"

یعنی اگر قرآن میں اس کی تصدیق ہوتو مانیو اور اگر قرآن میں اس کی تکذیب ہوتو نہ مانیو، اور اگر قرآن اس سے ساکت ہو، یعنی نہ تصدیق کرتا ہو نہ تکذیب تو تم بھی سکوت کرو، اس لئے کہ اس میں کتاب والوں کے جھوٹ اور سچ دونوں کا احتمال ہے، اللہ پاک توفیق والا ہے۔

۱۲۴۱ محمد کریم اللہ	ھواحمد ۱۲۵۸ فقیر احمد سعید	دین محمد ۱۲۶۳ در فرید آمدہ
دلی میں ایک مولوی صاحب ہیں۔	یہ مولوی صاحب حضرت شاہ غلام علی مغفور کی خانقاہ میں سجادہ نشین ہیں، اور یہ پہلا جواب انہوں نے لکھا ہے۔	ان مولوی صاحب کا نام فرید الدین ہے، اور دلی کی جامع مسجد کے واعظ ہیں۔

دوسرا جواب

شریعت کے ماہروں پر یہ بات آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے کہ یہ ترجمے اور اسی طرح ان کی اصل بھی اگر انہیں ترجموں کے موافق ہے وہ انجیل جس کا قرآن میں ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ پر اتری تھی شریعت محمدی کے علماء کے نزدیک خبر آحاد کی رو سے بھی ثابت نہیں ہوتی، خبر مشہور کا تو کیا ذکر، اور اعمال حواریین اور پولوس وغیرہ کے نامجات ہمارے مذہب کے موافق انجیل میں داخل نہیں، ہمارے نزدیک تو انجیل فقط اسی کلام سے عبارت ہے جس کو حضرت عیسیٰ نے وحی ربانی کے موافق ارشاد کیا ہے، سو اس مجموعہ کو سند شرعی کے سوا (بغیر) کیونکر کلام اللہ کہا جائے، اور عبری زبان والی پوری توریت کو بھی کلام اللہ نہیں کہہ سکتے، اور ان دونوں کے محرف ہوجانے پر قرآن ناطق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فويل للذين يكتبون الكتاب بأيديهم الآية۔

يحرفون الكلم عن مواضعه ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون، ويقولون هومن عند الله وما هو من عندالله ويلبسون الحق بالباطل ويكتمون الحق وهم يعلمون، الاية"۔

سو خرابی ہے ان کی جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے۔ الخ

اور دوسری بہت آیات کریمہ تحریف پر دلالت کرتی ہیں، اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ اہل کتاب نے تحریف لفظی اور معنوی دونوں کی ہیں۔

(یہاں تک دوسرا جواب تھا جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

۱۲۷۰ محمد نذیر حسین سید	۱۲۶۷ محمد قطب الدین	۱۲۶۱ محمد ضیاء الدین
یہ مولوی صاحب دلی میں پنجابی کٹرے کے اندر رہتے ہیں، اور یہ دوسرا جواب انہوں نے لکھا ہے۔	یہ دلی میں ایک مولوی صاحب ہیں، حضرت مولوی محمد اسحاق مغفور کے شاگرد رشید	دلی میں ایک مولوی صاحب ہیں۔
نوازش علی یہ مولوی صاحب دلی میں مدرسہ دار الوعظ والہدیٰ کے مدرس ہیں۔		۱۲۵۳ سید رحمت علی خاں عدالت العالیہ سلطانی مفتی سراج العلماء ضیاء الفقہاء

سو علماء کے ان دونوں جوابوں سے صاف صاف معلوم ہو گیا کہ انجیل جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے، صرف اس کلام ربانی سے عبارت ہے جو حضرت عیسٰی پر اترا تھا،

نہ اس عہد جدید کے مجموعہ سے، اور اس مجموعہ کو کلام اللہ نہیں کہہ سکتے، اور نہ اس عبرانی توریت کو اور دونوں محرف ہیں، اور دونوں طرح کی تحریف یعنی لفظی اور معنوی ان میں ہوئی ہے، اور قرآن جا بجا ان میں تحریف پر صراحت کرتا ہے، سو اب حال ان کا یہ ہے کہ جو ان میں سے قرآن کے موافق ہو، وہ قبول کیا جائے گا، اور جو مخالف ہو اسے مردود ٹھیرایا جائے گا، اور جو نہ موافق ہو نہ مخالف، اس میں سکوت کیا جائے گا، اس لئے کہ اس میں احتمال ہے شاید سچ ہو یا جھوٹ ہو۔

میں کہتا ہوں کہ ان علماء نے یہ جو فرمایا کہ "انجیل جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے، صرف اس کلام ربانی سے عبارت ہے، جو حضرت عیسیٰ پر اترا تھا الخ" بہت ٹھیک ہے، اور قرآن میں بھی بہت جگہ اس بات کا اشارہ ہے، مثلاً پہلے سپارے کے سولہویں رکوع میں سورۂ بقرہ کی ایک سو چھتیسویں آیت کے اندر ہے:

"وماأوتی موسی وعیسیٰ"۔

ترجمہ: اور جو ملا موسیٰ اور عیسیٰ کو۔

اور بیضاوی میں ہے:

"التوریت والانجیل"۔

پھر تیسرے سپارے کے تیرہویں رکوع میں آل عمران کی اڑتالیسویں آیت میں ہے:

"ویعلمه الکتاب والحکمة والتورٰة والإنجیل"

(ترجمہ):

"اور سکھائے گا اس کو (یعنی عیسیٰ کو) کتاب اور کام کی باتیں، اور توریت اور انجیل"۔

پھر تیسرے سپارے کے سترہویں رکوع میں آل عمران کی چوراسویں آیت

کے اندر ہے:

"وما أوتي موسىٰ وعيسىٰ"

(ترجمہ):

"یعنی جو ملا موسیٰ اور عیسیٰ کو"۔

سوان تینوں جگہ سے تفاسیر کے موافق یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ انجیل اس کلام سے عبارت ہے جو:

"خدا کی طرف سے حضرت عیسیٰ کو ملا تھا"۔

جیسا کہ توریت بھی عبارت اسی کلام نبوت سے ہے، جو موسیٰ کو وحی ہوا۔

پھر ساتویں سیپارے کے پانچویں رکوع میں سورہ مائدہ کی ایک سو تیرہویں آیت کے اندر ہے:

"وإذ علمتك الكتاب والحكمة والتورٰة والإنجيل"

(ترجمہ):

"اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور پکی باتیں اور توریت اور انجیل"۔

یہاں بھی انجیل اسی کلام کو کہا، جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تعلیم کیا تھا۔

پھر سولہویں سپارے کے پانچویں رکوع میں سورہ مریم کی اکتیسویں آیت کے اندر حضرت عیسیٰ کا قول یوں منقول ہے:

"وآتاني الكتاب"۔

یعنی مجھ کو اس نے کتاب (یعنی انجیل) دی.

بیضاوی میں ہے:

"اي الإنجيل"۔

یہاں بھی انجیل حضرت عیسیٰ نے اسی کو کہا جس کلام کو خدا نے ان کو دیا تھا۔ اور علماءِ اسلام سلف سے خلف تک ان کے مقابلے میں ہمیشہ اس امر کی تصریح کرتے رہے ہیں۔

اور صاحب استفسار اپنی کتاب استفسار کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''اصل حقیقت یہ ہے کہ موسیٰ کی کتاب ایسی ہے جیسے کوئی تفسیر حسینی کا ترجمہ اردو کر ڈالے، اس طرح کہ قرآن کی عبارت نہ لکھی، بلکہ اس کا ترجمہ بھی غلط کر کے لکھے، اور دوسری کتابیں ایسی ہیں، جیسے ہمارے یہاں معارج النبوت یا معراج نامہ یا مولد نامہ یا قیامت نامہ کہ قرآن اور حدیث کے الفاظ لے کر یہ کتابیں بنائی گئی ہیں، کہ بعضی ان میں سے بلا تنقید روایت اور بلا تحقیق تفسیر لکھی گئی ہیں، بلکہ بعض ان میں بائبل کے رسالوں میں سے ایسی ہیں، جیسی حاتم کی ہفت سیر کہ نہیں معلوم کس نے لکھی اور کہاں سے لکھی اور کب لکھی؟ یا شاہنامہ اور سکندر نامہ اور اکثر کلام زبور اور اشعیا وغیرہ کی کتابوں کا ایسا ہے، جیسے کسی کے منامات یا مجذوبوں کی بڑ کہ تاویل اور تعبیر دوراز کار کی محتاج ہے، اور اسی طرح مشاہدات یوحنا بھی ہیں، اور اناجیل تو ایسے ہیں جیسے بزرگوں کے ملفوظ ہوتے ہیں، جن میں ان کا نسب نامہ اور سلسلہ اور نشست و برخاست کے قصے لکھے جاتے ہیں، اس بات میں تو عیسائیوں کو بھی اختلاف نہیں، مگر اس کے ضمن میں جو کلام عیسوی منقول ہے وہ اگرچہ بلفظہ عبری زبان میں نہیں ہے، لیکن ممکن ہے کہ وہ کلام الٰہی کا ترجمہ ہو''۔

(یہاں تک صاحب استفسار کا کلام تھا جو انھیں کے الفاظ میں نقل ہوا)

پھر پندرھویں استفسار میں کہتے ہیں:

''انجیلوں میں جس قدر کلام عیسوی ہے وہ بعد تسلیم صحت الفاظ اور عدم تحریف باعتبار اپنی ذات کے مثل احادیث مصطفویہ کے ہے نہ کہ مثل قرآن

شریف کے"۔

(یہاں تک استفسار والے کا کلام تھا)

اور ڈاکٹر محمد وزیر خاں صاحب نے اپنے خط محررہ ۹/ جون ۱۸۵۴ء میں پادری فنڈر صاحب کو انجیل کی بابت یوں لکھا ہے:

"قرآن میں صرف اتنا ہی ذکر آیا ہے کہ کلام جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا اس کا نام انجیل تھا نہ وہ تواریخ کی موضوعی (گڑھی ہوئی) کتابیں، جس میں حضرت عیسیٰ کی موت اور صلیب وغیرہ کا قصہ لکھا ہے "أنزل من الله" میں داخل ہو، یا وہ کتاب جس کا آپ نے اعمال حواریین نام رکھا ہے، اور اس میں حواریوں اور ان کے مریدوں کے سفر و وعظ کا قصہ مندرج ہے، أنزل من الله میں داخل ہو یا نامے پولوس کے، جو حضرت عیسیٰ کے بعد ایمان لایا ہے، اور حواری بھی نہیں، اور اپنے ناموں میں خانگی باتیں لکھتا ہے، اسی "أنزل من الله" میں داخل ہوں، جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا، یا نامہ یعقوب کہ جسے تین سو برس بلکہ قریب چار سو برس تک بہت سے مسیحی علماء نہیں مانتے تھے، اور جناب مصلح دین عیسوی بھی اسے گھاس پھوس فرماتے تھے، اسی "انزل من الله" میں داخل ہو، جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا، یا مشاہدات یوحنا کہ جو چار سو برس تک کلام الٰہی نہ مانا گیا، بلکہ بعض قدماء عیسائی تو اسے سرنتھس ملحد کی تصنیف بتلاتے تھے، اور ڈیونیسیش بھی اس کو یوحنا حواری کی تصنیف نہیں جانتا، اور پروفیسر ایوالڈ نے بھی خوب تحقیق سے ثابت کیا کہ وہ یوحنا کی تصنیف نہیں ہے، اسی انزل من الله میں داخل ہو، سبحان اللہ! کیسی کیسی کتابیں آپ حضرت عیسیٰ کے سر تھوپے دیتے ہیں اور طرفہ تو یہ ہے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کی تصنیفات کو جن میں سے ایک کو بھی نہ پیغمبر نہ صاحب الہام جانتے ہیں، خدا کا کلام کہہ دیں"۔

پھر دوسرے مباحثہ کے آخر میں جو ان کے خطوط کا آخر ہے لکھتے ہیں:

''یہ مجموعہ عہد عتیق اور جدید کا بعینہٖ وہ توریت اور انجیل نہیں ہے، جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو وحی کی گئی تھی، اور نہ ان کا کلام اللہ میں ذکر آیا ہے، کس لئے کہ ان دونوں مجموعوں میں وہ کتابیں شامل ہیں جو بالاتفاق علماء یہود ونصاریٰ کے حضرت موسیٰ عیسیٰ علیہما السلام کی تصنیف بھی نہیں، بلکہ بعض کتابوں کے تو مصنفوں کا بھی ٹھکانا نہیں، علاوہ اس کے یہ بات بھی بہ دلائل ثابت ہوئی کہ مجموعہ عہد جدید کا غیر الہامی ہے، پس اس صورت میں یہ وہ انجیل کیونکر ہو سکتی ہے جس کا ذکر کلام اللہ میں آیا ہے، اور جو حضرت عیسیٰ کو وحی کی گئی تھی اور جس کا ہر لفظ الہامی تھا، قطع نظر اس ....

کے یہ بات بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچی کہ عرب کے کلیسے اور اسی طرح سریانی کلیسے اس مجموعہ عہد جدید میں سے کئی کتابوں کو واجب التسلیم نہ جانتے تھے، اور نہ وہ کتابیں ان کے نسخوں میں موجود تھیں، اور بعضے مسیحی فرقہ تو اس مجموعہ میں سے اکثر کو نہ مانتے تھے، اس صورت میں پادری صاحب کیا سمجھ کر کہتے ہیں کہ اسی مجموعہ کا کلام اللہ میں ذکر آیا ہے، اور اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس وقت میں بھی مجموعہ انجیل کا موجود تھا، کیونکہ یہ بات خلاف عقیدۂ اہل اسلام اور خلاف کتب عیسائیہ کے بھی ہے''۔

(یہاں تک ڈاکٹر صاحب کا کلام تھا جو انہیں کے الفاظ سے نقل ہوا)

اور اسی طرح سے مولوی عباس جاجموی وغیرہ نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے۔

یہ حال تو علماء اہل سنت والجماعت کا تھا۔

علماء شیعہ مذہب کے اقوال

اب علماء شیعی مذہب کے اقوال سنئے۔

اس رسالے میں جس میں مجتہد صاحب لکھنوی اور پادری یوسف ولف کی گفتگو کا حال مرقوم ہے یوں لکھا ہے:

''ہر منصف لبیب کہ کتب عہد عتیق وجدید را دیدہ میداند کہ ایں صحف مطبوعہ متداولہ بعینہا کتب منزلہ نیست، چنانچہ در انجیل ہمگی کلام لوقا ومتی و یوحنا و مرقس کہ بطرز تواریخ و سیر حال ولادت حضرت عیسیٰ و حال نسب و سیرت آنحضرت و مصلوب ومقتول شدن و ذکر وقایعے کہ بعد ازیں روداده نوشتہ شدہ ایں را کلام الٰہی گفتن و نازل من السماء انگاشتن یعنی چہ وہر گاہ ایں اناجیل متداولہ بعینہا کلام ربانی نباشد، پس صلاحیت استناد نخواہد داشت، واحتجاج بآں براہل اسلام ناتمام زیرا کہ احتمال کم وزیاد وتحریف وتغیر دراں منطوق بلکہ وقوع آں معلوم ومتیقن''۔

(یہاں تک اس رسالے کی عبارت تھی)

اور اسی طرح مجتہد صاحب اور ان کے اقارب اور متبعین کی تحریرات میں جا بجا اس قسم کی باتوں کی تصریح ہے، طوالت کا خوف کر کے نہیں نقل کرتا، بہر حال اس امر میں دونوں گروہ کے علماء متفق ہیں۔

تیسری تنبیہ

عہد عتیق اور عہد جدید کے بارے میں میری رائے

اور اس تنبیہ میں اپنی رائے کو لکھتا ہوں، اللہ خطا سے بچا کر سچی اور ٹھیک بات ظاہر کرادے، أقول وبه نستعين۔

بلاشبہ حضرت موسیٰ پر کلام ربانی نازل ہوا تھا، جس کا نام حقیقت میں توریت تھا، مگر اس کا اصل نسخہ تو سلیمانؑ کی سلطنت سے پہلے ہی گم ہوگیا تھا، اور اس سلطنت کے بعد ان حوادثات اور کفریات کا لحاظ کر کے جن کا ذکر پہلی ہدایت کے اندر توریت کے بیان میں پہلی دلیل کے اندر گذرا، بخت نصر کے حادثے سے پہلے اس نسخے کی صحیح نقلوں کا اور اسی طرح عہد عتیق کی بعض کتابوں کا خاتمہ ہو چکا تھا، اور یوشیا کے عہد والے نسخے کا جس کی صحت اور عدم صحت مشتبہ ہے، اور اس کی نقلوں کا اور عہد عتیق کی اور کتابوں کا بخت نصر کے حادثے میں بالکل نشان مٹ گیا، جیسا کہ چوتھی ہدایت کی تیسری وجہ میں گذرا۔

سو توریت اور عہد عتیق کی بعض کتابوں کا تواتر تو اسی وقت سے منقطع ہوگیا تھا، پھر بابل کی قید سے رہائی کے بعد جو ان کا وجود ہوا، تو اول کسی خبر متواتر یا مشہور سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ عزرا پیغمبر نے عہد عتیق کی کس کس کتاب کو لکھا تھا، اور روایات آحاد عقائد کا مبنیٰ نہیں بن سکتیں، خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی سند

بھی ضعیف ہو، اور آپس میں باہم مخالف ہوں، جیسا کہ بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم کی پہلی تنبیہ میں گذرا، اور اگر انہیں روایات آحاد ضعیف السند کے موافق اتنی بات مان لیں کہ عزرا پیغمبر نے عہد عتیق کی ان کتابوں کو جوان سے پہلے تھیں پھر لکھ دیا ہے تو اینٹوکس کے حادثے میں ان نسخوں کا بھی تواتر منقطع ہوا، اسی لئے رومن کیتھولک فرقہ کے علماء بالاتفاق کہتے ہیں کہ پھر ان کتابوں کی صداقت کی گواہی نہ تھی، جب تک مسیح اور حواریوں نے ان کی صداقت کی گواہی نہ دی تھی، جیسا کہ چوتھی ہدایت کی چوتھی وجہ میں گذرا۔

اور غالب یہ ہے کہ عزرا پیغمبر نے ان کتابوں کو بذات خود نہیں جمع کیا، بلکہ اس وقت دوسرے کاہنوں اور دوسرے علماء یہود نے زبانی روایات سے جو کسی کسی کے یاد تھیں، اور تحریری روایات سے جس قدر ان کو مل سکیں، پھر ان کتابوں کو جمع کرلیا ہے، اور قصے اور تکمیل کرنے والی باتیں اور شان نزول وغیرہ شرح کے طور پر اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں، اسی لئے توریت میں بھی اس طرح کرتے ہیں کہ جہاں خدا کا حکم ہوتا ہے اسے "قال اللہ" کے تحت میں اور جہاں موسیٰ کا قول ہوتا ہے اسے "قال موسیٰ" کے تحت میں داخل کرتے ہیں، اور موسیٰ کو غائب کے صیغہ سے تعبیر کرتے ہیں، اور اسی لئے ان کتابوں کے اندر جو اکثر ضعیف اور متخالف روایات سے جمع ہوئی تھیں غلطیاں اور اختلاف بھی واقع ہوئے ہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر اور اس جلد میں آٹھویں ہدایت کے اندر گذرا۔

اور اگر کہو کہ عزرا پیغمبر ہی نے اسی طور پر جمع کیا ہے تو اب ترجیح اس بات کو ہے کہ انہوں نے روایات متداولہ سے خواہ تحریری ہوں یا غیر تحریری ان کتابوں کو جمع کر دیا ہے، اور ہرگز نئے الہام سے نہیں لکھا، بلکہ کتاب اول اخبار الایام کو بھی جو خاص انہیں

کی تصنیف ہے، اور دو پیغمبروں کی مدد سے اس کو لکھا ہے، اسی قسم کی روایتوں سے بغیر الہام کے جمع کر دیا ہے، اسی لئے اس میں بھی غلطی اور اختلاف واقع ہوگیا ہے، جیسا کہ ان کتابوں میں ہے، اور اس کی تشریح چھٹی ہدایت کے اندر گذری، اور جیسے ہمارے مذہب میں ان قدسی حدیثوں اور رسول اللہ کے ان اقوال کو جو روایات آحاد سے مروی ہیں یوں کہتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا، اور رسول اللہ نے یوں ارشاد کیا''۔

اسی طرح اہل کتاب میں بھی اس طرح پر کہ خدا نے یوں فرمایا، یا موسیٰ یا فلانے پیغمبر نے یوں کہا، کہنا صحیح تھا، اور جس کتاب میں جس شخص کے اکثر قول ہوں، یا اس کا حال ہو، اس کو اہل کتاب کے مذاق کے موافق یوں کہنا کہ مثلاً موسیٰ کی کتاب یا سموئیل کی کتاب یا راعوث کی کتاب صحیح تھا، جیسا کہ بارہویں ہدایت کی تیسری قسم کی تیسری وجہ میں گذرا، اور جناب مسیح کی گواہی ان کتابوں کی بابت اول تو ہمارے نزدیک ثابت ہی نہیں، اور اگر بالفرض مان بھی لیویں، تو ان کی گواہی سے نہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ توریت کے سوا کتنی کتابیں ہیں، اور نہ ان کا نام اور نہ یہ بات کہ یہ کتابیں انہیں لوگوں کی تصنیف ہیں، جن کی طرف منسوب ہیں، اور نہ یہ بات کہ ہر ہر جز اور ہر ہر بات ان کتابوں کی الہامی ہے، اور اگر یہ سب باتیں بالفرض مانی جاویں، تو بعد کی تحریف کے واسطے یہ گواہی کوئی مانع نہیں، جیسا کہ تفصیل سے بارہویں ہدایت کی تیسری قسم میں گذرا۔

سو اب عہد عتیق کی ان کتابوں کے بارے میں میرا یہ اعتقاد ہے کہ یہ توریت ہرگز وہ نہیں، جسے موسیٰ نے تصنیف کیا تھا، جیسا کہ پہلی ہدایت میں گذرا، بلکہ ایک مجموعہ ہے جو قدیم روایتوں سے (تحریری ہوں یا غیر تحریری یا دونوں) جمع کیا گیا ہے، جیسا کہ

نورٹن نے بھی ایسا ہی کہا ہے، رہی عہد عتیق کی اور کتابیں وہ تو بہت ہی بے سند ہیں، اور غالباً جو عزرا پیغمبر سے پہلے تھیں وہ سب کی سب اسی قسم کی روایتوں سے جمع ہوئی ہیں، اور جمع کرنے والوں کو چونکہ توریت کے مقابلے میں ان کے جمع کرنے میں کم اہتمام ہوا ہے تو اس واسطے ان میں ضعیف روایات اور جھوٹے قصے، اور باطل حکایات بہت داخل ہوگئی ہیں۔

رہا عہد جدید سو اتنی بات تو علماء مسیحی کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ اس کی کوئی کتاب ایسی تو نہیں جس میں حضرت عیسیٰ نے بذات خود ان سب الہامات الہیہ کو جو ان کو ہوئے تھے ضبط کیا ہے، اور نہ ایسی ہے کہ انہوں نے اور کسی حال کو اس میں بذات خود لکھا ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ یہودی تھے، اور انہوں نے پرورش یہودیوں میں پائی تھی، اور اس وقت ان لوگوں کو بولی عبری تھی، یا عرامائی جو عبری کے بہت ہی قریب ہے، تو حضرت عیسیٰ کی بھی بولی ایسی ہی تھی، اس لئے ان انجیلوں میں بھی ان کے جو بعض اقوال انھیں کے الفاظ میں نقل ہوئے ہیں وہ ایسے ہی ہیں مثلاً متی کی انجیل کے ۲۷ باب ۴۶ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء):

"بلند آواز سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا کیوں تو نے مجھے چھوڑ دیا"۔

اور مرقس کی انجیل کے ۳ باب کے ۱۷ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۱۴ء):

"زبدی کے بیٹے یعقوب اور یعقوب کے بھائی یوحنا کو جنہیں بوانرجس (جس کا ترجمہ بادل کے بیٹے ہے) خطاب دیا"۔

اور اسی انجیل کے پانچویں باب کے ۴۱ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء):

"اس سے کہا "طالیتا قومی" (جس کا ترجمہ ہے، اے لڑکی اٹھ) میں تجھ سے یہی فرماتا ہوں"۔

اور اسی انجیل کے ۷ باب کے ۳۴ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۱۱ء):

"وانظر الی السماء، وتنهد، وقال افاثا الذی هو الفتح"۔

(نسخہ ۱۸۱۶ء):

"وانظر الی السماء وقال افتا یعنی انفتح"۔

دیکھو "افاثا یا افتح" جس کے معنی یہ ہیں کھل جا، ایسا ہی ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سلف سے خلف تک لوگوں کی عادت یہی ہے کہ اگرچہ کوئی دوسری زبان کا ماہر بھی ہو مگر اپنی ولایت اور ملک والوں سے جب وہ بلا تکلف باتیں کرے گا تو اپنی اصلی زبان میں کرے گا، گو اس کا مخاطب بھی کا اس دوسری زبان سے واقف ہو، اور جو کوئی کسی کے بارے میں اس قاعدے کے خلاف بتائے تو اس کا ثبوت پیش کرنا ہوگا، کیونکہ یہ ظاہر اور عادت کے خلاف ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عادت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ جو نبی جس خطہ میں ہوا ہے اس خطہ میں اس کی اور اس کی قوم کی جو زبان ہوتی ہے اسی زبان میں اس کو وحی الٰہی ہوتی ہے، نہ دوسرے خطہ کی زبان میں، اور یہی بات عربی بائبل مطبوعہ ۱۶۲۵ء کے مقدمہ (جس کو پوپ اربانوس ثامن کے حکم سے بہت سے ماہرِ زبان عیسائی علماء نے مل کر لکھوایا ہے) سے بھی سمجھی جاتی ہے، اور اس سلسلہ کی عبارت یہ ہے:

"فأما ذلك الكلام الذی أنزله الله سبحانه فكتبه أولا الأنبياء والرسل بلغاتهم، كل واحد منهم بلغة بلدته وقومه ثم من بعدهم نقل إلى ألسنة مختلفة لتعرف جميع الأمم ما أوحى به الله لخلاصهم أجمعين"۔

یعنی یہ کلام کہ اتارا اس کو حق تعالیٰ نے سو لکھا اس کو پہلے نبیوں اور پیغمبروں نے اپنی بولیوں میں، اور ہر ایک نے ان میں سے لکھا اپنے شہر اور اپنی قوم کی بولی

میں، پھر ان کے بعد وہ کلام نقل کیا گیا مختلف زبانوں میں، تا کہ سب گروہ دریافت کرلیں جو خدا نے ان سب کی نجات کے لئے وحی بھیجی ہے۔

اور یہ بھی بالاتفاق مسلم الثبوت ہے کہ تمام یہودی اور اسرائیلی ممالک عبری تھے، اور یونان کی ولایت جدا تھی، سو یہودی اور اسرائیلی ممالک کی ولایت کی بولی عبری یا عرامائی تھی، یونانی ہرگز نہ تھی۔

اور یہ بھی بالاتفاق مسلم الثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یونان میں جا کر یونانیوں کو دعوت نہیں دی، بلکہ ان انجیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی دیئے جانے سے پہلے اپنی نبوت کی تخصیص کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں بنی اسرائیل کے سوا دوسرے کی طرف مبعوث نہیں ہوں، بلکہ عروج مسیح کی ایک مدت کے بعد حواریوں نے یونانیوں کو دعوت دی، جس پروائی ٹیکر جو پروٹسٹنٹ فرقہ کا بڑا محقق ہے، ان کو خطاوار قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''سب حواریوں نے اس بات میں غلطی کی ہے''

جیسا کہ دسویں ہدایت کے اندر گذرا، تو اب ظاہر بلکہ یقین کے قریب یہی ہے کہ الہام اور وحی جو حضرت عیسیٰ کو ہوتا تھا وہ عبری میں تھا، یا شاید عرامائی میں، نہ کہ یونانی میں، اور اسی طرح ان کی تعلیمات بھی عروج تک عبری یا شاید عرامائی میں تھیں نہ یونانی میں، اور یونانی میں ہونا بالکل ایک وہم ہے، جس کو ظاہر اور عادت اللہ اور عادت الناس باطل ٹھہراتا ہے، اور ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی وہ تعلیمات اور الہامات اس زبان میں تو اب کسی انجیل میں نہیں پائے جاتے، سو اصل تو جس کا نام ہم انجیل رکھتے ہیں، اول ہی سے یقیناً گم ہے، اور اکہارن اور دوسرے علماء جرمن کی تحقیق (جس کی تائید محقق لیکلرک اور کوپ اور میکالس اور لیسنگ اور نیمیر اور مارش کے اقوال سے ہوتی ہے) یہی ہے۔

جہاں تک انجیل کے ترجمہ کا معاملہ ہے سو اس کا حال یہ ہے کہ اول کی تین انجیلوں کی دوسری صدی کے آخر تک سند گم ہے، جیسا کہ بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم کی پہلی تنبیہ میں گذرا، اور سند مفقود ہونے کے ساتھ قدماء کے مذہب اور دوسرے بہت سے عیسائی مذہب کے محقق علماء کی تحقیق کے موافق متی والی انجیل کھوئی گئی، اور صرف اس کا یونانی ترجمہ باقی رہا کہ نہ مترجم کا ٹھیک حال معلوم ہے کہ کون تھا، اور اس کا کیا نام تھا، اور نہ اس کے علم اور ثقاہت کا حال معلوم، بلکہ نورٹن کی تحقیق کے موافق مترجم ایک شخص ہے جس کو روایت کی پرکھ بالکل نہیں، اور اس نے جھوٹا قصہ اور کہانی بھی اپنے ترجمہ میں ملالی ہے۔

اور یوحنا کی انجیل پر قوی شبہ ہے کہ وہ یوحنا کی نہیں، اور مرقس کی انجیل کا حال یہ ہے کہ اول تو عیسائی مذہب کے بعض فضلاء کی تحقیق کے موافق اصل گم اور ترجمہ باقی ہے، اور دوم وہ اور لوقا کی انجیل یقیناً الہامی نہیں، بلکہ لوقا کی انجیل میں جھوٹی روایات بھی ہیں، جیسا کہ دسویں ہدایت میں گذرا، اور نامہ دوم پطرس و نامہ دوم وسوم یوحنا اور نامہ یعقوب اور نامہ یہوداہ اور کتاب مشاہدات اور نامہ عبرانیہ اور نامہ اول یوحنا کے بعضے درس بالکل واجب الرد ہیں، جیسا کہ پہلی ہدایت میں تفصیل سے گذرا۔

سو اب عہد جدید کے حق میں یہ اعتقاد ہے کہ اول تو اس کی سند نہیں، بلکہ دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع میں ان بہت سی انجیلوں میں سے جو کثرت سے پائی جاتی تھیں، اور کوئی ایسی نہ تھی کہ جس میں سب حال سچا ہو، ان چار انجیلوں کو تثلیث کے معتقدوں نے دوسری انجیلوں کے مقابلہ میں اچھا دیکھ کر اور اپنے مطلب کے لئے کچھ مفید پا کر واجب التسلیم قرار دے لیا ہے، اور ایسی انجیلوں کو جن میں تثلیث کی جڑ اکھڑتی تھی، یا شریعت موسوی کے وجوبِ اطاعت کا ان میں حکم تھا یا

ان کے دوسرے اغراض کے مخالف تھیں بالکل چھوڑ دیا، اور پونے چار سو یا چار سو برس کے بعد وہ نامجات اور کتاب مشاہدات جن کا ذکر اوپر گذرا، کونسل کے حکم سے واجب التسلیم ٹھہرے، اور کونسل کا یہ حکم جس طرح تمام پروٹسٹنٹوں کے نزدیک دوسری جھوٹی کتابوں کے حق میں (مثلاً کتاب جودتھ اور کتاب وزدم وغیرہا) واجب الرد ہے، اسی طرح کونسل کا یہ حکم ہمارے نزدیک سند نہیں، اور ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ تثلیث کے معتقدوں میں اس ترتیب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے عہد جدید کی مذکورہ بالا کتابیں واجب التسلیم ہو گئی تھیں، اور اس انکار سے ہماری کچھ غرض متعلق نہیں، اور ہم ہرگز نہیں کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے ان کتابوں کا وجود نہ تھا، بعد میں کسی نے بنالی ہیں، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا کوئی صحیح قول ان میں نہیں، بلکہ یہی کہتے ہیں کہ اصل گم ہے، اور ان کی سند نہیں، اور اہل تثلیث کا یہ ماننا کہ کسی کو اندازاً ڈیڑھ سو، پونے دوسو برس اور کسی کو پونے چار سو، چار سو برس کے بعد مان لیا، ہم پر حجت نہیں، اور ان میں جھوٹی اور سچی روایات رلی ملی ہیں، اس لئے دلیل کے بغیر کوئی قول واجب التسلیم نہیں۔

اور عہد عتیق اور جدید کی نسبت اتنا اعتقاد مشترک ہے کہ ان میں ہر قسم کی تحریف لفظی بلاشبہ ہوئی ہے، جیسا کہ پانچویں ہدایت میں گذرا۔

اور ہر قسم کی تحریف لفظی کا اقرار سلف سے خلف تک ان کتابوں کے حامی بھی کرتے آئے ہیں، اور تحریف معنوی تو بلاشبہ سب کے نزدیک مسلم ہے، جیسا کہ ساتویں اور نویں ہدایت کے اندر گذرا، اور تحریف لفظی عہد جدید میں زیادہ ہوئی ہے کہ مخالف مذہب کا شخص دوسری ہی صدی میں بڑے زور سے فریاد کرتا ہے کہ عیسائیوں نے تین بار چار بار بلکہ اس سے بھی زائد اپنی انجیلوں کو بدلا ہے، اور

متالے کے عہد امارت میں مصنفوں کے مجہول ہونے کے سبب ان انجیلوں کو برا ٹھہرایا گیا، اوران کی دوبارہ تصحیح ہوئی، اوراس قسم کی اصلاح اور تبدیلی تو مسیحیوں کی ایک جبلی عادت ہے جیسا کہ ساتویں اور چوتھی اور بارہویں ہدایت کے اندر گذرا، اوران میں اختلافات اور غلطیاں بھی ہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر اوراس جلد میں آٹھویں ہدایت کے اندر گذرا۔

اوران کا ہر معاملہ اور ہر گذارش ان کے علماء محققین کے اقرار کے موافق بھی الہامی نہیں، جیسا کہ پوری تفصیل سے دسویں ہدایت کے اندر گذرا(۱) سواب ہمارے نزدیک عہد عتیق اور جدید کی ان کتابوں کا ایسا حال ہے جیسا کہ ان سیر کی کتابوں کا حال ہو، جن میں ہر طرح کی روایات ضعیفہ مخلوط ہوں، اور بڑے اطمینان سے آیت قرآنی اور تفاسیر اور علماء اسلام کے فتوی کے موافق جن کی تشریح ابھی جلد دوسری تنبیہ میں گذری، جزم اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ان کی ہر گذارش اور ہر حال کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے کہ جو دلیل عقلی قطعی یا نقلی قطعی کے مخالف ہو اگر اس کی تاویل ہو سکے تو کی جائے، ورنہ اسے یقین کے ساتھ مردود ٹھہرایا جائے، اور جو دلیل قطعی کے موافق ہو، اس کو یقیناً مانا جائے، اور جو نہ مخالف ہو، اور نہ موافق تو اس میں سکوت کیا جائے، نہ انکار کیا جائے اور نہ تصدیق، ہاں ایسے قصص اور نصائح کو واجب التسلیم سمجھے بغیر وعظ اور نصیحت میں نقل کرنا صحیح ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) ڈاکٹر وزیر خاں صاحب اپنے خط مورخہ ۸؍جولائی ۱۸۵۴ء میں لکھتے ہیں کہ:
"جب یہ اناجیل موضوعہ ثابت ہو گئیں کہ نہ تو حواریوں کی تصنیف ہیں، اور نہ ہی وحی سے لکھی گئی ہیں، اور مصنف ان کی غلطیاں بھی کرتے تھے، اور اس پر یہ گل کھلا، کہ محرف بھی ہو گئیں، تو اب وہ کون سا خلل اور نقصان ہے جو باقی رہ گیا"۔ ۱۲ منہ

اکبر آباد (آگرہ) کا چھوٹا مباحثہ

اور اب جب اس سترہویں سوال کے جواب کی بارہ ہدایتوں سے بفضل اللہ فراغت ہوئی، سو اس وعدے کے موافق جو چودہویں سوال کے جواب میں کر آیا ہوں، چھوٹے مباحثہ کے باقی حصہ کو اور بڑے مباحثہ کے مکمل حال کو (خطوط کے سوا) نقل کرتا ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ ربیع الآخر ۱۲۷۰ء ہجری میں دوسرے جلسہ میں جب نسخ کی بابت گفتگو ختم ہوئی، جیسا کہ چودہویں سوال کے جواب میں اس کی تشریح گذری، اور تحریف میں گفتگو آپڑی، اور چونکہ دونوں پادری صاحب یہ جانتے تھے کہ ہم میں سے کوئی انگریزی زبان نہیں سمجھتا، تو پادری کئی صاحب نے پادری فرنچ صاحب کو انگریزی میں کہا کہ اس امر میں ان کو مدعی رکھنا، اور تم معترض رہنا، اور تحریف کا اثبات ان سے طلب کرو۔

ڈاکٹر محمد وزیر خانصاحب نے کہا کہ اول کوئی قاعدہ مقرر ہو جائے کہ اس کو پہلے فریقین تسلیم کرلیں، تاکہ اس کے موافق تحریف کا اثبات کیا جائے اس کا جواب کچھ نہ ملا، مگر یہی کہا کہ تحریف ممکن نہ تھی، کیونکہ توریت کا نسخہ موسیٰ کا لکھا ہوا بخت نصر کے زمانے تک محفوظ تھا، اور صندوق میں بڑی احتیاط سے رکھا تھا جو بادشاہ تخت پر بیٹھتا تھا اسے اپنا دستور العمل ٹھہراتا تھا، پس اس میں تحریف کیوں کر ہوتی؟

میں نے کہا کہ وہ کون سے صندوق میں تھا، کیا اسی صندوق میں جس میں دولوحیں رکھی ہوئی تھیں؟

کہا کہ ہاں۔

میں نے کہا: کہ اس میں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں بھی نہ تھا۔

اس کوسن کر دونوں صاحبوں نے تعجب کے طور پر پوچھا کہ کس دلیل سے کہتے ہو؟

میں نے کہا کتاب اول سلاطین کے آٹھویں باب میں ہے، بولے کس جگہ؟

میں نے اس باب کا ۹ درس نکال کر دکھلایا جو یوں ہے:

''اور صندوق شہادت کے اندر ان دولوحوں کے سوا کچھ نہ تھا کہ جنہیں موسیٰ نے حوریب پر اس میں رکھا الخ''۔

اس کو دیکھ کر دونوں صاحب چپ رہے۔

پھر فرنچ صاحب نے کہا: کہ خیر یہ ایک ہلکی بات ہے، اور اس سے تحریف ثابت نہیں ہوتی۔

میں نے کہا: کہ میں نے بھی اس کو اثبات تحریف کے واسطے ذکر نہیں کیا، بلکہ آپ کے اس فرمانے پر بیان کیا تھا کہ وہ نسخہ موسیٰؑ والا بخت نصر کے عہد تک محفوظ تھا، اور تحریف کی دلیلیں تو اور ہیں۔

فرمایا کہ سلیمان کے باپ داؤد نے گواہی دی ہے کہ ان کے پاس خدا کا کلام تھا، اور اس کو پڑھتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ ان کے کلام میں کس جگہ ہے کہ یہ سارا مجموعہ توریت کا جواب پایا جاتا ہے، ان کے پاس تھا، ہم تو اس مجموعہ کی بابت کلام کرتے ہیں، اور

کہتے ہیں کہ:

اولاً عہد عتیق اور جدید کی کتابوں کی سند متصل نہیں ملتی۔

ثانیاً الحاق بھی ان میں یقیناً ہوا ہے۔

ثالثاً یقیناً ان میں غلط روایات بھی ہیں، اور اکثر روایات باہم مختلف بھی پائی جاتی ہیں، روایات آحاد کی طرح۔

پادری صاحب نے کہا: کہ کتب اسناد میں ان کی سند لکھی ہوئی ہے۔

میں نے کہا: زیادہ نہیں تو، آپ اس وقت مجھ کو کتاب ایوب اور کتاب نشید الانشاد کی سند بتلا دیجئے۔

اسے ٹال دیا، اور عہد جدید پر گفتگو شروع کی، اور کہا کہ برابر مشائخ کے کلام سے اس کی سند چلی آتی ہے۔

میں نے کہا کہ یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسا میں لکھتا ہے کہ:

"نامہ یعقوب اور نامہ یہودا اور نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم اور سیوم یوحنا اور مشاہدات پر قدماء کو گفتگو تھی، اور بعضوں نے مشاہدات کو سرن تھیس ملحد کی تصنیف بتلایا ہے"۔

پادری صاحب نے کہا کہ تاریخ یوسی بیس ہمارے پاس نہیں، اور فقط یوسی بیس کے لکھنے سے کیا ہوتا ہے؟

میں نے کہا کہ یوسی بیس کو جانے دیجئے، اور آپ مشاہدات کی سند بتلائیے۔

اس پر انگریزی میں دونوں صاحب آپس میں کلام کرنے لگے، پھر کہا کہ سب کلیسا نے اس کو مانا ہے۔

ڈاکٹر وزیر خان صاحب نے کہا کہ اہل کلیسا سے آپ کے نزدیک کون لوگ

مراد ہیں؟ اگر سب قدیم عیسائی مراد ہیں تو یہ غلط ہے، اور اگر کونسل کارتھیج مراد ہے جو ۳۹۷ء میں ہوئی تھی تو مسلم ہے، مگر اس سے پہلے وہ الہامی کتاب نہ کہلاتی تھی۔

اور اس سے قطع نظر اس کونسل والوں نے تو کتاب جوڈتھ اور کتاب وزڈم اور مقابیں کی دونوں کتابوں کو اور کتاب ٹوبیاس اور کتاب ایکلیزیا سٹیکس اور کتاب باروق کو بھی الہامی مانا تھا، اور تم ان کو الہامی نہیں مانتے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ اس کونسل سے پہلے کونسل نائس میں بھی اس کو الہامی مانا گیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ کونسل نائس میں اس کا ذکر بھی نہیں آیا تھا، بلکہ اس کے بارے میں تین قول ہیں۔

صاحب اکسی ہومو لکھتا ہے کہ:

"کونسل والے سب جھوٹی اور سچی کتابیں ایک مذبح پر رکھ کر نماز اور دعاء میں مشغول ہوئے کہ جو سچی ہیں مذبح پر رہ جاویں، اور جو جھوٹی ہیں گر جاویں، سو جو رہ گئیں سچی اور جو گر پڑیں جھوٹی مانی گئیں"۔

اور تمہارے علماء نے مثلاً لارڈنر نے لکھا ہے کہ:

"اس کونسل میں ان کتابوں کا ذکر نہیں آیا، اور جو تھیوڈورٹ کے قول کی سند لاتے ہیں کہ کتابیں میز پر لا کر رکھی گئی تھیں، اس کی کچھ سند نہیں"۔

اور رومن کیتھولک کہتے ہیں کہ:

"اس کونسل میں کتاب جوڈتھ الہامی ٹھہرائی گئی تھی"۔

آپ ان تینوں قولوں میں سے کس کو مانتے ہیں؟ اس پر کچھ نہ کہا، بلکہ یہ کہا کہ ہم دکھلا دیتے ہیں، اور دونوں صاحب اٹھ کر کتاب ڈھونڈنے لگے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: کہ اگر تکلیف ہو تو جانے دیجئے۔

پھر بیٹھے، کہا نہیں، ہم ابھی دکھا دیتے ہیں، تلاش کے بعد کئی صاحب بیلی کی کتاب کو لائے، مگر کونسل نائس کی جگہ کونسل لوڈیسیا کا حال نکال کر پیش کیا، (۱) اور تماشا یہ ہے کہ اس میں لکھا تھا کہ اس کونسل میں مشاہدات خارج رہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ یہ تو ہمارا عین قول ہے۔

اس پر شرمندہ اور چپ ہو کر بیٹھ گئے۔

پھر کہا کہ دوسرے مشائخ کے کلام میں اس کی سند پائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ سب سے پہلے کس نے لکھا ہے؟

پادری صاحب نے کئی صاحب سے انگریزی میں دریافت کیا، اور کلیمنٹ کا نام لیا۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ لارڈنر کے لکھنے کے موافق کلیمنٹ کی ایک چٹھی پائی جاتی ہے، اور اس چٹھی میں کئی جگہ مضمون انجیل سے ملتا ہے، جس کو عیسائی کہتے ہیں کہ اس نے انجیل سے ان مضمونوں کو نقل کیا ہوگا، اولاً ہم اسی کو نہیں مانتے کہ اس نے انجیل سے ان کو نقل کیا ہو، کیونکہ صریح حوالہ اس میں نہیں، ممکن ہے کہ وہ مضمون زبانی روایات کے طور پر کلیمنٹ تک پہنچے ہوں، اور اگر بالفرض مان لیں تو پھر اس انجیل کا حوالہ نہیں، اور اتنے سے اس کا تواتر لفظی ثابت نہیں ہوتا۔

کہا: کہ تمہارے قرآن کا کیا حال ہے؟

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ قرآن کے لفظوں کا تو کیا ذکر اس کے حرکات بھی تواتر کے ساتھ منقول ہیں۔

دونوں پادری صاحبوں نے کہا کہ قرآن کی بابت ہم کلام نہیں کرتے۔

(۱) غالباً یہ حرکت پادریوں کی عادت کے موافق مغالطہ دہی کے طور پر ہو، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہم میں کوئی انگریزی پڑھا ہوا نہیں۔

اور سند کے بارے میں گفتگو ختم ہوئی۔

اس کے بعد میں نے ہارن صاحب کی عبارت جو اس کی تفسیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۳۹۹ میں ۱۸۲۲ء والے نسخہ میں ہے، ان دونوں کو دکھائی، جس کا مضمون یہ ہے کہ ان فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ عبری محرف ہے۔

ملاکیا کتاب کے ۳ باب کا پہلا درس، میکا کی کتاب کے ۵ باب کا دوسرا درس، ۱۶ زبور کا ۸ درس سے ۱۱ درس تک، کتاب غاموض کے ۹ باب کا ۱۱ و ۱۲ درس، ۴۰ زبور کا ۶ درس سے ۸ درس تک، ۱۱۰ زبور کا ۴ درس، کئی صاحب نے دیکھ کر کہا کہ ہاں ہارن لکھتا ہے کہ:

''عبری ان مقامات میں معلوم ہوتی ہے کہ خراب کی گئی''۔

فرنچ صاحب نے کہا کہ ہارن صاحب گو اپنے وقت میں بہت اچھے تھے، مگر ان کو عبری نہیں آتی تھی، اور دوسرے صاحب یعنی کئی صاحب عبری خوب جانتے ہیں، اور ہارن صاحب کے بعد اور لوگ بھی ان سے زائد ہوئے ہیں۔

اس پر میں نے تفسیر ہنری و اسکاٹ سے دو مقامات کا نشان دیا کہ ان میں عبری کی تحریف کا اقرار ہے۔

فرنچ صاحب نے کہا ہنری و اسکاٹ گو بڑے مفسر تھے مگر اب معلوم ہوا ہے کہ انہیں عبری نہ آتی تھی۔

میں نے کہا کہ اگر ان مفسروں کا قول آپ کے نزدیک سند نہیں تو ان کے اقرار کے سوا اور مقامات کو ظاہر کرتا ہوں، جو فرمانا ہو فرمایئے۔

کہا: اچھا۔

میں نے کتاب اول اخبار الایام کے ۲۱ باب کا ۱۲ درس جو کتاب ۲ سموئیل کے

۲۴ باب کے ۱۳ ادرس کے صریح مخالف ہے پیش کیا۔

اس کے سنتے ہی کئی صاحب نے گفتگو بند کی، اور جملہ دعائیہ پر کلام ختم کیا۔ اور فرنچ صاحب سے انگریزی میں کہا کہ ان سے کہہ دو "ہم تمہاری ملاقات سے بہت خوش ہوئے، اور تم نے کوشش سے کتب مقدسہ کا مطالعہ کیا ہے، اللہ اس کا نتیجہ نیک تم کو دے۔

اور ہمارے نزدیک رسالت سے اصلی مقصد یہ ہے کہ اللہ کی صفتیں لوگوں پر خوب کھل جاویں اور لوگ اس کی طرف راغب ہوں، اور ہم نے جو مطالعہ کیا تو ان کتابوں میں اس کو پایا، مگر ان سے کہہ دو کہ ہم چونکہ عیسائی ہیں تو یہ بات اپنے عقیدے کے موافق کہتے ہیں، کچھ بے جا بحث کی راہ سے نہیں کہتے۔

ڈاکٹر صاحب نے سن کر کہا کہ میں سمجھ گیا مولوی صاحب یعنی مجھ سے (مصنف کتاب مولانا رحمت اللہ کیرانوی) بھی کہہ دوں گا۔

فرنچ صاحب نے فرمایا، کہ نہیں مجھکو کہہ لینے دیجئے۔

ڈاکٹر صاحب یہ سمجھ کر کہ گفتگو تمام ہوئی اٹھ کر کتابوں کی طرف دیکھنے لگے، مگر فرنچ نے کئی صاحب کی تقریر کو محرف کر کے اور ہی طریقہ پر بیان کیا کہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ہم تمہاری ملاقات سے بہت خوش ہوئے، اور تم نے بڑی کوشش سے کتب مقدسہ کا مطالعہ کیا ہے، اللہ اس کا نیک نتیجہ دے۔

اس کے بعد اپنی طرف سے یہ کہا: کہ کیا اچھا ہوتا اگر تم مسیحی ہوتے۔

میں نے کہا: ہم بھی اپنے عقیدے کے موافق کہتے ہیں کہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ محمدی ہوتے۔

پھر کہا: صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے توریت اور انجیل اور زبور اور قرآن کو

بڑے غور سے دیکھا ہے، اور تینوں کے شروع میں خدا کی صفتیں ایک ہی طریقہ پر پائی جاتی ہیں، مگر قرآن میں وہ بات نہیں۔

ڈاکٹر صاحب پھر بیٹھ گئے، اور کہا: صاحب تو رخصت کر چکے تھے، اور ہرگز انہوں نے یہ بات نہیں کہی تھی، اور تم نے پھر اٹکایا، اور قرآن کا جو آپ ذکر کرتے ہیں، سنئے کہ انجیل میں خدا کی پاکی کا وہ حال جو قرآن میں نہیں ہے یہ ہے کہ:

تین خدا ہیں، ایک آسمان پر رہا، دوسرا مریم کے رحم میں نو مہینے رہکر مکان مخصوص سے نکلا، اور زندگی بھر کھاتا پیتا رہا، اور تیسرا خدا کبوتر کی شکل میں اس دوسرے خدا پر اترا۔

اس کے بعد کئی صاحب رخصت ہوئے، اور میرا ارادہ بھی رخصت ہونے کا تھا، اسی دوران فرنچ صاحب نے کہا: ٹھہرے رہو، میں آتا ہوں، اور مجھ کو کچھ اور عرض کرنا ہے۔

اس پر میں نے توقف کیا، اور دونوں پادری صاحب دوسرے کمرے میں گئے، اور تھوڑی دیر تک کچھ باتیں کرتے رہے، اس کے بعد کئی صاحب رخصت ہوئے، اور فرنچ صاحب پھر آئے، اور کچھ اور بات چیت کے بعد پھر مذہب کا ذکر آ گیا۔

اس پر ڈاکٹر صاحب نے سامنے سے انجیل اٹھا کر متی کی انجیل کے پہلے باب کا ۷ا درس پیش کیا کہ اس کو تو دیکھئے۔

دیکھ کر فرمایا کہ دین عیسوی کے منکر اسی کو بہت پیش کیا کرتے ہیں، اور اس میں البتہ کچھ مشکل ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ توجیہ اس کی فرمایئے۔

کہا: ممکن ہے کہ کاتب سے عدد میں غلطی ہوگئی ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا اور سنئے کہ متی عوزیادہ کو یورام کا بیٹا لکھتا ہے، حالانکہ تین پشتیں ان کے بیچ میں گذری ہیں، احذیاہ، یواس، امصیا، اور لکھتا ہے کہ یوکینیا بیٹا یوشیا کا ہے، حالانکہ وہ پوتا ہے، اور لکھتا ہے کہ "یوکینیا کے بھائی ہیں" حالانکہ عہد عتیق میں ایک بھی اس کا بھائی مذکور نہیں۔

اور لکھتا ہے کہ "زور بابل شلتائیں کا بیٹا ہے" حالانکہ وہ اس کا بھتیجا ہے، نہ کہ بیٹا، بلکہ وہ تو فدایا کا بیٹا ہے جو شلتیائیں کا بھائی تھا۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ممکن ہے، ان لوگوں نے ان کی میراث پائی ہو، جن کے بیٹے لکھے گئے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا، کہ احذیاہ اور یواس اور امصیا تینوں بادشاہ گذرے ہیں، اور انہوں نے کئی کئی سال سلطنت کی ہے، سو یہ توجیہ اس میں تو جاری نہیں ہوسکتی، اور جب ایک نسب نامہ میں اتنی غلطیاں ہوں تو ساری کتاب کو کیا قیاس کیا جائے گا، شاید متی نے عہد عتیق نہ پڑھا ہوگا، کہ ایک نسب نامہ میں اتنی غلطیاں کر گیا۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ممکن ہے کہ نسب نامے کو متی نے الہام سے نہ لکھا ہو۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ پھر کون سی دلیل ہے، کہ دوسرے احوال کو الہام سے لکھا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ دوسرے احوال کو بھی الہام کے بغیر لکھا ہوگا۔

پادری صاحب نے کہا: کہ الہام ایک معجزہ ہے، اور معجزہ ضرورت کے وقت ہوا کرتا ہے، اور چونکہ نسب نامہ اور لوگوں سے بھی معلوم ہوسکتا تھا تو اس میں الہام کی حاجت نہ تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ جب ایسے عال میں جو متی کا دیکھا ہوا بھی نہ تھا، الہام کی حاجت نہ تھی تو اپنے دیکھے ہوئے حال میں بطریقہ اولیٰ الہام کی احتیاج ان کو نہ ہوگی(۱)۔

پھر پادری صاحب میری طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے: کہ کیا تم انصاف نہیں کرتے کہ نسب نامے میں الہام کی احتیاج نہیں ہے۔

میں نے کہا: شاید اسی سبب سے لوقا بھی متی کی طرح غلطی کر گیا ہے، جو ایک اور شخص قینان کو اپنی طرف سے شالح اور ارفکشد کے بیچ میں نسب نامہ کے اندر بڑھادیا(۲)۔

اس پر پادری صاحب نے کئی بار فرمایا: کہ ان غلطیوں کے نکالنے سے تم خدا کے غضب سے نہیں بچ سکتے، انصاف کرو۔

جب ان کی یہ زیادتی کئی بار ہو چکی تو میں نے بھی کہا کہ انصاف کا نام آپ کیوں زبان پر لاتے ہیں، آپ کے نزدیک میں کبھی منصف نہ ہوں گا جب تک عیسائی نہ بن جاؤں، اور میرے نزدیک آپ کی یہ کوشش تین سو روپیہ کے لئے ہے، اس بات سے پادری صاحب نے رنجیدہ ہوکر کہا: ہم کو توقع نہ تھی کہ تم ہم کو ایسا سمجھو گے، ہم اگر ولایت میں رہتے تو ہماری قدر اس سے زائد ہوتی۔

میں نے کہا: شاید۔

پھر گفتگو تمام ہوئی، اور جب چلنے کے واسطے کھڑے ہوئے، ڈاکٹر صاحب

---

(۱) جیسا کہ باسوبر اور لیافان کہتے ہیں، کہ ان معاملات میں جن کو بچشم خود دیکھا ہو، یا معتبر کتابوں سے نقل کیا ہو، الہام کی حاجت نہیں، اور اس کی تشریح دسویں ہدایت میں گذری۔ ۱۲ منہ

(۲) اور اس کی تشریح پہلی جلد کے اندر اور جلد دوم میں تیسری ہدایت کے اندر دوسرے اختلاف کے بیان میں گذری۔ ۱۲ منہ

نے کہا کہ آپ کا کیا نام ہے، پادری صاحب نے کہا فرنچ۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بھلا اگر میں کہوں کہ فرنچ صاحب کی عمر اس وقت میں جو یہاں کھڑے ہیں ۲۲ برس کی ہے، اور مولوی صاحب کہیں کہ ۴۲ برس کی ہے تو یہ دونوں قول سچے ہوں گے، یا جھوٹے یا ایک جھوٹا اور ایک سچا؟

پادری صاحب نے کہا کہ ہم ایمان نہ کھوئیں گے، ایسی بات تو بہت مشکل ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر ایسی بات کتب قدسہ میں نکل آوے، تو اب کیا کیجئے گا؟

انہوں نے کہا: کہاں ہے؟

ڈاکٹر صاحب نے میری طرف اشارہ کیا، میں نے کتاب دوم اخبار الایام کے ۲۲ باب کے ۲ درس اور کتاب دوم سلاطین کے ۸ باب کے ۲۶ درس کی نشاندہی کی کہ اول میں جلوس کے وقت احذیا کی عمر ۴۲ برس کی اور دوسری میں ۲۲ برس کی لکھی ہے، اس پر پادری صاحب نے انگریزی بائیبل میں دیکھا، اور کہا کہ یہ غلطی عدد میں ہے، اس سے مقصود میں غلطی لازم نہیں آتی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ جب بہت سی غلطیاں اس میں ثابت (۱) ہوگئیں، پھر کون سی دلیل ہے کہ اس ایک مقصود میں غلطی نہ ہو؟ اور ہم نے کتب مقدسہ میں سو جگہ سے زائد غلطیاں نکال دی ہیں، اور آپ سے قرآن میں پانچ جگہ بھی ایسی غلطیاں نہیں نکل سکتیں، پھر آپ ایمان کیوں نہیں لاتے؟

---

(۱) جیسا کہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں اور دوسری جلد میں آٹھویں ہدایت کے اندر اس کا بیان تفصیل سے گذرا ۱۲ منہ"

پادری صاحب نے کہا: ''یہ بڑی بات ہے'' اور اسی پر گفتگو ختم ہوئی، اور چونکہ عصر کا وقت تنگ ہو گیا تھا اس لئے میں رخصت ہوا، یہ حقیقت اکبر آباد (آگرہ) کے پہلے مباحثہ کی تھی، جو چودہویں سوال کے جواب میں اور اس جگہ بیان ہوئی، اگر دونوں جگہوں سے جمع کی جائے تو ایک چھوٹا رسالہ بن جائے گا، اب دوسرے مباحثہ کا حال نقل کرتا ہوں۔

اکبر آباد کا دوسرا بڑا مشہور مباحثہ

جاننا چاہئے کہ پانچ وجوہ کا لحاظ کر کے جن کا ذکر مباحثہ کا حال لکھنے کے بعد آئے گا، ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۲۷۰ ہجری مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۵۴ء کو جمعرات کے دن بذریعہ خط کے پادری فنڈر صاحب (۱) سے میں نے مباحثہ کی درخواست کی، اور یوں لکھا:

''میں چاہتا ہوں کہ مسیحیوں اور محمدیوں میں سے چند ذی علم اشخاص کے روبرو آپ کی تقریر سے مستفید ہوں، اور جو باتیں میرے دل میں بھری ہوئی ہیں، ان کو آپ کے خدمت میں عرض کروں، اور سب حاضرین جلسہ کو آپ کے افادات کی تصنیف پر اطلاع حاصل ہو جاوے، اور اس لئے کہ آپ نے اپنی تصنیفات میں نسخ و تحریف کو محمدیوں اور مسیحیوں کے مسائل متنازعہ فیہا میں سے عمدہ مسئلہ قرار دیا ہے، جیسا کہ آپ نے حل الاشکال کے پہلے خط میں اس امر کی تصریح کی ہے، اور مباحثہ کی پہلی بات اسی کو قرار دیا ہے، نیاز مند بھی آپ کے ارشاد کا اتباع کر کے اور مسئلہ مذکورہ کے عمدہ ہونے کو مسلم رکھ کر اس بات پر راضی ہے کہ اولاً اسی مسئلہ پر گفتگو آوے، اس کے بعد جس مسئلے پر طرفین کی مرضی ٹھہرے''۔

---

(۱) یہ پادری ''میزان الحق'' کا مؤلف ان دنوں بہت ہی نیک نام تھا، اور تمام ہندوستان میں مسلمانوں کے مقابلے میں سب پادریوں میں ممتاز تھا، اور خواہ مخواہ ہر فاضل مسلمان سے الجھتا تھا، اور بڑا ہی مدعی تھا، اور عیسائیوں کو اس پر بڑا ہی اعتقاد تھا ۱۲ منہ

اس پر پادری صاحب نے منظور کیا، اور اپنے خط محررہ ۲۳ رمارچ ۱۸۵۴ء میں یوں لکھا:

''آپ کے عنایت نامہ کے مضمون سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کو اشخاص فریقین کے مجمع میں مباحثہ علانیہ مقصود ہے، سو میں اگر چہ اس طریقہ کو بہت مفید نہیں سمجھتا، پر آپ کے ارشاد کی بجا آوری سے باہر نہیں ہوں''۔

پھر بذریعہ خطوط یہ طے پایا کہ ایک ایک شریک بھی مقرر ہو، سو میرے شریک ڈاکٹر محمد وزیر خان صاحب اور پادری صاحب کے شریک پادری فرنچ صاحب (۱) قرار پائے، اور پادری صاحب نے دو ہفتے کی مہلت مانگی، باوجودیکہ میں مسافر تھا، پھر بھی ان کی خاطر سے یہ بات منظور کی، اور ان امور کی وجہ سے مباحثہ سے پہلے نو خط میرے اور نو خط پادری صاحب کی طرف سے لکھے گئے، جن کی نقل مباحثہ کے رسالے میں ہے، اور اول خط کی تحریر کے دن سے مباحثہ کے جلسہ اول کے دن تک ۱۸ دن کی مدت گذر گئی، اور چونکہ وہ مسئلے جن میں بحث ہونے والی تھی، پہلے ہی دن پادری صاحب کو معلوم ہو گئے تھے، اور پہلے چھوٹے مباحثہ کی طبع شدہ روداد بھی پادری صاحب کی نظر سے گذر چکی تھی، اور اس سے اور اسی طرح اپنے شریک سے ان کو نسخ اور تحریف کے بارے میں ہماری اکثر باتیں معلوم بھی ہو گئیں تھیں، سو انہوں نے اٹھارہ دن کی مدت میں اکبر آباد کے سب پادریوں اور اپنے ہم مذہب اہل علم کے اتفاق سے اپنے نزدیک خوب ہی اس امر کو منقح کر لیا تھا، اور جو توڑ جوڑ کرنا تھا، سو سب کر رکھا تھا، اور (۲) کتابیں بھی ہر قسم کی ان کے پاس موجود تھیں، اور فارغ تھے، ایسی باتوں کے سوا اور کچھ کام نہ

(۱) یہ پادری صاحب وہی ہیں، جن سے کئی صاحب کے ساتھ میرا پہلا مباحثہ اکبر آباد میں ہو چکا تھا، پادری صاحب نے اس نیت سے کہ چونکہ وہ اور پادریوں کی نسبت بڑا ذہین ہے، اور اپنی پہلی بدنامی کے رفع کرنے کی بہت کوشش کرے گا، اس کو شریک ٹھیرایا تھا۔ ۱۲ منہ۔ (حاشیہ نمبر۲ اگلے صفحہ پر ہے)

تھا، اور دونوں جلسوں میں مجلس بھی ان لوگوں کی مجلس تھی، غیر کی ایسی مجلس نہ تھی، جس میں رعب پڑ جائے، (۱) حاکم تھے کچھ ہم سے محکوم نہ تھے، غرض کہ ظاہر میں پادری صاحب کے واسطے کوئی بات ایسی نہ تھی جس کو اپنا عذر بنا سکیں۔

تاہم بفضل اللہ اسلام کا بول بالا ہوا، اور ہر حاضر شخص کے دل میں اس آیت کا مضمون "وجعل کلمة الذین کفروا السفلیٰ وکلمه الله هی العلیا" پیدا ہوا، اور "الإسلام یعلو ولایعلیٰ علیه کی سچائی ہویدا ہوئی، والحمدالله علی ذلك۔

اب دونوں جلسوں کی کیفیت سنئے۔

پہلا جلسہ

۱۱ر رجب ۱۲۷۰ھ ہجری اور ۱۰ راپریل ۱۸۵۴ء کو صبح کے وقت پیر کے دن مباحثے کا یہ پہلا جلسہ عبدالمسیح کے کٹھرے میں طے پایا، اور اس جلسہ میں اسمتھ صاحب حاکم صدر دیوانی اور کریچن صاحب سیکرٹری صدر بورڈ اور ولیم صاحب مجسٹریٹ علاقہ فوج اور لیڈلی صاحب مترجم سرکاری اور کشیش ولیم گلین صاحب اور مفتی حافظ محمد ریاض الدین صاحب، اور مولوی فیض احمد صاحب سررشتہ دار صدر بورڈ، اور مولوی حضور احمد صاحب اور مولوی امیر اللہ صاحب مختار راجہ بنارس اور مولوی

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) (۲) ایک مسلمان پادری صاحب کا نوکر تھا، وہ ہر روز مجھ سے آکر اطلاع دیتا تھا کہ رات دن پادری صاحب کی کوٹھی پر پادریوں کا مجمع رہتا ہے، اور یہ صورت رہتی ہے کہ اگر ایک گیا تو دوسرا آیا، اور کتابوں کو بہت دیکھتے ہیں، اور آپس میں بھی گفتگو ہوتی رہتی ہے، لیکن چونکہ انگریزی میں ہوتی ہے اس لئے سمجھ میں نہیں آتی، پھر اس بات سے کہ اکثر اس میں لفظ محمدیوں کا یا قرآن کا یا محمد ﷺ کا یا تمہارا نام سنتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً اسی بات کا چرچا ہے، اور کہتا تھا کہ پادری صاحب کی میم بھی اکثر مجھ سے پوچھا کرتی ہے، کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ مولوی کہاں سے آیا ہے، کہ پادری صاحب کو بڑا فکر ہے، اور بڑی محنت میں پڑ گئے ہیں، اور رات دن یہی مشورہ اور کونسل ہے۔ ۱۲ منہ

(۱) اور اسی نیت سے انہوں نے حکام کو اس مجلس کا شریک کیا تھا، کہ ہم پر ان کا رعب رہے۔ ۱۲ منہ

قمر الاسلام صاحب اکبر آباد کی جامع مسجد کے امام اور منشی خادم علی صاحب مہتمم مطلع الاخبار اور مولوی سراج الحق صاحب تشریف رکھتے تھے، اور دوسرے لوگ بھی مسلمان اور عیسائی اور ہندو پانسو چھ سو آدمی کے قریب موجود تھے۔

سب سے پہلے پادری فنڈر صاحب نے کھڑے ہوکر باآواز بلند یہ کہا کہ:

جاننا چاہئے کہ یہ مباحثہ اس وجہ سے طے پایا ہے کہ مولوی صاحب اس کے خواہشمند ہوئے، اگر چہ میرے نزدیک اس میں چنداں فائدہ (۱) نہ تھا، پر ان کی استدعا کے موافق میں نے قبول کیا، اور چاہا کہ دین عیسوی کی حقیت کی دلیلیں اہل اسلام کے آگے بیان کروں، اور مباحثہ نسخ اور تحریف اور مسیح کی الوہیت و تثلیث اور محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کی حقیقت میں ہوگا، اس طور پر کہ پہلے چار مسئلوں میں بندہ جواب دے گا، اور مولوی صاحب اعتراض کریں گے، اور اخیر کے دو مسئلوں میں مولوی صاحب جواب دیں اور بندہ اعتراض کرے گا۔

اور یہ باتیں کہہ کر پادری صاحب بیٹھ گئے، میں نے ''میزان الحق'' کے پہلے باب کی دوسری فصل کی یہ دو عبارتیں پیش کیں:

پہلی عبارت یہ ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء صفحہ ۱۱۴):

''اس باب (یعنی نسخ) میں قرآن اور اس کے مفسر دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح زبور کے آنے سے توریت اور انجیل کے آنے سے زبور منسوخ ہوئی، اسی طرح انجیل بھی قرآن کے ظاہر ہونے سے منسوخ ہوگئی''۔

دوسری عبارت یہ ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء صفحہ ۲۰):

---

(۱) یہ بات گویا روح القدس نے ان کی زبان پر ڈالی تھی، اس لئے کہ ان کے حق میں یہ مباحثہ بہت ہی مضر ہوا، اور مسلمانوں کے حق میں تو بہت فائدے ہوئے، ان میں سے پانچ فوائد کا تو ذکر مباحثہ کے آخر میں آجائے گا ۱۲ منہ''

''پھر اس حالت میں محمد یوں کا دعویٰ بے اصل و بے جا ہے، جو کہتے ہیں کہ زبور توریت کو اور انجیل ان دونوں کو منسوخ کرتی ہے''۔

اور کہا کہ آپ اس دعویٰ کو قرآن اور قرآن کے مفسروں کی طرف نسبت کرتے ہیں، حالانکہ نہ قرآن میں کسی جگہ ایسا ذکر آیا ہے، اور نہ کسی تفسیر میں یہ بات مذکور ہے، بلکہ اس کے برخلاف سورۂ بقر کی ۸۱ آیت ولقد أتینا موسی الکتاب الآیة' کی تفسیر کے نیچے فتح العزیز میں ایسا لکھا ہے:

''اور موسیٰ کے پیچھے ہم نے اور رسولوں کو بھیجا جو حضرت یوشع اور حضرت الیاس اور حضرت الیسع اور حضرت شموئیل اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت اشعیا اور حضرت یرمیا اور حضرت یونس اور حضرت عزیر اور حضرت خرقئیل اور حضرت زکریا اور حضرت یحیٰ وغیرہم چار ہزار آدمی تھے، اور یہ سب موسیٰ کی شریعت پر گذرے ہیں، اور ان کے بھیجنے سے اسی شریعت کے احکام کا جاری کرنا مقصود تھا جو بنی اسرائیل کی سستی اور کاہلی سے مندرس اور متروک اور ان کے علماء بد کی تحریفات سے متغیر ہو چلے تھے''۔

اور سورۂ نساء کی ۱۶۱ آیت کی تفسیر کے نیچے اس قول کے نیچے "و آتینا داؤد زبوراً" تفسیر حسینی میں یوں لکھا ہے:

''اور ہم نے داؤد کو کتاب دی جس کا نام زبور تھا، وہ کتاب جناب الٰہی کے حمد و ثنا پر مشتمل اور اوامر و نواہی سے خالی تھی، بلکہ داؤد کی شریعت وہی توریت کی شریعت تھی''۔

اور ایسا ہی اہل اسلام کی دوسری کتابوں میں صحیح کر کے لکھا ہے (۱)۔

(۱) مولوی عبدالحکیم شرح مواقف کے حاشیہ میں رسول کے لفظ کی شرح میں لکھتا ہے:

"الکتاب لا یجب أن یکون ناسخاً لأن داؤد کان صاحب کتاب کله ادعية على ما قالوا"

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پادری صاحب نے سن کر کہا کہ آپ انجیل کو منسوخ بتلاتے ہیں یا نہیں۔

میں نے کہا: بلا شبہ ہم انجیل کو اس معنیٰ میں جس کی تشریح کروں گا منسوخ جانتے ہیں، پر آپ کا یہ دعویٰ دونوں جگہ غلط ہے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم نے مسلمانوں سے جن کے ساتھ گفتگو کا اتفاق ہوا ہے یہ بات سنی ہے۔

میں نے کہا: آپ کے انصاف سے بہت بعید ہے کہ کسی مسلمان سے کچھ سن کر آپ قرآن اور تفسیر کی طرف اس کو نسبت کریں، بہر حال اس کی غلطی میں کچھ شک نہیں، پادری صاحب نے کہا: خیر(۱)۔

میں نے کہا: آپ نے نسخ کا معنیٰ جو اہلِ اسلام کی اصطلاح میں مقرر ہے، اور اس کے محل کو (یعنی اس بات کو کہ نسخ کہاں کہاں واقع ہوتا ہے) کسی اسلامی کتاب میں دیکھا ہے، یا نہیں؟

پادری صاحب نے کہا آپ بیان کیجئے۔

میں نے کہا کہ ہمارے نزدیک نسخ صرف اوامر و نواہی میں ہوا کرتا ہے، جیسا کہ تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے:

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) یعنی کتاب اللہ ضروری نہیں کہ ناسخ ہو، اس لئے کہ داؤدؑ ایسی کتاب والے تھے، جو پوری کتاب دعاؤں پر مشتمل تھی، جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔

اور ابن حجر مکی قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں لکھتا ہے:

"قال الإمام فی تفسیره إن الرسل یبقی بعد موسی کلهم علیٰ شریعته الا شریعة عیسیٰ"۔

یعنی امام نے اپنی تفسیر میں کہا ہے، کہ موسٰی کے بعد سارے رسول انہیں کی شریعت پر باقی رہے سوائے شریعت عیسٰی کے۔۱۲منہ"

(۱) اس تسلیم کے بعد پادری صاحب بہت ہی گر گئے، کہ پھر نہ سنبھلے۔۱۲منہ"

"والنسخ إنما يعترض على الأوامر والنواهي دون الأخبار"۔(۱)

سو ہم لوگ خبروں اور قصوں میں ہرگز نسخ کے قائل نہیں ہیں، اور نہ امور عقلیہ قطعیہ میں (جیسے یہ کہ خدا موجود ہے) نسخ جائز جانتے ہیں، اور نہ امور حسیّہ میں، مثلاً دن کی روشنی اور رات کی تاریکی نسخ کے قابل ہیں، اور اوامر اور نواہی میں بھی تفصیل ہے، کیونکہ اوّلاً یہ بات ضروری ہے کہ وہ امر و نہی ایسے حکم عملی سے متعلق ہو، جو وجود اور عدم کا احتمال رکھتا ہو، سو اس حکم میں جو واجب ہو، مثلاً خدا پر ایمان لانا یا ممتنع ہو، جیسے اللہ کا شریک کوئی ٹھہرانا ہم ہرگز نسخ کے قائل نہیں، پھر وہ حکم عملی جو وجود و عدم کا احتمال رکھتا، اس کی بھی دو قسم ہیں:

ایک دائمی جیسا خدائے تعالیٰ کا قول ہے:

"ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً"۔

یعنی نہ مانو ان کی گواہی کبھی۔۱۲

سو اس قسم میں بھی ہم نسخ کے قائل نہیں۔

دوسری غیر دائمی اور یہ بھی دو قسم ہے، ایک موقّت جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فاعفوا واصفحوا حتى يأتي الله بأمره"۔

اور اس قسم میں بھی وقت معیّن سے پہلے ہم نسخ روا نہیں رکھتے (۲)

دوسری قسم غیر موقّت یعنی مطلق سو اس قسم میں بلاشبہ اس نسخ کے قائل ہیں، مگر اس طور پر کہ اللہ کے علم میں یہ بات طے تھی کہ فلانے وقت تک یہ حکم نافذ رہے گا، مگر اس حکم میں وقت کا بیان نہ ہوا تھا، سو جب وہ وقت آ پہنچا، خدا کے دوسرے حکم سے جو

---

(۱) یعنی نسخ صرف اوامر و نواہی میں ہوتا ہے، نہ اخبار میں۔۱۲ منہ

(۲) سو تم درگذر رو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک نہ بھیجے اللہ اپنا حکم۔۱۲ منہ

بظاہر پہلے حکم کے مخالف معلوم ہوتا ہے، اس کا بیان ہو گیا۔

پس اس دوسرے حکم میں گو بہ ظاہر ہم کم علم انسانوں کے نزدیک تبدیلی معلوم ہوتی ہے، پر حقیقت میں اور خدائے تعالیٰ کی نسبت پہلے حکم کی مدت کا بیان ہے، نہ تبدیلی، اس کی مثال بلاتشبیہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی امیر کسی شخص کو حکم دے کہ تو یہ کام کرتا رہ اور ظاہر میں کوئی مدت مقرر نہ کرے، پھر اس امیر نے اپنے دل میں یہ بات ٹھیرالی ہو کہ میں سال بھر اس سے یہ کام لوں گا، اور ایک برس کے بعد اس کو اس خدمت سے معزول کر دے، سو یہ ظاہر میں شخص معزول کے نزدیک تبدیلی ہے، اور حقیقت میں اور اس امیر کی نسبت تبدیلی نہیں، یا اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ گرمی کے موسم میں حکام وقت کی طرف سے کچہری کے ملازمین کو صبح کے وقت کچہری میں حاضر ہونے کا حکم صادر ہوتا ہے، اور حکام کے ذہن میں یہ بات رہتی ہے کہ گرمی کے موسم تک یہ دستور رہے گا گو ظاہر میں تصریح نہ کی ہو، سو جب وہ موسم گذر گیا، اور کوئی حکم اس حکم کے خلاف صادر ہوا تو حقیقت میں یہ دوسرا حکم اس پہلے حکم کی تبدیلی نہیں ہے، بلکہ اس پہلے حکم کی مدت کا بیان ہے۔

سو اس تقریر کے مطابق اہل اسلام کے اصطلاحی نسخ سے ایسے حکم عملی مطلق کی مدت کی انتہاء کا بیان مراد ہے، جو وجود و عدم وجود کا احتمال رکھتا ہو، اور ہمارے وہموں میں اس کا دوام سمجھا جاتا ہو۔

پادری صاحب نے کہا کہ ان معنوں سے انجیل کا کون کون سا حکم منسوخ ہے؟

میں نے کہا: جیسے طلاق کا ناجائز ہونا اور اس طرح کے دوسرے احکام۔

پادری صاحب نے کہا: کیا آپ کے نزدیک ان معنوں میں ساری انجیل منسوخ نہیں ہے؟

میں نے کہا: نہیں، کیونکہ مرقس کے ۱۲ باب کے ۳۰ و ۳۱ درس میں یہ حکم بھی ہے:

"اور تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر، اول حکم یہی ہے، اور دوسرا جو اس کے مانند ہے یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی کو اپنے برابر پیار کر، ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں ہے"۔

اور ہم اس حکم کو منسوخ نہیں بتلاتے۔

پادری صاحب نے کہا کہ انجیل ہرگز منسوخ نہیں ہو سکتی، کیونکہ لوقا کے اکیسویں باب کی ۳۳ آیت میں مسیح کا یہ قول لکھا ہے کہ

"آسمان اور زمین ٹل جائیں گے، پر میری باتیں نہیں ٹلیں گی"۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ یہ حکم عام نہیں ہے، بلکہ صرف پیشین گوئی کی بابت ہے جو جناب مسیح نے اس درس کے پہلے ذکر فرمائی ہے، اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر بالفرض آسمان اور زمین ضائع ہو جائیں، پر میری باتیں اس پیشین گوئی کی بابت زائل نہ ہوں گی۔

پادری صاحب نے کہا: نہیں، عام ہے۔

اس پر ڈاکٹر صاحب نے ڈوالی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر کی وہ عبارت جو متی کے ۲۴ باب کے ۳۵ درس کی شرح کے ذیل میں لکھی ہے دکھلائی، کیونکہ درس مذکور لوقا کے ۲۱ باب کے ۳۳ درس کے مطابق ہے (۱)، اور اس عبارت کا ترجمہ یوں ہے کہ:

"بشپ پیرس کہتا ہے کہ اس کی مراد یہ ہے کہ میری یہ پیشینگوئیاں یقیناً پوری ہوں گی"۔

---

(۱) اور مفسروں اور شارحین کی عادت ہے کہ جو لفظ یا فقرہ مکرر آتا ہے پہلی جگہ اس کی تفسیر اور شرح کر دیتے ہیں۔ ۱۲ منہ

اور ڈین اسٹائن ہوپ یہ کہتا ہے کہ:

''اگر چہ آسمان اور زمین اور سب چیزوں کی بہ نسبت تبدیل کے قابل نہیں ہیں، تو بھی ایسی استوار نہیں ہیں جیسے میری پیشینگوئیاں ان چیزوں کی بابت استوار ہیں، وہ سب مٹ جائیں گی، پر میری باتیں ان پیشینگوئیوں کی بابت ہرگز نہ بدلیں گی، اور جو بات کہ اب میں نے بیان کی ہے اس کا ایک شوشہ مطلب سے متجاوز نہ ہوگا''۔

یہاں تک (۱) اس عبارت کا ترجمہ تھا۔

پادری صاحب نے کہا ان مفسروں کا لکھنا ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ مفسر لوگ یہ نہیں کہتے کہ یہ پیشین گوئیاں تو زائل نہ ہوں گی، اور باقی سب زائل ہو جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ یہاں اس بات کا لکھنا درس سے کیا تعلق رکھتا تھا، جو مفسر اس کی تصریح کرتا۔

پادری صاحب نے کہا: نہیں! یہ عام ہے۔(۲)

---

(۱) دونوں جلسوں کے مکمل ہونے کے بعد کشیش ولیم گلین جو ملاقات کے لئے تشریف لائے، ڈاکٹر صاحب نے انھیں ان دونوں قولوں کو دکھلا کر کہا کہ ایمان اور انصاف سے فرمایئے، کہ ان سے میرا دعویٰ ثابت ہوتا ہے، یا پادری صاحب کا مدّعا؟ دیکھ کر بولے: کہ حقیقت یہ ہے کہ پادری صاحب زبردستی کرتے تھے، پھر جب لیڈلی صاحب مترجم سرکاری سے ملاقات ہوئی، ان کو بھی یہ دونوں قول دکھلائے گئے، اور انہوں نے غور سے دیکھا، اور ایک اور تفسیر اپنے کتب خانے سے نکال کر لائے، اور اس میں دیکھا اور کہا کہ بلاشبہ پادری فنڈر سخن پروری کرتا تھا، سو دیکھو، کہ اس مسئلہ میں پادری فنڈر صاحب کی اگر کوئی دلیل تھی سو یہی تھی، سو وہ بھی بحمد اللہ بالکل بے جان نکلی، ۱۲ منہ

(۲) یہ پادری صاحب کی محض سینہ زوری ہے، ورنہ اگر جناب مسیح کا قول عام ہے، اور اس سے یہ سمجھا جائے، کہ ان کا کوئی حکم منسوخ نہ ہوگا تو پھر اُن کا بعض حکم بعضے سے کیوں منسوخ ہوا، اور ان کے بعضے حکم پر حواریوں نے نسخ کا قلم کیوں پھیرا، چنانچہ مجبوراً انہیں بھی اقرار کرنا پڑا، جیسا کہ عنقریب آتا ہے، ۱۲ منہ

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ ہم نے تو اپنے دعوے کے اثبات کے لئے دو گواہ پیش کئے، اور آپ بے گواہ عموم کا دعویٰ کئے جاتے ہیں۔

اس کا پادری صاحب نے کچھ جواب نہ دیا، اور کہا کہ پطرس کے پہلے خط کی پہلی فصل کے ۲۳ درس میں لکھا ہے کہ:

"تم نہ تخم فانی سے بلکہ غیر فانی سے یعنی خدا کے کلام سے جو ہمیشہ زندہ اور باقی ہے از سر نو پیدا ہوئے"۔

سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا کلام ہمیشہ زندہ اور باقی رہتا ہے، اور منسوخ نہیں ہوتا۔

میں نے کہا: کہ ایسا ہی کچھ اشعیا کے ۴۰ باب کے ۸ درس میں بھی واقع ہوا ہے، اور آپ نے اس کو بھی "میزان الحق" میں جناب پطرس کی عبارت کے ساتھ نقل کیا ہے، اور وہ درس یوں ہے:

"گھاس پژمردہ ہوتی ہے اور پھول کملا جاتا ہے، پر ہمارے خدا کا کلام ابد تک قائم ہے"۔

سو اس قول میں بھی "ہمارے خدا کا کلام ابد تک قائم ہے" واقع ہوا ہے، سو اس سے آپ کے گمان کے موافق یہ بات لازم آتی ہے کہ توریت کا بھی کوئی امر و نہی منسوخ نہ ہو، حالانکہ توریت کے سینکڑوں حکم عیسائی مذہب میں منسوخ ہو گئے ہیں (۱)۔

پادری صاحب نے کہا: ہاں! توریت تو منسوخ ہے، (۲) پر ہمارا کلام توریت میں نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ ہمارا مقصود یہی ہے کہ پطرس کے کلام سے آپ کا مطلب نہیں

---

(۱) چنانچہ اس بات کی تشریح چودھویں سوال کے جواب میں بڑی تفصیل سے گذری ہے۔ ۱۲ منہ

(۲) یہ کلام سراسر بیجا ہے، اس لئے کئی بار اس پر ہماری طرف سے ٹوکا گیا جیسا کہ آتا ہے۔ ۱۲ منہ

کتا، بلکہ پطرس کی سی بات اشعیا نے بھی کہی ہے، اور پھر بھی آپ اس نسخ کے واقع ہونے کے قائل ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم نے پطرس کا کلام تائید کے طور پر ذکر کیا تھا، اور ہماری دلیل وہی مسیح کا قول ہے۔

میں نے کہا، وہ تو اس پیشینگوئی کے بابت ہے، جو اس سے پیشتر مذکور ہے، علاوہ (۱) اس کے متی کے ۵ باب کے ۱۸ درس میں اسی قول کے موافق جناب مسیح نے توریت کے حق میں بھی فرمایا ہے (۲) اور وہ یہ ہے:

"کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں، کہ جب تک آسمان وزمین نہ مل جائے، ایک نقطہ یا شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا، جب تک سب کچھ پورا نہ ہو"

اور باوجود اس کے توریت کے احکام منسوخ ہوگئے ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: ہماری گفتگو توریت کے بارے میں نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کس واسطے آپ توریت کے بارے میں گفتگو نہیں کرتے، حالانکہ ہم انجیل اور توریت کو یکساں مانتے ہیں، اور آپ نے "میزان الحق" کے پہلے باب کی دوسری فصل کے عنوان میں یوں لکھا ہے کہ:

"انجیل اور عہد عتیق کی کتابیں کسی وقت میں منسوخ نہیں ہوئی ہیں"۔

پادری صاحب نے کہا: ہاں! وہاں تو میں نے لکھا ہے، پر اس وقت مولوی صاحب سے صرف انجیل کے بارے میں میری گفتگو ہے۔

---

(۱) اور انجیل کے ان درسوں کے بارے میں چودھویں سوال کے جواب کے آخر میں اچھا بیان گذر چکا ہے ۱۲ منہ

(۲) پادری صاحب کو مجبوراً پطرس کے قول کو چھوڑنا پڑا اور توریت میں نسخ ماننا پڑا، اور میزان الحق کا زور شور ان دونوں باتوں میں مٹ گیا ۱۲ منہ

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ حواریاں کے عہد میں توریت کے احکام منسوخ ہونے کے بعد چار چیزیں حرام رہی تھیں، بتوں کی قربانیاں اور خون اور گلا گھونٹا جانور اور زنا، اور اب زنا کے سوا ان چیزوں کی حرمت بھی باقی نہیں رہی، پس انجیل میں بھی نسخ واقع ہوا۔

پادری صاحب نے کہا: ان چیزوں کی حرمت ہمارے علماء میں مختلف فیہ ہے، بعضے عالم تو ان چیزوں کی حرمت کے منسوخ ہو جانے کے قائل ہیں، اور بعضے نہیں، اور ہم بتوں کی قربانیوں کو اب تک حرام جانتے ہیں(۱)۔

میں نے کہا: کہ پولوس مقدس رومیوں کے ۱۴ باب کے ۱۴ درس میں یوں فرماتے ہیں:

"مجھے خداوند یسوع سے معلوم ہوا، اور میں نے یقین جانا، کہ کوئی چیز آپ سے ناپاک نہیں، لیکن جو اس کو ناپاک جانتا ہے، اس کے لئے ناپاک ہے"۔

اور پھر طیطس کے نامہ کے پہلے باب کے ۱۵ درس میں یوں لکھتے ہیں کہ:

"پاک لوگوں کے لئے سب کچھ پاک ہے، پر ناپاک اور بے ایمانوں کے لئے کچھ پاک نہیں"۔

---

(۱) مگر اس قول سے پادری صاحب نے رجوع کیا ہے، اس لئے کہ اس مباحثے میں جس کو تحریف کر کے آپ نے چھپوایا ہے، یوں لکھا (نسخہ ۱۸۵۵ء صفحہ ۶):

"اور بعض ملکوں میں اکثر مفسرین نے یہ ٹھہرایا ہے کہ وہ حکم صرف اسی زمانہ کے لئے دیا گیا تھا، اس تکرار کے دفع کرنے کے واسطے جو ان دنوں میں کھانے وغیرہ کے بابت بعضے عیسائیوں کے درمیان ہو گئے تھے، اور یہی گمان غالب ہے"۔

(یہاں تک اس مباحثے کی عبارت تھی)، سو اب پادری صاحب کو ان میں نسخ کے اقرار کے سوا چارہ نہ رہا ۱۲ منہ

اوران سب باتوں سے ان چیزوں کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے۔

پادری صاحب نے کہا کہ انہیں آیتوں کی بنا پر بعضے علماء نے امور مذکورہ کی حلت کا فتویٰ دے دیا ہے۔

میں نے کہا کہ جناب مسیح کا حکم اول متی کے ۱۰ باب کے ۵و۶ درس میں حواریوں کی بابت یوں ہے:

''ان بارہوں کو یسوع نے یہ فرما کر بھیجا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا، اور سامریوں کے کسی شہر میں نہ جانا، بلکہ اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ''۔

پھر ان لوگوں کے حق میں مرقس کے ۱۶ باب کے ۱۵ درس میں یہ حکم لکھا ہے کہ:

''تمام دنیا میں جا کر ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو''۔

سو دوسرا قول پہلے قول کا ناسخ ہے۔

پادری صاحب (۱) نے کہا کہ پہلے حکم کو خود مسیح نے موقوف کر دیا ہے۔

میں نے کہا (۲) گو خود مسیحؑ نے موقوف کر دیا ہے پر اتنی بات تو ثابت ہو گئی کہ

---

(۱) اس جگہ پادری صاحب سے نسخ کے اقرار کے سوا کچھ بن نہ پڑا۔ ۱۲ منہ

(۲) یوحنا کی انجیل کے چودہویں باب کے اٹھائیسویں درس میں ہے:

''میرا باپ مجھ سے بہت بڑا ہے''

اور اسی انجیل کے دسویں باب کے انتیسویں درس میں ہے:

''میرا باپ کہ اس نے ان کو مجھے دیا ہے، سب سے بہت بڑا ہے''۔

ان قولوں میں حضرت عیسیٰ خدا کو اپنے سے اور اسی طرح سب سے بڑا فرماتے ہیں، اور جب عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ کے منسوخ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، بلکہ حواریوں کا انجیل کے احکام کو منسوخ کرنا جائز رکھتے ہوں، تو پھر خدا کے منسوخ کرنے میں جس کے مسلمان قائل ہیں کیوں الجھتے ہیں، اور بطریق اولیٰ کیوں نہیں جائز مانتے۔ ۱۲ منہ

مسیح کے قول میں نسخ جائز ہے(۱) اور آپ کے کلام میں ایک اور خلجان بھی ہے، اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔

پادری صاحب نے کہا: فرمائیے۔

میں نے کہا: آپ نے لکھا ہے کہ اس دعویٰ کا باطل ہونا کہ گویا قرآن کے ظاہر ہونے سے انجیل اور پرانے عہد کی کتابیں منسوخ ہوگئیں، دو وجہ سے ثابت ہے:(۲)

اوّل وجہ کہ نسخ کے مان لینے سے دو نقص لازم آتے ہیں:

اولاً یہ ہے گویا خدا کا ارادہ یوں ٹھہرا تھا کہ توریت دے کر ایک اچھا اور فائدہ مند کام کرے پر نہ ہوسکا، پھر اس کے بعد اس سے بہتر زبور دی جب اس سے بھی مطلب نہ نکلا تو اس کو بھی منسوخ کر کے انجیل دی، جب اس سے بھی فائدہ نہ ہوا آخر کو قرآن سے مطلب پورا کیا، خدا کی پناہ جب کبھی ایسا خیال دل میں لایا جاوے تو خدا کی حکمت وقدرت باطل ہوگی، بلکہ خدا ایک بادشاہ اور نا سمجھ اور ناتواں آدمی کی مانند ہوگا کیونکہ ایسا امر صرف آدمی کی ناقص ذات میں ہوسکتا ہے نہ کہ خدا کی کامل ذات میں۔

ثانیاً اگر وہ بات نہیں کہہ سکتے تو منسوخ ہونے کے قاعدے سے یہ خیال لازم آتا ہے، اور خدا نے چاہا کہ ناقص چیز جو مطلب کہ نہ پہنچاوے دیوے، اور بیان کرے، پر کیونکر ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا جھوٹا اور ناکارہ خیال خدا کی قدیم ذات وکامل صفات کے حق میں کرے"۔

---

(۱) کیونکہ اگر ممتنع ہوتا تو یہ نسخ واقع نہ ہوتا، سو اس اقرار کے موافق پادری صاحب کی فہم کی غلطی ثابت ہو گئی۔ ۱۲ منہ

(۲) اور ان دونوں وجوہ کا ابطال چودھویں سوال کے جواب میں بخوبی کر آیا ہوں، دیکھ لو۔

حالانکہ یہ دونوں نقص نسخ کے معنیٰ اصطلاحی کی رو سے مسلمانوں پر نہیں بلکہ عیسائیوں اور مقدس پولوس پر لازم آتے ہیں کیونکہ جناب پولوس نے نامہ عبرانیہ کے ۷ باب کے ۱۸ ادرس میں یوں لکھا ہے کہ:

"پس اگلا حکم اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اٹھ گیا"۔

اور اسی نامہ کے ۸ باب کے ۷ و ۱۳ ادرس میں یوں لکھا ہے:

"کیونکہ اگر وہ پہلا عہد بے عیب ہوتا تو دوسرے کی جگہ تلاش کی حاجت نہ ہوتی، اور جب اس نے نیا کہا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور وہ جو پرانا اور ردنی ہے مٹنے کے نزدیک ہے"۔

سو یہاں مقدس پولوس توریت کے احکام کو ضعیف اور بے مصرف اور منسوخ فرماتے ہیں، اور توریت کو پرانا اور عیب دار اور مٹنے کے نزدیک بتلاتے ہیں (۱)۔

پادری صاحب یہ سن کر پی گئے، اور کچھ جواب نہ دیا (۲)۔

میں نے کہا: کہ جناب نے جو نسخ کے محال ہونے کی بابت یہ چند صفحے لکھے ہیں سو وہ نکال ڈالنے کے لائق ہیں، کیونکہ نسخ کے معنوں سے جو اہلِ اسلام کی اصطلاح میں ٹھہر رہے ہیں، ان کو کچھ مناسبت نہیں ہے۔

اس پر پادری فرنچ صاحب نے کہا کہ ہم سابق میں (یعنی سابق کی گفتگو میں) کہہ چکے ہیں کہ توریت کے وہی احکام منسوخ ہوئے ہیں جو مسیح کی نشانی تھے، اور ان کا نسخ مناسب تھا، کیونکہ مسیح نے ان کو پورا کیا، پر پیشین گوئیاں جو مسیح کے حق میں تھیں منسوخ نہیں ہوئیں، اور اس کے بعد انجیل ہاتھ میں لے کر نامہ عبرانیہ کے ۱۰ باب

---

(۱) اور اس کے مناسب اور تقریر چودھویں سوال کے جواب میں گذری۔ ۱۲ منہ

(۲) یہاں بھی پادری صاحب سے تسلیم کرنے کے سوا کچھ جواب نہ بن پڑا، دیکھو یہ لوگ انصاف کی آنکھ بند کر کے اپنے مذہب کی قباحت کو دوسروں پر ڈالتے ہیں۔ ۱۲ منہ

کی یہ عبارت پڑھی:

''ا۔شریعت جو آنے والی نعمتوں کی پرچھائیں ہے، اور ان چیزوں کی حقیقی صورت نہیں ان قربانیوں سے جو وہ ہر سال ہمیشہ گذرانتے، ان کو جو وہاں آتے ہیں کبھی کامل نہیں کرسکتی۔

۲۔نہیں تو وہ قربانی گذرانتے سے باز آتے، کیونکہ عبادت کرنے والے ایک بار پاک ہوکے آگے کو اپنے تئیں گنہگار نہ جانتے۔

۳۔ پر قربانیاں برس برس گناہوں کو یاد دلاتی ہیں۔

۴۔کیونکہ ہو نہیں سکتا کہ بیلوں اور بکروں کا لہو گناہوں کو مٹادے۔

۵۔ اس لئے وہ دنیا میں آتے ہوئے کہتا ہے کہ قربانی اور نذر کو تو نے نہ چاہا پر میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔

۶۔ سوختنی قربانی اور ان قربانیوں سے جو گناہ کے لئے تھی تو راضی نہ ہوا''۔

سو اس قول کے موافق توریت اور دوسری کتابیں مسیح کی طرف اشارہ تھیں، اور مسیح کے آنے کے بعد وہ سب پوری ہوئیں، اور خدا قربانیوں سے راضی نہ تھا، اور انجیل میں کسی شخص کی طرف اشارہ نہیں ہے جس کے آنے سے انجیل منسوخ ہوجائے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: اگر ہم مان لیں کہ مسیح کے آنے سے توریت کے احکام پورے ہوگئے ہیں تو جو حکم کہ مسیحؑ سے پہلے موقوف ہوگئے ہیں ان کو لازماً منسوخ کہنا پڑے گا(۱)۔

پادری فرنچ صاحب نے کہا: وہ کون سا حکم ہے؟

---

(۱) اسی طرح جو خود مسیح نے آپ اپنے حکم منسوخ کیے یا حواریوں نے ان کے احکام پر نسخ کا قلم پھیرا ان میں اس عذر کی گنجائش نہیں، جیسا کہ ابھی جلد اوپر گذرا اور چودھویں سوال کے جواب میں چوتھے مقام کی دوسری قسم کے اندر اس طرح کی بہت مثالیں گذری ہیں۔ ۱۲ منہ

ڈاکٹر صاحب نے کہا، جیسا ذبح کا حکم جو قوانین کے ۱۷ باب میں لکھا تھا، استثنا کے ۱۲ باب کے ۱۵ و ۲۰ و ۲۲ درس کی رو سے منسوخ ہو گیا، اور ہارن صاحب نے ان درسوں کی شرح کے ذیل میں پہلی جلد مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے صفحہ ۶۱۹ میں اس حکم کی منسوخیت کا اقرار کیا ہے، اس کے بعد ہارن صاحب کی عبارت پیش کی جس میں صاف لکھا ہے کہ:

''مصر کو جانے کے چالیسویں برس فلسطین میں داخل ہونے سے پہلے وہ حکم منسوخ ہو گیا''۔

پادری فرنچ صاحب سن کر چپ ہو رہے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: کہ اب تک نسخ کے امکان میں گفتگو تھی اور ہماری غرض بالفعل صرف اتنی ہی ہے کہ کلام الٰہی کا منسوخ ہونا محال نہیں، جیسا کہ پادری لوگ عموماً اور آپ ''میزان الحق'' میں خصوصاً محال ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، سو جب نسخ کا امکان ثابت ہو گیا تو اس کا انجیل میں بالفعل واقع ہونا حضرت خیر البشر کی رسالت کے ثبوت کے بعد خود بخود واضح و آشکارا ہو جائے گا، الغرض نسخ کے امکان اور اس کے بالفعل واقع ہونے میں بڑا فرق ہے۔

پادری فنڈر صاحب نے کہا: کہ ہم بھی نسخ کے امکان اور اس کے بالفعل واقع ہونے میں فرق جانتے ہیں، اور نسخ کی گفتگو مکمل ہوئی (۱)۔

تحریف کا مباحثہ

اب تحریف پر گفتگو شروع کیجیے۔

---

(۱) نسخ کے مباحثے سے کئی باتیں ثابت ہو گئیں، پہلی یہ کہ کلام الٰہی میں نسخ ممکن ہے، دوسری یہ کہ توریت میں واقع ہو چکا، تیسری یہ کہ جناب مسیح نے بھی اپنے بعض بعض حکموں کو منسوخ کیا ہے۔ ۱۲ منہ

اس پر تحریف کے بارے میں کلام شروع ہوا، اس پر میں نے کہا: کہ پہلے ہماری یہ غرض ہے کہ آپ ارشاد فرمائیے کہ آپ کے نزدیک کس امر سے تحریف ثابت ہوتی ہے، تاکہ اسی کے مطابق تحریف کا اثبات کیا جائے، پادری صاحب نے اس کا کچھ صاف جواب نہ دیا(۱)۔

اس کے بعد میں نے کہا: کہ مجموعہ بائیبل کے کلام الٰہی ہونے کی نسبت آپ کا کیا اعتقاد ہے، آیا آپ کے نزدیک پیدائش کے پہلے باب سے لے کر مشاہدات کے آخری باب تک ہر لفظ اور ہر فقرہ خدا کا کلام ہے یا نہیں؟

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم ہر لفظ کی بابت کچھ نہیں کہتے کیونکہ ہم لوگ سہوِ کاتب کے قائل ہیں۔

میں نے کہا: میں اس لفظ کے سوا جس میں سہو کاتب ہوا ہے، باقی لفظوں اور فقروں کی نسبت پوچھتا ہوں۔

پادری صاحب نے جواب دیا: کہ ہم لفظوں کے بارے میں کچھ نہیں کہتے ہیں(۲)۔

میں نے: کہا یوسی بیس مؤرخ اپنی تاریخ کی چوتھی کتاب کے ۱۸ باب میں لکھتا ہے کہ:

"جسٹن شہید نے طریفون کے مقابلے میں چند پیشین گوئیاں ذکر

---

(۱) پہلے مباحثے کے جواب میں گذرا کہ کئی صاحب اور فرنچ صاحب سے بھی ہم نے اس قسم کی درخواست کی تھی انھوں نے اس کا جواب کچھ نہ دیا تھا، اور ٹال کر دوسری طرف گفتگو ڈال دی تھی، اور سبب اس کا یہی ہے کہ چونکہ لوگ اپنے گھر کو خوب جانتے ہیں، اس لئے ایسے جواب سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

(۲) کس طرح کہہ سکتے، کیوں کہ مجال نہیں کہ کوئی ان کتابوں کی سب گذارشات اور سب حالات کا الہامی ہونا ثابت کر سکے، چہ جائے الفاظ جیسا کہ تفصیل سے دسویں ہدایت کے اندر گذرا۔ ۱۲ منہ

کر کے دعویٰ کیا ہے کہ یہودیوں نے انھیں مقدس کتابوں سے نکال ڈالا"۔

اور واٹسن کی تیسری جلد کے صفحہ ۳۲ میں یہ بات لکھی ہے کہ:

"البتہ اس باب میں مجھ کو کچھ شک نہیں ہے کہ جسٹن نے طریفون کے ساتھ مباحثہ کے وقت جن عبارتوں کے نکال ڈالنے کا الزام یہودیوں کو لگایا تھا گو اب عبری اور سپٹواجنٹ کے.... نسخوں میں نہیں پائی جاتی ہیں، پر حقیقت میں جسٹن اور ارینیوس کے وقت دونوں میں موجود اور کتاب مقدس کا جزء تھیں، خصوصاً وہ عبارت جس کی نسبت جسٹن یہ کہتا ہے کہ وہ یرمیاہ کی کتاب میں تھی۔

سلبر جیس جسٹن کے حاشیہ میں اور ڈاکٹر گریب ارینیوس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

"معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کو اپنے پہلے خط کے چوتھے باب کے چھٹے درس کے لکھنے کے وقت اسی پیشین گوئی کا خیال تھا"۔

اور ہارن صاحب چوتھی جلد کے ۶۲ صفحہ میں اس طور پر لکھتا ہے:

"کہ جسٹن اپنی کتاب میں طریفون یہودی کے مقابلے میں دعویٰ کرتا ہے کہ عزرا نے لوگوں سے کہا تھا کہ یہ عید فسح کا کھانا ہمارے خداوند نجات دہندہ اور پناہ کا کھانا ہے، تو سمجھو کہ اگر تم خداوند کو اس نشان (یعنی کھانے) سے اچھا سمجھو گے، اور اس پر ایمان لاؤ گے تو یہ زمین کبھی ویران نہ ہوگی، اور اگر تم اس پر ایمان نہ لاؤ گے، اور اس کا وعظ نہ سنو گے تو تم غیر قوموں کی ہنسائی کا سبب ہوگے"۔

اور وائی ٹیکر لکھتا ہے کہ:

"یہ فقرہ غالباً عزرا کے ۶ باب کے ۲۱ و ۲۲ درس کے مابین ہوگا"۔

اور ڈاکٹر اے کلارک جسٹن کی تصدیق کرتا ہے۔

سو ان عبارتوں کے مطابق جسٹن شہید نے کئی ایک پیشین گوئیوں کا ذکر کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کو یہودیوں نے تحریف کر کے کتب مقدسہ سے نکال ڈالا ہے، اور ارینیوس نے بھی یرمیا کی اس پیشین گوئی کا ذکر کر کے اس دعویٰ کی تائید کی ہے، اور گریب نے ارینیوس کے کتاب کے حاشیہ میں اور سلبر جیس نے جسٹن کی کتاب کے حاشیہ میں اس کی تصدیق کی ہے۔

اور وائی ٹیکر اور ڈاکٹر اے کلارک بھی اس کے حامی ہوئے ہیں، اور ظن غالب یہ ہے کہ وہ پیشین گوئیاں جسٹن اور ارینوس کے عہد تک عبری اور سپٹو اجنٹ کے نسخوں میں موجود تھیں۔

سو اس صورت میں دو باتیں لازم آتی ہیں یا تو جناب جسٹن اس دعویٰ میں سچے تھے یا جھوٹے، اگر سچے تھے تو ہماری یہ بات ٹھیک ہوئی کہ یہودیوں نے تحریف کی اور اگر جھوٹے تھے تو عیسائیوں کے بڑے بڑے پیشوا لوگ محرّف (تحریف کرنے والے) تھے کہ انھوں نے اپنی طرف سے کئی ایک پیشین گوئیاں گڑھ کر ان کو کلام الٰہی کا جزء بتلایا ہے۔

پادری صاحب نے کہا: جسٹن ایک آدمی تھا، اس سے سہو ہو گیا۔

میں (۱) نے کہا: کہ ہنری اور اسکاٹ کی تفسیر کے جمع کرنے والوں نے پہلی جلد میں بصراحت یہ بات لکھی ہے کہ اگسٹائن بزرگوں کی عمر کی تاریخوں کی بابت یہودیوں پر تحریف کا الزام لگاتا تھا، اور کہتا تھا کہ انھوں نے عبری نسخے میں تحریف کر ڈالی ہے، اور جمہور قدماء کی بھی یہی رائے تھی، اور وہ سب بالاتفاق کہتے تھے کہ یہ

(۱) اس جواب کو دیکھو کہ کہاں جاتا ہے، خود میں نے ظاہر کر دیا تھا، فقط جسٹن ہی نہیں اور بڑے بڑے فاضل بھی اس کے قول کی تصدیق کرتے ہیں، اور چوتھی ہدایت میں گذرا کہ کیتھولک مذہب والے بھی اس بات کے قائل ہیں۔ ۱۲ منہ

تحریف ۱۳۰ء میں واقع ہوئی۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہنری واسکاٹ کے لکھنے سے کیا ہوتا ہے کہ وہ دو مفسر تھے، ان کے سوا سینکڑوں اور بھی مفسر ہیں۔

میں نے کہا: فقط ان دو مفسروں کی رائے نہیں، بلکہ وہ تو جمہور قدماء کی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

اس پر کہا: کہ مسیح نے پرانے عہد کی کتابوں کی بابت گواہی دی ہے، اور مسیح کی گواہی اور سب کی گواہی سے بڑھ کر ہے(۱) اور وہ گواہی یہ ہے جیسا کہ یوحنا کے ۵ باب کے ۴۶ درس میں لکھا ہے:

"کیونکہ اگر تم موسیٰ پر ایمان لاتے تو مجھ پر بھی ایمان لاتے، اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے"۔

پھر لوقا کے ۲۴ باب کے ۲۷ درس میں ہے:

"موسیٰ اور سب نبیوں کی وہ باتیں جو سب کتابوں میں اس کے حق میں ہیں، شروع سے ان کے لئے بیان کیں"۔

پھر لوقا کے ۱۶ باب کے ۳۱ درس میں ہے:

"اس نے اسے کہا کہ جب وہ موسیٰ اور نبیوں کی نہ سنیں گے تو اگر مردوں میں سے کوئی اٹھے اس کی نہ مانیں گے"۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے کہ جو کتاب ہنوز متنازع فیہ ہے، اور ہم جس کی تحریف کے مدعی ہیں آپ اسی سے ہمارے خلاف دلیل لاتے ہیں،

---

(۱) میں حیران ہوں کہ یہ جواب کیا ہے، اور مسیح کی گواہی اس جمہور کے قول کے کب مخالف ہے، وہ تو اظہار کرتے ہیں کہ یہ تحریف مسیح کے بعد ۱۳۰ء میں ہوئی ہے، یا رو جواب میں پادری لوگ ایسی ایسی کجرویاں کیا کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

جب تک اس کا تصفیہ نہ ہو جائے اس کتاب سے استدلال کرنا بیجا ہے، قطع نظر اس کے اس گواہی سے اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کتابیں اس وقت میں موجود تھیں، اس سے ان کے لفظ لفظ کا تواتر ثابت نہیں ہوتا، اور پیلی نے جس کی کتاب کو آپ نے بھی حل الاشکال میں اسناد کی کتابوں میں شمار کیا ہے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مسیح کی گواہی سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتابیں اس زمانے میں موجود تھیں، نہ یہ کہ ان کتابوں کا ہر ہر جملہ اور ہر ہر لفظ کی تصدیق اس سے سمجھی جائے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم پیلی کو اس جگہ نہیں مانتے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: بڑا تعجب ہے کہ آپ اس کی کتابوں کو معتبر کتابوں میں گنتے ہیں پھر بھی اس کو نہیں مانتے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم اس جگہ پیلی کو نہیں مانتے۔

میں نے کہا: کہ اگر تم پیلی کو اس جگہ نہیں مانتے تو ہم تمہاری بات یہاں نہیں مانتے، اور ہمارا قول یہاں وہی پیلی کا قول ہے۔

پادری صاحب نے کہا: خیر نہ مانو۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: یعقوب اپنے خط کے پانچویں باب میں یوں لکھتا ہے کہ:

"تم نے ایوب کے صبر کو سنا ہے، اور خداوند کے مطلب کو جانتے ہو"۔

اس کے باوجود بھی کسی نے اس کتاب کے الہامی ہونے اور صادق ہونے کو نہیں مانا ہے، بلکہ اہلِ کتاب کے سارے اگلے پچھلے علماء اسی امر پر نزاع کرتے ہیں کہ ایوب محض فرضی نام تھا یا کوئی شخص اگلے زمانے میں اس نام کا ہوا بھی ہے، ربی ممانی دیر جو یہودیوں کے بڑے عالموں میں سے ہے، اور لیکلرک اور میکالس اور سملر

اور بشپ اسٹاک وغیرہم عیسائی مذہب کے عالم اس بات کے قائل ہیں کہ ایوب صرف فرضی نام ہے، اور اس کی کتاب محض ایک افسانہ ہے، پادری صاحب نے کہا، ہمارے نزدیک ایوب ایک شخص ہے، اور اگر (۱) مسیح کی شہادت میں اس کی کتاب بھی داخل ہے تو الہامی ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ پولوس تمتھی کے دوسرے خط میں یاناس اور یمبراس کا موسیٰ سے مخالفت کر کے ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کا حال لکھتا ہے، اور معلوم نہیں اس نے یہ بات کون سی جعلی اور غیر الہامی کتاب سے لکھی ہے، پس صرف کسی کتاب سے کچھ نقل کر دینا اس کتاب کے الہامی ہونے کی دلیل نہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ جعلی کتاب میں ہمارا کلام نہیں، اور ہم نے پرانے عہد کی کتابوں کی تصدیق کے لئے مسیح کا قول بیان کیا، سو جب تک انجیل محرف نہ ٹھہرے مسیح کی گواہی اس امر کے لئے کافی ہے۔

میں نے کہا: کہ ہمارا کلام ساری بائبل پر ہے، اور یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ آپ اس کے ایک جز سے مسلمانوں پر دلیل لاتے ہیں، اور جب تک کہ اس مجموعے میں تحریف کا نہ ہونا دوسری دلیلوں سے ثابت نہ ہو جائے ہم اس کی بات سند نہ مانیں گے، علاوہ اس کے مسیح کی گواہی سے آپ کا مطلب نہیں نکلتا (۲)۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم نے پرانے عہد کی کتابوں کی بابت مسیح کی گواہی بیان کر دی تم کو چاہئے انجیل کی تحریف ثابت کرو۔

---

(۱) دیکھو یہ قول کیسا لغو ہے، اور مسیحؑ کی گواہی کا حال اس ہدایت کی تیسری قسم میں گذرا۔ ۱۲ منہ

(۲) کیونکہ اولاً تو وہ گواہی ایسی ہے جیسا پیلی اقرار کرتا ہے، اور ثانیاً وہ بعد کی تحریف کی منافی نہیں جیسا کہ پہلے حاشیہ میں گذرا۔ ۱۲ منہ

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ اگرچہ آپ کا یہ قول بے جا ہے، پر آپ چونکہ انجیل کی تحریف کے مشتاق ہیں تو ملاحظہ کیجئے، اور انجیل اٹھا کر متی کے پہلے باب کا ۱۷ درس پیش کیا، وہ درس یوں ہے:

"پس سب پشتیں ابراہیم سے داؤد تک چودہ پشتیں ہیں، اور داؤد سے اس وقت تک کہ بابل کو اٹھ گئے چودہ پشت ہیں، اور بابل کو اٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پشت ہیں"۔

اور کہا: کہ اب بیان کیجئے کہ دوسرے طبقے میں کون سے نام پر چودہ پشتیں ہوتی ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم کو اس سے کچھ کام نہیں ہے، پر آپ بتلایئے کہ سارے نسخوں میں ایسا ہی پایا جاتا ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ آپ کے نسخوں میں تو موجود ہے، اور خدا جانے اگلے نسخوں میں تھا یا نہیں، پر اس کے غلط ہونے میں کچھ شک نہیں ہے (۱)۔

پادری صاحب نے کہا: غلطی اور بات ہے، اور تحریف اور بات ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ اگر انجیل الہامی ہے، اور الہام میں غلطی ممکن نہیں تو اس صورت میں بے شک بعد میں تحریف ہوئی ہے، اور اگر الہامی نہیں ہے تو ایک اور مطلب حاصل ہوا۔

پادری صاحب نے کہا: کہ تحریف اس وقت ثابت ہوگی کہ جب تم کوئی ایسی عبارت بتلاؤ جو اگلے نسخوں میں نہ ہو، اور اب پائی جاتی ہو۔

ڈاکٹر صاحب نے یوحنا کے پہلے خط کے ۵ باب کا ۷ و ۸ درس پیش کیا۔

---

(۱) اور اس کی غلطی کا بیان پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں بڑی تشریح سے گذرا ہے۔ ۱۲ منہ

پادری صاحب نے کہا(۱) کہ یہاں اور ایک دو جگہ تحریف ہوئی ہے۔

یہ بات سنتے ہی اسمتھ صاحب صدر دیوانی کے حاکم نے جو پادری فرنچ صاحب کے برابر بیٹھے ہوئے تھے انگریزی زبان میں پوچھا کہ یہ بات کیا ہے؟

پادری فرنچ نے جواب دیا کہ یہ لوگ ہارن اور دوسرے مفسروں کی کتابوں سے (۲) چھ سات مقام جن میں تحریف کا اقرار ہوا ہے، نکال کے سند لائے ہیں۔

اس کے بعد فرنچ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی طرف متوجہ ہو کر اردو زبان میں کہا کہ صاحب (یعنی پادری فنڈر صاحب) بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ سات آٹھ جگہ تبدیل و تحریف ہوئی ہے، اس پر مولوی قمر الاسلام صاحب جامع مسجد کے امام نے منشی خادم علی مہتمم مطلع الاخبار کو کہا کہ تم لکھ لو کہ پادری صاحب نے آٹھ جگہ تحریف کا اقرار کیا ہے۔

پادری فنڈر صاحب نے سن کر کہا: کہ لکھ لو، اور کہا اگر چہ اس قدر تحریف ہوگئی، لیکن کتب مقدسہ میں اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا، کاتبوں کے سہو سے عبارت البتہ مختلف ہوگئی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: وہ عبارت کا اختلاف بعضوں کے نزدیک ڈیڑھ لاکھ اور بعضوں کے نزدیک تیس ہزار ہے، آپ کس بات کو ٹھیک مانتے ہیں (۳)۔

---

(۱) پادری صاحب اس بات سے ڈاکٹر صاحب کے مقابلہ میں اپنے خط میں منکر ہو گئے تھے، لیکن جب ان پر لے دے ہوئی تو اختتام "مباحثہ دینی" میں جو اس کتاب کی تالیف کے بعد میری نظر سے گذرا پھر اقرار کیا، اور یوں لکھا (نسخہ ۱۸۵۵ء مطبوعہ اکبر آباد صفحہ ۱۳۰):

"یہ بات سچ ہے کہ ویروس ریڈنگ بہت ہیں اور اگر چہ ہر حال میں پورے یقین سے نہیں کہہ سکتے، کہ صحیح کون ہے، مگر ہماری بات اس پر نہیں الخ"۔ ۱۲ منہ

(۲) یہ بھی غلط ہے، ہم لوگ تو پچاس ساٹھ جگہ کے مدعی تھے جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔ ۱۲ منہ

"(۳) میں کہتا ہوں کہ بعضوں کے نزدیک دس لاکھ ہے، جیسا کہ ساتویں ہدایت کے اندر گذرا۔ ۱۲ منہ"

پادری فرنچ صاحب نے کہا: کہ ٹھیک بات یہ ہے کہ وہ اختلاف چالیس ہزار جگہ ہے(۱)۔

اس میں پادری فنڈر صاحب پھر بول اٹھے: کہ اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا ہے، دو ایک آدمی محمدی اور دو ایک صاحب لوگ اس بات میں انصاف کریں، اور مفتی ریاض الدین صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کئی بار کہا کہ مفتی صاحب آپ بھی انصاف کیجئے۔

اس پر مفتی صاحب نے کہا: کہ جب کسی وثیقے (دستاویز) میں ایک جگہ جعل ثابت ہو جائے تو باقی وثیقہ اعتماد کے قابل نہیں رہتا، اور جس صورت میں خود آپ ہی کے اقرار سے سات آٹھ جگہ جعل وتحریف ہو گئی ہے تو ان پر کیوں کر اعتماد ہو سکتا ہے؟ اور اس بات کو حکّام جو یہاں تشریف رکھتے ہیں خوب جانتے ہیں، اور اسمتھ صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان سے پوچھئے، پر اسمتھ صاحب نے اس بارے میں کچھ نہ کہا۔

پھر مفتی صاحب نے کہا: کہ جب عبارت کا اختلاف آپ کے نزدیک مسلم

---

(۱) پادری فنڈر صاحب نے اپنے خط محررہ ۱۸/اپریل ۱۸۵۴ء میں یوں لکھا:

"ادعائے تحریف کے جواب میں ہماری بات یہ تھی کہ تحریف وتبدیل از سہو کاتبان وغیرہ نکتوں اور حروف اور لفظوں میں ہوا ہے، اور یہ کہ ہمارے علماء نے قدیم نسخوں سے تیس ہزار غلطیاں اس طرح کی نکالی ہیں"۔

(یہاں تک پادری صاحب کا کلام تھا) اس خط کے حاشیہ میں لکھا کہ:

"اگر مباحثے کے وقت مجھ سے یا پادری فرنچ صاحب سے چالیس ہزار کا نام لیا گیا ہے تو وہ سہو سے ہوا ہے کیونکہ اس کتاب میں جس سے صاحب موصوف نے سہو کاتبوں کی گذارشات نکال دی صرف تیس ہزار لکھا ہوا ہے"۔

(یہاں تک پادری صاحب کا کلام تھا) سو اس خط کے موافق تیس ہزار کے قائل رہے۔ ۱۲ منہ"

ہے تو فرمایئے جہاں کہیں دو عبارتیں مختلف ہوں تو آپ ان دونوں میں سے یقین کے ساتھ ایک کو خدا کا کلام ٹھہرا سکتے ہیں یا نہیں؟

پادری صاحب نے کہا: نہیں۔

مفتی صاحب نے کہا: کہ اہلِ اسلام کا یہی دعویٰ ہے کہ یہ بائبل کا یہ مجموعہ جو موجود اور مستعمل ہے، سب کا سب جزم کے ساتھ خدا کا کلام نہیں ہے۔

اس پر پادری صاحب نے فرمایا: کہ وقت مقررہ سے آدھا گھنٹہ زیادہ گذر گیا اب کل پھر گفتگو کی جاوے گی۔

میں نے کہا: کہ آپ نے آٹھ جگہ تحریف کا اقرار کیا ہے، اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ پچاس ساٹھ جگہ عیسائی مذہب کے علماء کے اقرار سے تحریف ثابت کر سکتے ہیں، پر اگر آپ کو مباحثہ منظور ہو تو ایسا کیجئے کہ ہم کو تین باتیں سمجھا دیجئے:

اول تو یہ ہے کہ ہم کتب مقدسہ میں سے کئی کتابوں کی سند متصل پوچھیں گے اس کو ثابت کر دیجئے گا۔

دوسری یہ ہے کہ ان پچاس ساٹھ مقامات کو جن میں عیسائی مذہب کے علماء کے اقرار سے تحریف ثابت ہوئی ہے یا تو مان لیجئے گا یا توجیہ کر دیجئے گا، اور ہم یہ بات نہیں کہتے کہ آپ خواہ مخواہ ہارن کے قول کو مانئے، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ آپ ہارن سے کچھ کم ہیں، پر سب سے پہلے سن لینا، اور پھر دو چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار کرنا (یعنی ماننا یا توجیہ کرنا) آپ کے لئے ضروری ہوگا۔

تیسری یہ ہے کہ جب تک آپ کو ان پچاس ساٹھ مقاموں کی مخدوشیت کی تسلیم یا توجیہ سے فراغت نہ ہو جائے تب تک اس مجموعہ کی باتوں سے ہم پر دلیل نہ لایئے گا۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم اس شرط کے ساتھ منظور کرتے ہیں کہ اول آپ

سے یہ پوچھیں گے کہ انجیل جو تمہارے پیغمبر کے وقت میں تھی کون سی ہے؟

میں نے کہا: منظور ہے، ہم کل بتلادیں گے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ اگر کہیے تو اسی وقت کچھ عرض کیا جائے۔

پادری صاحب نے کہا: اب تو دیر ہوگئی، کل سنیں گے، اس کے بعد فریقین رخصت ہوئے اور جلسہ اول ختم ہوا۔

اکبرآباد
کے
بڑے مباحثہ
کا
دوسرا جلسہ

دوسرا جلسہ رجب کے مہینے کی بارہویں تاریخ ۱۲۷۰ھ ہجری میں جو اپریل کی گیارہویں تاریخ ۱۸۵۴ء کے مطابق ہے، منگل کے دن اسی پہلے مقام پر یہ دوسرا جلسہ منعقد ہوا، اور اس جلسے میں کیا عوام اور کیا خواص پہلے جلسے سے زیادہ آدمی اکٹھے ہوئے:

اوراسمتھ صاحب حاکم صدر دیوانی

اور ریڈ صاحب حاکم صدر بورڈ

اور ولیم صاحب مجسٹریٹ علاقہ فوج

اور ولیم گلین صاحب کشیس۔

اور پادری ہارلی صاحب، اور صاحبان انگلش۔

اور مفتی ریاض الدین صاحب۔

اورقاضی القضاۃ مولوی اسداللہ صاحب۔
اورمولوی فیض احمد صاحب سر شتہ دار صدر بورڈ۔
اورمولوی حضور احمد خاں صاحب۔
اورمولوی امیرا للہ صاحب مختار راجہ بنارس۔
اورمولوی قمرالاسلام صاحب امام جامع مسجد۔
اورمولوی امجد علی صاحب وکیل سرکار کمپنی۔
اورمولوی سراج الحق صاحب۔
اورمنشی خادم علی صاحب مہتمم مطلع الاخبار روساء شہراس جلسہ میں شریک تھے۔

اوران کے علاوہ اور مسلمان اور عیسائی اور ہندو ہزار آدمی کے قریب موجود تھے، اوراس جلسے میں دینی کتابیں پہلے جلسے سے زیادہ فریقین کے آگے رکھی ہوئی تھیں۔

ساڑھے چھ بجے کے بعد پادری فنڈر صاحب نے کھڑے ہو کے "میزان الحق" ہاتھ میں لے کر پہلے باب کی پہلی فصل کی وہ عبارت جس میں قرآن شریف کی کئی ایک آیات درج ہیں پڑھنی شروع کی، اوراس وجہ سے کہ آیتوں کو غلط پڑھتے تھے، قاضی القضاۃ صاحب نے کہا: کہ آپ ترجمہ پر ہی اکتفا کیجئے، کیونکہ لفظ کے بدلنے سے معنی بدل جاتے ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہماری زبان کا قصور ہے معاف رکھئے، وہ عبارت یہ ہے:

"وقل آمنت بما أنزل الله من كتاب وأمرت لا عدل بينكم الله ربنا وربكم لنا أعمالنا ولكم أعمالكم لا حجة بيننا و بينكم"۔

یعنی اور کہہ اے محمد ﷺ کہ میں ان کتابوں پر ایمان لایا جو اتاریں اللہ نے، اور مجھ کو حکم ہے کہ انصاف کروں تمہارے بیچ، اللہ رب ہے ہمارا اور تمہارا، ہمارے لئے ہمارے کام اور تمہارے لئے تمہارے کام، کچھ جھگڑا نہیں ہم میں اور تم میں۔

اور سورۂ عنکبوت میں مرقوم ہے کہ:

"ولا تجادلو ا أهل الكتاب الا بالتى هى أحسن إلا الذين ظلموا منهم و قولو آمنا بالذى أنزل إلينا و أنزل إليكم وإلهنا والٰهكم واحد و نحن له مسلمون"۔

یعنی اے محمد! یوں تم اہل کتاب سے جھگڑا مت کرو مگر اس طرح جو بہتر ہو، ان کے سوا جو تم پر ظلم کرتے ہیں، اور یوں کہو کہ ہم مانتے ہیں جو اترا ہم کو اور اترا تم کو، خدا ہمارا اور تمہارا ایک ہے، اور ہم اسی کے حکم پر ہیں۔

اور سورہ مائدہ میں لکھا ہے:

"اليوم أحل لكم الطيبات و طعام الذين أوتو الكتاب حل لكم و طعامكم حل لهم"۔

یعنی آج سے تم پر پاکیزہ چیزیں حلال ہوئیں، اور کتاب والوں کا کھانا تم پر حلال ہوا، اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہوا۔

جاننا چاہئے (۱) کہ وہ فرقے جن کو کتاب ملی اور وہ لوگ جو اہلِ کتاب کہلائے، وہ مسیحی اور یہودی ہیں، چنانچہ سورۂ بقرہ میں یہود و نصاریٰ کی بابت کہا گیا ہے:

(۱) مسیحی علماء کے اقوال سے یہ بات پوری طرح پایہ ثبوت کو پہنچی کہ سریانی کلیسا اور عرب کے سارے کلیسا اس مجموعہ کی کئی کتابوں کو واجب التسلیم نہ جانتے تھے، اور نہ یہ کتابیں ان کے نسخوں میں تھیں، تو پھر پادری صاحب کلام اللہ کی آیتوں سے اس سارے مجموعے کی بابت کیونکر استدلال کرتے ہیں۔۱۲ منہ"

"وھم یتلون الکتاب"۔
یعنی یہود و نصاریٰ نے کتاب پڑھی ہے"۔

اور یہ بات بھی قرآن سے معلوم اور ثابت ہے کہ جو کتابیں یہودیوں اور مسیحیوں کو ملیں توریت وانجیل ہیں، کیونکہ سورہ آل عمران میں مذکور ہے:

"وأنزل التورة و الإنجیل من قبل هدی للناس"۔
یعنی خدا نے توریت وانجیل آگے سے اُتاری تھیں کہ لوگوں کی ہادی رہیں۔

اس کے بعد پادری صاحب نے کہا کہ ان آیتوں میں کتاب اور اہلِ کتاب کا ذکر ہے، اور اہلِ کتاب سے یہودی اور نصاریٰ مراد ہیں۔

سو معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں توریت اور انجیل موجود تھیں، اور محمدیوں نے ان کو مان کے دین کا ہادی جانا ہے، اور محمدؐ کے زمانے تک ان میں تحریف نہ ہوئی تھی۔

جواب

میں نے کہا کہ ان آیتوں سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ گذشتہ زمانہ میں خدا کا کلام نازل ہوا، اور اس پر ایمان لانا چاہئے، اور توریت وانجیل بھی گذشتہ زمانہ میں نازل ہوئیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود تھیں، گو محرف ہی ہوں، اور ہرگز ان آیتوں سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ان کتابوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک تحریف نہیں ہوئی تھی، بلکہ جابجا تحریف کرنے پر اہلِ کتاب کی مذمت کی گئی ہے(۱) سو قرآن شریف کی آیتوں کے مطابق جیسا ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ

(۱) چنانچہ اسی بارھویں ہدایت کی چوتھی قسم کی دوسری تنبیہ میں ان امور کی تشریح گذری۔ ۱۲ منہ"

گذشتہ زمانہ میں، خدا کا کلام نازل ہوا اس طرح اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اس میں تحریف ہوگئی، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

"لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم"۔

یعنی کتاب والوں کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب (۱)۔

پادری صاحب نے کہا: کہ اس وقت حدیث کا ذکر نہ لائیے، بلکہ صرف قرآن کی آیات کا ذکر کیجئے۔

میں نے کہا: کہ قرآن کی آیتوں سے بھی یہی دو باتیں ثابت ہوتی ہیں، جیسا کہ آپ نے بھی "میزان الحق" میں اس کا اقرار کیا ہے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ سورہ بیّنہ کی آیتوں کے موافق یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد ﷺ کے زمانے سے پیشتر تحریف نہیں ہوئی تھی، اس کے بعد "میزان الحق" کے پہلے باب کے تیسری فصل کی یہ عبارت پڑھی:

"چنانچہ سورہ بیّنہ میں لکھا ہے کہ:

"لم يكن الذين كفروا من أهل الكتاب والمشركين منفكين حتى تأتيهم البيّنة، رسول من الله يتلوا صحفاً مطهرة فيها كتب قيمة، وما تفرق الذين أوتوا الكتاب إلا من بعد ما جائتهم البينة۔

یعنی اہلِ کتاب اور مشرکوں نے حق سے منہ نہ پھیرا جب تک کہ روشن دلیل یعنی قرآن اور پیغمبر یعنی محمدؐ خدا کی طرف سے ان کے پاس نہ آئے کہ وہ مقدس کتابوں کو جن میں مضبوط حکم آئے ہیں ان سے بیان کریں، اور ان

---

(۱) یعنی جس چیز میں کہ قرآن ساکت ہو اس میں نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب، اس لئے کہ جس میں قرآن تکذیب کرتا ہے، مثلاً صلیب وغیرہ کا قصہ اس کی تکذیب واجب ہے، اور جس میں تصدیق کرتا ہے اس کی تصدیق واجب ہے، جیسا کہ ابھی جلد دوسری تنبیہ میں گذرا۔ ۱۲ منہ

لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی جدائی نہ کی، مگر اس کے بعد کہ انہیں روشن دلیل پہنچی"۔

اس کے بعد کہا: کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتابوں میں محمدؐ کے ظاہر ہونے اور تعلیم کے شروع کرنے کے بعد تحریف کی ہے، نہ کہ اس سے پہلے۔

اس کے بعد کہا: کہ کتاب استفسار کے مصنف نے بھی جس کو تم سب لوگ جانتے ہو کہ مولوی آل حسن صاحب ہیں ۴۴۸ صفحہ میں آیت مذکورہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"نبی سابق الانتظار کے اعتقاد رکھنے سے جدا، یا اس کے اعتقاد رکھنے میں مختلف و متفرق نہیں ہوئے، مگر جب کہ یہ نبی آیا ان معنوں کی راہ سے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی آخر الزماں کی بشارتوں میں اس کے ظہور کے زمانے تک کچھ تحریف و تبدیل واقع نہیں ہوئی"۔

میں نے کہا: کہ ان آیتوں کا ترجمہ جمہور مفسرین کے مذہب مختار کے موافق اس طرح پر ہے، اور اسی کو جناب شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے ترجمے میں اختیار کیا ہے یعنی:

"نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہوئے کتاب والے (یعنی یہودی اور مسیحی) اور شرک والے (یعنی بت پرست) باز آنے والے (یعنی اپنے دین اور بری رسموں سے اور برے عقیدوں سے مثل عدم اعتقاد نبوت جناب مسیح کی جیسا یہود کو تھا، اور اعتقاد تثلیث جیسا کی عیسائیوں کو تھا، اور مانند ان کے) جب تک نہ پہنچی ان کو کھلی بات، ایک رسول اللہ کا پڑھتا ورق پاک، ان میں لکھی کتابیں (یعنی سورتیں) مضبوط اور نہیں پھوٹے وہ جن کو ملی کتاب (یعنی اپنے دین اور رسموں اور عقیدوں سے اس طور پر کہ بعضوں نے ان کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا اور بعضے

تعصب سے اسی پر قائم رہے) مگر جب کہ آچکی ان کو کھلی بات (یعنی رسول اللہ اور قرآن)"۔

اور جناب شاہ عبدالقادر صاحب پہلی آیت کے ترجمے کے آخر میں حاشیہ کے طور پر ایسا لکھتے ہیں کہ:

"حضرت ﷺ سے پہلے سب دین والے بگڑ گئے تھے، ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور، اب چاہئے کہ کسی ولی یا حکیم یا کسی بادشاہ عادل کے سمجھائے راہ پر آویں سو ممکن نہ تھا، جب تک ایسا رسول نہ آوے، عظیم القدر ساتھ کتاب اللہ کے اور مدد قوی کے کہ کئی برس (۱) میں ملک کے ملک ایمان سے بھر گئے"۔

(یہاں تک شاہ صاحب کا کلام تھا)

پس ان آیتوں کا حاصل صرف اتنا ہی ہے کہ کتاب والے اور مشرک لوگ اپنی بری رسموں سے باز نہ آئے جب تک کہ ان کے پاس ایسا عظیم القدر رسول نہ آیا، اور اس کے آنے کے بعد کتاب والوں میں سے جو شخص مخالف ہوا اس کی مخالفت تعصب بے جا اور دشمنی کے مارے تھی، اس صورت میں ان آیتوں سے آپ کا استدلال ٹھیک نہیں ہے، اور صاحب استفسار کا جواب تنزل کے طور پر ہے، جیسا کہ ان کی یہ عبارت کہ "اس استدلال سے درصورتیکہ صحیح و درست کہا جائے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے الخ" اسی بات پر دلالت کرتی ہے، اور صاحب استفسار کی یہی غرض ہے کہ اول تو یہ استدلال صحیح نہیں ہے، اور اگر بالفرض اس کی صحت مان لی جائے تو اس سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ کی بشارت میں تحریف نہیں کی گئی، نہ یہ کہ سارے مجموعہ بائبل میں کسی جگہ تحریف نہیں کی گئی، اور صاحب استفسار نے اپنی ساری کتاب میں تحریف کی دھوم مچا رکھی ہے۔

---

(۱) چنانچہ بارہویں ہدایت کی دوسری قسم کے آخر میں انگریزی تاریخوں سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے، ۱۲ منہ

پادری صاحب نے کہا: کہ اب آپ یہ بتلائیے کہ جس انجیل کا ذکر قرآن میں آیا ہے وہ کون سی انجیل تھی؟

میں نے کہا: کہ کسی قوی یا ضعیف روایت سے اس کی تعیین سمجھ میں نہیں آتی جو عرض کیا جائے کہ وہ متی کی انجیل تھی یا یوحنا کی یا کسی اور کی، اور نہ ہم لوگ کبھی اس کے پڑھنے پر مامور ہوئے کہ اس کا حال ہم کو معلوم ہوتا۔

پادری صاحب نے صاحبان عالیشان کی طرف اشارہ کر کے کہا: کہ دیکھو یہ سب اہلِ کتاب بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لیجئے کہ انجیل کون سی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ قرآن سے صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پر انجیل اتری، اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کون سی انجیل تھی، اور اس زمانہ میں بہت سی انجیلیں عیسائیوں میں مشہور ہو رہی تھیں، جیسا برنباہ اور برتوطاؤ غیرہ کی انجیل، پس خدا جانے ان میں سے کون سی مراد ہے، اور اس زمانے میں ایک فرقہ مانی کیز تھا جو اس انجیل کے مشہور کل مجموعہ کو نہ مانتا تھا، اور اسی عہد میں عرب میں بھی ایک فرقہ تھا(۱) جو یہ کہتا تھا کہ تین خدا ہیں: باپ، بیٹا، مریم (۲) شاید ان کے نسخے میں یہ بھی لکھا ہو، کیونکہ قرآن نے ان کو جھٹلایا ہے، پس یہ بات کہیں سے ثابت نہیں ہوئی کہ اس انجیل میں حواریوں کے اعمال اور نامے اور مشاہدات بھی داخل ہیں۔

پادری فرنچ صاحب نے کہا: کہ تم عیسیٰؑ کے قول کے سوا اور کتابوں کو جو انجیل میں ہیں نہیں مانتے ہو، حالانکہ چوتھی صدی میں لڈیسیا کی کونسل نے ایک کتاب یعنی

---

(۱) یعنی کولی ری ڈینس جیسا کہ پہلی جلد کے اندر مقدمہ میں حاشیہ کے اندر تصریح کی گئی ہے۔۱۲ منہ

(۲) اسی لئے بیضاوی باری تعالیٰ کے اس قول کے ذیل میں "ولا تقولوا ثلاثة" اپنا مختار قول یوں لکھتا ہے:

"ای الآلهة ثلاثة الله والمسیح ومریم ویشهد علیه قوله تعالیٰ أأنت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله" ۱۲ منہ

مشاہدات کے سواسب کو واجب التسلیم ٹھہرایا ہے، اور ہمارے بڑے بڑے عالم جن کو ہم نہایت معتبر جانتے ہیں جیسا کلیمنس اسکندریانوس اور ٹرٹولین اور ارجن اور سائی پرن وغیرہ نے مشاہدات کی کتاب کو واجب التسلیم قرار دیا ہے، پر اگلے زمانے کے فتنے اور فساد اور لڑائیوں کے سبب اس کی سند متصل ہمارے پاس نہیں ہے(۱)۔

اس پر ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ کلیمنس کس زمانے میں تھا؟

پادری صاحب نے کہا: کہ دوسری صدی کی آخر میں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر کلیمنس نے مشاہدات کے دو فقرے لکھ دیئے تو اس سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی کے آخر میں کلیمنس نے مشاہدات کی کتاب کو یوحنا کی تصنیف جانا ہے، پس اس کے زمانے سے پہلے اس کی سند نہیں ہے، اس کے علاوہ دو فقروں سے ساری کتاب کا تواتر لفظی ثابت نہیں ہوسکتا(۲) اور ٹرٹولین وغیرہ تو اس کے بعد گذرے ہیں، اور کیس برسٹر روم نے تو اس کو سرن تھس ملحد کا کلام کہا ہے، اور اسی طرح ڈیونیسیش نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہم سے پیشتر بعضوں نے اس کو سرن تھس ملحد کا کلام کہا ہے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم کیس کو بڑا معتبر نہیں جانتے، اور ڈیونیسیش نے ان بعضوں کا نام نہیں لیا، پس ایک دو آدمی کی مخالفت سے کیا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ ہم دو ایک آدمی کا ذکر نہیں کرتے بلکہ سینکڑوں آدمی کا نام بتلا سکتے ہیں، جیسا کہ یوسی بیس اور سرل اور اس کے وقت کے یروشلم کی سارے کلیسا وغیرہ اور کونسل لوڈیسا نے بھی اس کتاب کو رد کیا ہے، اور جیروم کے عہد میں بھی

(۱) بارھویں ہدایت کی چوتھی قسم کی پہلی تنبیہ میں کلیمنس کے فقروں کا حال معلوم ہو چکا ہے۔۱۲ منہ

(۲) اس جگہ کتاب مشاہدات کی بابت سند متصل نہ ہونے کا صاف اقرار کیا، اور ظاہر ہے کہ جب سند متصل نہ ہو، اور عیسائی مذہب کے سینکڑوں محقق اس کا انکار کرتے ہوں تو بھلا کس طرح قطعی تصنیف یوحنا کی کہیں۔۱۲ منہ

بعضے کلیسا اس کو نہ مانتے تھے۔

اس پر پادری فنڈر صاحب نے کہا: کہ یہ کلام مبحث سے خارج ہے اور اب اس انجیل میں گفتگو ہے جو محمد ﷺ کے زمانے میں موجود تھی، اور میری طرف متوجہ ہوئے۔

میں نے کہا کہ ہم نے اپنا مذہب ظاہر کر دیا، اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ مذہب اسلام کا نہیں ہے تو اس کی سند بتلایئے نہیں تو مان لیجئے، اور ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خدا کا کلام حضرت عیسٰی پر اترا تھا، پر اس بات سے منکر ہیں کہ وہی کلام ہی مجموعہ عہد جدید کا ہے، اور اس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوا، اور حواریوں کا کلام ہمارے نزدیک انجیل نہیں، بلکہ انجیل صرف اسی قدر ہے جو حضرت عیسٰی پر نازل ہوئی تھی۔

پر(۱) اس لئے کہ کسی روایت میں اس کا ذکر نہیں آیا ہم اس بات کی تعیین نہیں کر سکتے کہ مسیح کی وہ باتیں کون سی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں، اور جو کچھ ان چار کتابوں میں منقول ہوا ہے ان کا رتبہ احادیث کا سا رتبہ ہے، اور اہلِ اسلام کے پہلے طبقے والوں سے کوئی معتمد روایت اس باب میں منقول نہیں ہے، اور اس کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس زمانے میں پوپ کا تسلط پورے طور پر ہو گیا تھا، اور اس فرقے کے لوگوں میں اصل انجیل کے پڑھنے کی عام اجازت نہیں ہوتی ہے، تو اس وجہ سے اس کے نسخے مسلمانوں کے دیکھنے میں کم آئے، اور غالباً عرب کے اطراف میں اسی قسم کے عیسائی یا فرقہ نسطوریہ کے لوگ بہت تھے۔

اس پر پادری فرنچ صاحب نے تیز ہو کر کہا کہ تم نے ہماری انجیل کو بڑا عیب لگایا، پوپ صاحب نے اس میں کچھ خرابی نہیں کی۔

---

(۱) اور اس امر کی تحقیق بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم کی دوسری تنبیہ میں گذری۔ ۱۲ منہ

اس پر پادری فنڈر صاحب نے حضرت عثمانؓ کا قرآن شریف کے بعضے نسخوں کے جلادینے کا قصہ شروع کیا۔

میں نے کہا: کہ یہ کلام مبحث سے خارج ہے، لیکن چونکہ آپ یہ ذکر درمیان میں لے آئے ہیں اس کا جواب لیجئے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ آپ نے چونکہ انجیل پر یہ اعتراض کیا اس لئے میں نے یہ تعریض کی، لیکن اب اصل مطلب کی طرف رجوع کیجئے، اور چونکہ اصل مطلب یہی تھا کہ پادری صاحب انجیل کے سوال کے بعد ہم کو تین باتیں سمجھا دیں جیسا کہ پہلے جلسے کے اختتام پر طے ہو چکا تھا، اس لئے میں نے کہا کہ ہمارا کلام شروع سے اور کل کے اقرار کے موافق ساری بائیبل پر ہے نہ صرف انجیل پر، اس لئے ہم اس مجموعہ کی بعض کتابوں کی متصل سند مانگتے ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ انجیل پر کلام کیجئے۔

میں نے کہا: کہ ہمارا کلام بائبل کے مجموعہ پر ہے، اور انجیل کی تخصیص بے جا ہے۔

اس پر پادری صاحب چپ ہو رہے، اور ظاہر یہی ہے کہ چونکہ وہ اپنے گھر کا حال جانتے تھے اس لئے انہوں نے سند میں کلام کرنا مناسب نہ سمجھا، اور چپ رہنا سو دلیلوں کے برابر ایک دلیل سمجھی، اور غلطی اور تحریف میں بات چیت ہونے لگی۔

اس کے بعد پادری فرنچ صاحب نے ایک طومار جو لکھ کر اپنے ساتھ لائے تھے پڑھنا شروع کیا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ:

ہمارے عالموں نے تیس یا چالیس ہزار جگہ عبارتوں کا اختلاف نکالا ہے، پر وہ سب اختلاف صرف ایک ہی نسخے میں نہیں بلکہ بہت سے نسخوں میں تھا، ایسا کہ حساب کی رو سے فی نسخہ چار سو پانچ سو ہوتا ہے، گو بعض غلطیاں بدعتیوں کے تصرف سے

ہوگئیں ہوں (۱) جیسا کہ ڈاکٹر گریسباخ نے متی کی انجیل میں تین سو ستر سہو آیتوں اور لفظوں میں نکالے ہیں، جن میں سترہ (۱۷) تو بہت بھاری (سنگین) ہیں اور بتیس (۳۲) بھی بھاری ہیں، مگر اول کی نسبت کچھ خفیف ہیں، اور باقی سب کے سب خفیف، اور ہمارے علماء نے اکثر جگہ ان غلطیوں کو صحیح کیا ہے، کیونکہ قرین عقل ہے کہ جس کتاب کے بہت سے نسخے ہوں اس کی تصحیح ممکن ہے، پر جس کتاب کا صرف ایک ہی نسخہ پایا جائے اس کا صحیح کرنا البتہ دشوار ہوتا ہے، جیسے نسخۂ ٹرلس اور نسخۂ پیٹر کیولس کہ ان میں سے ایک کے بیس ہزار نسخے ہیں، اور اس کو ہمارے علماء نے صحیح کیا ہے، اور دوسرے کا صرف ایک ہی نسخہ پایا جاتا ہے، سو اس کی تصحیح کو مشکل جانا ہے، پس جب انجیل کے بہت سے نسخے موجود ہیں تو اس کی تصحیح ناممکن نہیں۔

اب ہم تصحیح کے قاعدوں میں سے کئی ایک قاعدے یہاں بیان کرتے ہیں:

(۱) جب دو عبارتیں مختلف پائی جاتیں اور ایک مشکل ہوتی اور دوسری آسان اور فصیح، تو علماء مذکور ان دونوں عبارتوں میں سے مشکل کو پسند کرتے تھے، کیونکہ احتیاط اور عقل و قیاس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ شاید آسان عبارت کسی کی بنائی ہوئی ہوگی۔

(۲) جب دو عبارتیں ایسی پائی جاتیں کہ ایک با قاعدہ اور دوسری بے قاعدہ ہوتی تو ان دونوں میں سے بے قاعدہ عبارت کو واجب التسلیم جانتے تھے کیونکہ (۲) با قاعدہ عبارت میں اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ کسی قاعدہ دان نے اس کو بنا کے لکھ دیا ہو، اور علماء موصوف نے ان غلطیوں کو نکال کر کے یہ لکھا ہے کہ ان غلطیوں کے سوا اور کوئی غلطی نہیں ہے، اور اتنی غلطیوں سے مقصود اصلی میں کچھ نقصان نہیں ہوتا، جیسا کہ ڈاکٹر کنی

---

(۱) اہلِ بدعت کی تخصیص لغو ہے، بلکہ ان کی طرح دیندار مسیحی حضرات بھی کرتے تھے، جیسا چوتھی ہدایت کی گیارہویں وجہ میں اور ساتویں ہدایت کے اندر گذرا۔

(۲) سبحان اللہ! روح القدس کا عجب حال ہے کہ یہ قاعدے کو الہام کرتا ہے۔ ۱۲ منہ

کاٹ کہتا ہے کہ:

"اگر بالفرض یہ ساری محرف عبارتیں نکال ڈالی جائیں تو دین عیسوی کے کسی عمدہ مسئلے میں نقصان لازم نہیں آتا، اور اگر ساری بنائی ہوئی عبارتیں داخل کردی جائیں تو دین کے کسی معتبر مسئلہ میں کچھ زیادتی نہ ہوجائے گی"۔

اس پر (۱) ڈاکٹر صاحب جواب دینے کو مستعد ہوئے، پر پادری فنڈر صاحب نے لطائف الحیل سے ٹال دیا، اور جتنی بار ڈاکٹر صاحب اس تقریر کے جواب دینے کو آمادہ ہوئے پادری فنڈر صاحب نے نے کرکے ٹال دیا، اور منع کیا۔

یہاں تک کہ ڈاکٹر صاحب نے رنجیدہ ہوکر کہا کہ کیا میں مباحثے کا شریک نہیں ہوں؟ تب بھی پادری صاحب باز نہ آئے، اور میری طرف متوجہ ہوئے۔

اس پر مفتی ریاض الدین صاحب نے فرمایا کہ اول تحریف کے معنیٰ بیان کئے جائیں، اس کے بعد اس میں گفتگو کی جائے، سو پادری صاحب کچھ معنیٰ کہنے لگے۔

مفتی صاحب نے کہا: کہ جو لوگ تحریف کے مدعی ہیں ان کو بیان کرنا چاہیئے۔

اس پر میں نے پادری صاحب کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ ہمارے نزدیک تحریف کے معنیٰ تغیر ہیں، خواہ کچھ بڑھانے کے سبب واقع ہوا ہو، خواہ گھٹ جانے کے باعث، خواہ بعض الفاظ کے بعض کے ساتھ بدل جانے کی وجہ سے، عام اس سے کہ وہ تغیر خباثت اور شرارت کی راہ سے ہو یا غلبہ وہم سے اصلاح کے طور پر، اور ہم اس بات کے دعویدار ہیں کہ ان معنوں میں کتب مقدسہ میں تحریف ہوئی ہے، اگر آپ کو اس سے انکار ہو ہم اس کو ثابت کرسکتے ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم بھی کتب مقدسہ میں سہو کاتب کے قائل ہیں۔

---

(۱) اور چونکہ غیروں کی مجلس تھی، اور ان کے ہم مذہب سب حاکم لوگ تھے، اس لئے ان کی ایسی سینہ زوریوں اور کجرویوں پر صبر کرتے تھے۔

میں نے کہا: کہ ہمارے نزدیک سہو کاتب سے یہ مراد ہے کہ کوئی شخص لام لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا بھول کرسے میم لکھ گیا یا میم لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا اس کی جگہ بھول سے نون لکھ گیا، آپ کے نزدیک بھی سہو اسی کو کہتے ہیں یا اس میں یہ باتیں بھی داخل ہیں کہ کوئی شخص حاشیہ کی عبارت لے کر متن میں ملا دے یا اپنی طرف سے قصداً جملے کے جملے بڑھا دے یا جملے کے جملے گرا دے؟

پادری صاحب جملے کا لفظ سنتے ہی گھبرا اٹھے، شاید جملے کو مجموعہ کتاب کے معنیٰ میں سمجھے، اور کہنے لگے کہ جملے مت کہو، بلکہ یوں کہو کہ آیتیں بڑھا دے یا گرا دے(۱)۔

میں نے کہا: کہ ہمارے نزدیک جملے کا اطلاق اتنی عبارت پر آیا کرتا ہے کہ زید کھڑا ہے، پر اب یہ لفظ چھوڑ کر آپ کے حکم کے مطابق ہی کہتا ہوں کہ اپنی طرف سے قصداً آیتیں بڑھا دے یا گرا دے یا تفسیر کے طور پر کچھ ملا دے، یا ایک لفظ کو دوسرے سے بدل ڈالے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ یہ سب باتیں ہمارے نزدیک سہو کاتب میں داخل ہیں عام اس سے کہ ان کا وقوع قصداً ہوا ہو یا سہواً یا غلطی اور نادانی کے سبب سے، پر ایسا سہو کاتب آیتوں میں پانچ چھ جگہ اور الفاظ میں بہت جگہ ہوگا(۲)۔

میں نے کہا: کہ جب آپ کے نزدیک آیتوں کا بڑھا دینا اور ان کا گرا دینا اور بعض لفظ کو بعض کے ساتھ قصداً یا سہواً بدل ڈالنا سہو کاتب میں داخل ہے، اور اس قسم کا

---

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ علوم عربیہ میں پادری صاحب کو خاک مہارت نہیں، اور یہ بات تو شرح مأتہ کا پڑھنے والا بھی جانتا ہے، اور پادری صاحب کو مہارت کا دعویٰ تھا اور ان کے ہم مذہب تو ان کو علوم عربیہ کا جید فاضل جانتے تھے۔۱۲ منہ

(۲) پادری صاحب کی تقریر کی لطافت تماشے کے قابل ہے کہ قصداً تحریف کو بھی سہو کاتب میں داخل کرتے ہیں۔۱۲ منہ

سہو کاتب کتب مقدسہ میں واقع ہوا ہے، اور ہم اسی کو تحریف کہتے ہیں، تو اس صورت میں ہمارے اور آپ کے درمیان صرف نزاع لفظی ہے اور بس، کیونکہ جس چیز کا نام ہم تحریف رکھتے ہیں آپ اسی کو سہو کاتب بتلاتے ہیں، اس کی مثال یہ ہے کہ چار مسکین تھے، ایک رومی، دوسرا حبشی، تیسرا ہندی، چوتھا عربی، کسی شخص نے ان کو ایک درم (درہم) دیا، وہ چاروں اس بات پر متفق ہوئے کہ ہم اس کی کوئی چیز مول لے لیں سو رومی نے اپنی زبان میں انگور کا نام لیا، پھر حبشی نے اس سے انکار کیا، اور اپنی زبان میں وہی نام لیا، ہندی نے انکار کر کے کہا نہیں ہم تو انگور مول لیں گے، عربی نے کہا انگور نہیں عنب خریدیں گے، سو ان چاروں شخصوں میں صرف نزاع لفظی تھی، اور حقیقت میں ان کا مطلب ایک ہی تھا، سو ایسا ہی سہو کاتب اور تحریف کا حال ہے کہ جس چیز کو ہم تحریف کہتے ہیں اسی کا نام آپ نے سہو کاتب رکھا ہے، اور بلند آواز سے لوگوں سے مخاطب ہو کر میں نے کہا: کہ ہمارے اور پادری صاحب کے درمیان صرف نزاع لفظی تھا، اور جس تحریف کا ہم دعویٰ کرتے ہیں اس کو پادری صاحب نے قبول کر لیا، پر یہ اس کا نام سہو کاتب رکھتے ہیں۔

پادری صاحب نے فرمایا: ایسے سہو کاتب سے متن میں کچھ خرابی پیدا نہیں ہوئی، اس میں قاضی القضاۃ صاحب پوچھنے لگے کہ متن کیا چیز ہے؟

پادری صاحب نے کہا: کہ کئی بار تو بیان کر چکا، اب کہاں تک بیان کئے جاویں پھر کہا کہ مسیح کی الوہیت اور تثلیث اور کفارہ اور شافع ہونے اور اس کی تعلیمات سے غرض ہے۔

میں نے کہا: کہ آپ کی طرح ہنری اور اسکاٹ کے جمع کرنے والوں نے بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس قسم کی غلطیوں سے مقصود اصلی میں کوئی فرق نہیں پڑا، پر ہماری سمجھ

میں نہیں آتا کہ جب تحریف ثابت ہوگئی تو پھر کون سی دلیل ہے، کہ نو دس آیتیں جن میں تثلیث کا ذکر ہے ان میں تحریف نہ ہوئی ہو(۱)۔

پادری صاحب نے کہا: کہ متن میں تحریف اس وقت ثابت ہوگی کہ کوئی ایسا قدیم نسخہ نکالو جس میں مسیح کی الوہیت لکھی نہ ہو، اور اِس میں لکھی ہوئی ہو، اور اُس میں مسیح کا کفارہ ہونا لکھا ہوا نہ ہو، اور اِس میں لکھا ہوا ہے۔

میں نے کہا: کہ ہمارے ذمہ صرف اتنی ہی بات تھی کہ ان کتابوں کا مشکوک اور محرف ہونا ثابت کریں سو ثابت ہو گیا، اور اتنا ثابت کرنے سے ساری کتاب مشکوک ہوگئی، پر آپ باوجودیکہ بعض جگہ تحریف ہونے کا اقرار کرتے ہیں پھر بھی بعضے مقاموں کی نسبت تحریف سے بچے رہنے کا دعویٰ بھی کیے جاتے ہیں، سو اس کا ثابت کرنا آپ کے ذمے ہے نہ کہ ہمارے ذمہ(۲) اور ایک اور بات بھی پوچھنے کے قابل ہے کہ آپ کاتب کے ان سہوؤں میں سے کسی سہو کو جسے ہم تحریف کہتے ہیں، اور آپ نے اِس وقت بھی اس کا اقرار کیا سارے نسخوں میں مانتے ہیں یا نہیں؟

پادری صاحب نے کہا: ہاں ایسا سہو سارے نسخوں میں پایا جاتا ہے۔

اس پر پادری فرنچ صاحب نے پادری فنڈر صاحب کو روکا، سو پادری صاحب کہنے لگے کہ ہم سے غلطی ہوگئی، پادری فرنچ صاحب خوب کہتے ہیں۔

قاضی القضاۃ صاحب نے کہا کہ اب کیا ہوتا ہے، آپ کا پہلا قول سند ہو گیا۔

---

(۱) اس لئے کہ جن ناخداترسوں نے اور جامعین نے تحریف کی، مقصود اصلی میں کیوں نہ کرتے، دیکھو اگر کسی کے پاس قبالہ ہو اور وہ اس میں جعل سازی کرے تو اول اسی جگہ میں بنائے گا، جو اس کا مقصود اصلی ہوگا اور غیر مقصود میں تو ضمناً بنائے گا۔ ۱۲ منہ

(۲) اس لئے کہ ہمارا منصب باہمی مراسلت کے ذریعہ طے شدہ باتوں اور پادری صاحب کے اقرار کے مطابق نسخ اور تحریف اور تثلیث کے مسائل پر اعتراض تھا، اور پادری صاحب کا منصب جواب دینے کا تھا۔ ۱۲ منہ

پادری صاحب نے کہا: نہیں میں نے غلطی کی، اور اس میں کوئی پکی بات نہیں کہہ سکتا ہوں شاید وہ سہو عبری میں نہ ہو یونانی میں ہو، اور اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا: کہ اگر ہم بعض ایسے مقام بتلاویں جن میں آپ کے مفسرین بھی اقرار کرتے ہوں کہ سابق میں ایسا تھا اور اب عبری کے کسی نسخے میں جس کو آپ بالفعل مستند سمجھتے ہیں نہیں ہے تو آپ اس میں کیا فرمائیں گے؟

پادری صاحب نے کہا: اس سے متن میں نقصان لازم نہیں آتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ عبارت کے بہت سے اختلافات کے باعث بیشک مقصود اصلی میں خلل پڑ جاتا ہے، فرض کیجئے کہ اگر گلستاں کے کئی ایک نسخے عبارت میں ایسے مختلف ہوں کہ ایک کی ترجیح دوسرے پر ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں ہم جزم کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ سعدی کی عبارت یہ ہے، اور جہاں کہیں سینکڑوں مختلف نسخے ہوں اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے سکیں وہاں بلاشبہ ممکن ہے کہ مقصود اصلی میں تغیر ہو جائے، اور ہمارے نزدیک انجیل فقط وہ تھی جو مسیح کا قول ہے، وہ بھی مشتبہ ہو گئی۔

پادری صاحب نے کہا: اس کا مختصر جواب دیجئے کہ آپ متن کو مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر مانتے ہو تو آئندہ ہفتہ میں مباحثہ کیا جائے گا، کیونکہ ہم باقی مباحثے میں اس کتاب کی نقلی دلیلوں کے سوا کوئی دلیل نہیں لا سکتے ہیں، اور عقل کو کتاب کا محکوم جانتے ہیں، کتاب کو عقل کا محکوم نہیں سمجھتے۔

میں نے کہا: کہ جب ان کتابوں میں آپ کے اقرار سے بھی کمی بیشی ثابت ہوئی اور اس باعث سے تحریف ثابت ہو گئی تو وہ ہمارے نزدیک مشتبہ ہیں، اور ہم ہرگز اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ متن میں غلطی نہیں ہوئی، پس آئندہ کے دو مباحثوں یعنی

تثلیث اور آنحضرت ؐ کی نبوت کے مباحثے میں ان کتابوں سے دلیل نہ لایئے گا کہ ہم پر اس سے الزام نہیں آتا۔

اس پر پادری فرنچ صاحب نے کہا: کہ تم نے ہماری تفسیروں سے ان تحریفوں اور غلطیوں کو نکالا ہے، اور وہ مفسر لوگ تمہارے نزدیک بھی معتبر ہیں، سو ان مفسروں نے جس طرح ان مقاموں کو لکھا ہے اسی طرح یہ بات بھی لکھی ہے کہ ان مقامات کے سوا اور کسی اور مقام میں خرابی نہیں ہوئی، اور ایسا ہی کچھ پادری فنڈر صاحب نے کہا۔

میں نے کہا: کہ ہم نے ان عالموں کے اقوال الزام کے طور پر نقل کیے ہیں، نہ یہ کہ یہ لوگ ہمارے نزدیک معتمد اور ان کی ساری باتیں اعتبار کے لائق اور سند ہوں، اور پادری فنڈر صاحب کی طرف رخ کر کے کہا کہ آپ نے تفسیر بیضاوی اور کشاف سے کچھ نقل کیا ہے یا نہیں:

پادری صاحب نے کہا: ہاں۔

میں نے کہا: کہ جس طرح ان مفسروں نے ان باتوں کو لکھا ہے جن کو آپ نے اپنا مفید مطلب جان کر نقل کیا ہے اسی طرح انہوں نے اور دوسرے سب مفسروں نے بالاتفاق یہ بات بھی لکھی ہے کہ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں، اور ان کا انکار کرنے والا کافر ہے، اور قرآن بے شک خدا کا کلام ہے، سو آپ ان مفسروں کے اس دوسرے قول کو بھی مانتے ہیں یا نہیں؟

پادری صاحب نے کہا: نہیں۔

میں نے کہا کہ ہم بھی اسی طرح آپ کے مفسروں کے دوسرے قول کو نہیں مانتے۔

پادری صاحب نے پھر یہی کہا: کہ مختصر جواب دیجئے کہ آپ متن کو مانتے

ہیں یا نہیں؟

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ یہ سوال تفصیل طلب ہے جب تک ہم ایک بات نہ کہہ لیں جواب نہیں دے سکتے۔

پادری صاحب نے کہا: مختصر کہئے ہاں یا نہیں۔

میں نے کہا: کہ ہم متن کو نہیں مانتے، اور جب اس کتاب میں تحریف کا ہوجانا آپ کے اقرار سے بھی ثابت ہے (۱) تو ہمارے نزدیک متن جسے آپ مقصود اصلی کہتے ہیں مشتبہ ہوگیا، اور ہمارا منصب اس باب میں صرف اتنا ہی تھا کہ اس کتاب کا مشکوک اور محرف ہونا ثابت کردیں اور وہ خدا کے فضل سے ظہور میں آیا، اور متن یعنی مقصود اصلی میں عدم تحریف کا ثابت کرنا آپ کے ذمے ہے نہ ہمارے ذمہ، اور ہم مباحثے کے لئے دو مہینے تک حاضر ہیں، کچھ عذر نہیں رکھتے، پر یہ کتاب ہمارے لئے حجت نہیں ٹھہر سکتی، اور اس سے دلیل لانا ہمارے الزام کے لئے کافی نہیں، اس کے سوا جو کچھ دلیل آپ کے پاس ہو خواہ تثلیث کے بارے میں، خواہ آنحضرت ﷺ کی رسالت کے بارے میں اس کو پیش کیجئے۔

اور مولوی فیض احمد صاحب سررشتہ دار نے پادری صاحب کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تعجب ہے کہ کتاب میں تحریف واقع ہو اور متن میں کچھ خرابی نہ پڑے۔

اس پر مباحثہ ختم ہوا اور فریقین ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اس کے بعد تقریری مباحثہ کی امید پر تحریری گفتگو درمیان میں آئی، پر وہ امید بر نہ آئی اور فریقین کے ان خطوط کے نقل اس مباحثے کے رسالوں میں ہے۔

---

(۱) اور سات آٹھ جگہ تو آپ نے آیتوں میں تحریف مان لی ہے۔ ۱۲ منہ

مباحثہ
کے
اسباب و وجوہ

اب ان وجوہ کا بیان کرتا ہوں جن کے سبب یہ مباحثہ واقع ہوا:

پہلا سبب

اول یہ کہ روز بروز شور وغل پادریوں کا بڑھتا چلا جاتا تھا، اور زبانی فریاد کرتے تھے کہ مسلمانوں سے ہمارا جواب نہیں بن پڑتا، اور اپنے رسالوں کے آخر میں ایسی ایسی باتیں بھی چھاپنے لگے تھے، اس پر میں نے چاہا کہ اپنے مقدور کے موافق میں بھی ہاتھ ہلاؤں، شاید اللہ کچھ نیک ثمرہ عطا فرمائے۔

دوسرا سبب

دوم یہ کہ جس عیسائی سے ملاقات ہوئی اور اس سے کچھ تذکرہ آیا اس کی تقریر سے یہی معلوم ہوا کہ ''میزان الحق'' ان کے گمان میں ایسی ہے کہ گویا الہام سے لکھی گئی ہے، اور مسلمان اس کے جواب سے عاجز ہیں، اور اگر ان سے یہ کہا جاتا کہ یہ بات غلط ہے، میزان الحق کا کیا ذکر، اس کے مصنف سے بھی مسلمانوں کو کچھ خوف نہیں، سو وہ کہتے تھے کہ صاحب جب تم کو اس سے پالا پڑے گا تب تم جانو۔

تیسرا سبب

سوم یہ کہ جب میں ایک تقریب سے پہلی بار اکبر آباد کا عازمِ سفر ہوا تو چلتے وقت ماسٹر رام چندر صاحب نے (جو مجھ سے محبت رکھتے تھے، اور کچھ عرصے سے عیسائیت کا دم بھر کے پادریوں سے بھی زائد تعصب میں قدم بڑھا بڑھا کر رکھتے تھے، اور میزان الحق کے بڑے معتقد تھے) کہا کہ اگر اتفاق ہو تو آپ پادری فنڈر صاحب سے ملئے گا، سو ان کی تقریر سے بھی وہی بات سمجھی گئی، شاید انہیں یہ بھی گمان ہو کہ پادری صاحب سے کچھ اس کو بھی ہدایت ہو جائے گی۔

چوتھا سبب

چہارم یہ کہ جب میں اکبر آباد پہنچا تو بعض لوگوں کو مذبذب پایا، اگر ان کو سمجھایا گیا، تو انہوں نے یہی کہا کہ اگر تمہارے پاس آتے ہیں تو تم ہم کو قائل معقول کر دیتے ہو، اور اگر کسی اچھے پادری کے پاس جاتے ہیں تو وہ بھی ہم کو لاجواب کر دیتا ہے، تو ہم اب کس طرح سمجھیں کہ تم ہی حق پر ہو، اور وہ باطل پر یا بالعکس، بلکہ ہم تو حیرت کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں، ہاں اگر مقابلہ منہ در منہ ہو جائے تو ہماری یہ حیرانی کچھ دفع ہو جائے۔

پانچواں سبب

پنجم یہ کہ پہلے مباحثہ اکبر آباد میں جب کئی صاحب رخصت ہوئے تو منجملہ ان کے ارشادات کے یہ بھی ارشاد تھا کہ اگر تم فنڈر صاحب کی ملاقات تک اور اکبر آباد میں ٹھہرو تو بہت خوب ہے، میں نے کہا تھا کہ انشاء اللہ ٹھہروں گا، اور ان دنوں فنڈر صاحب کلکتہ گئے تھے، پھر ان کے آمد آمد کی خبر گرم تھی، سو وجوہ مذکورہ بالا کا لحاظ کر کے

اس بات کا عزم ہوا کہ فنڈر صاحب سے ہی معاملہ طے کرنا چاہئے، سوان کے آنے تک اپنا ہرج کر کے ٹھہرا، اور چونکہ تحریری گفتگو میں اول تو عوام پر حال اچھی طرح نہیں کھلتا، دوم وہ جلد طے نہیں ہوتی، اور مجھ کو مسافرت کے سبب اتنی فرصت نہیں تھی، سوم اس میں اکثر خلط مبحث ہو جایا کرتا ہے، کہ کلام کو کسی تقریب سے دوسری طرف کھینچ کر ڈال دیتے ہیں، اور اصل مقصود چھوٹ جاتا ہے، چہارم یہ کہ چونکہ بالمشافہ کوئی روکنے والا نہیں ہوتا تو جس چیز کا جواب بن آتا ہے لکھ دیتے ہیں، اور باقی کو قلم انداز کر دیتے ہیں، سوان امور کا لحاظ کر کے مباحثہ تقریری اچھا معلوم ہوا، اور بذریعہ خط اس کی درخواست کی۔

اور مجمع عام کی اس واسطے درخواست کی تھی تا کہ عوام پر حال کھل جائے، اور پادری صاحب کو انکار کی جگہ باقی نہ رہے، مگر یہ دوسری مراد نہ بر آئی کہ پادری صاحب خدا کے خوف اور بدنامی کی یک لخت پروانہ کر کے تحریف سے نہ چوکے، گو اور زیادہ بدنام ہوئے مگر مباحثہ کی تقریر کو بالکل غلط اور محرف کر کے چھپوا دیا، اور اس حرکت بے جا سے پادریوں کی خوب دیانت سب کے نزدیک ظاہر کر دی، اور نسخ اور تحریف کے مسئلوں میں پہلے اس لئے درخواست کی کہ پادری صاحب اور ان کے حامیوں کے نزدیک مسلمانوں پر بڑے الزام کے قابل یہی مسئلے ہیں، اور دوسرے مسائل پر مباحثہ میں واجب التقدیم ہیں جیسا کہ جابجا ان کی تصریحات سے سمجھا جاتا ہے، مثلاً پادری صاحب کے پہلے خط میں مولوی آل حسن کے نام یوں لکھا ہوا ہے:

(مراسلات مندرجہ حل الاشکال کا نسخہ سنہ ۱۸۴۷ء والا صفحہ ۱و۲)

"اولاً ان دلائل پر ملاحظہ فرماویں جو میزان الحق کے پہلے باب کی دوسری اور تیسری فصل میں مذکور ہیں، اس بات کے ثبوت میں کہ توریت وانجیل نہ منسوخ ہوئی ہیں نہ محرف، اور محمدی توریت وانجیل کو کلام اللہ جانتے ہیں اور پھر

منسوخ اور محرف بھی کہتے ہیں، اس صورت میں مباحثہ کی اول بات یہ ہوگی کہ یا تو آپ ان دلیلوں کے جواب ادا کیجئے یا من بعد نسخ وتحریف کی بات درمیان میں لانا نہ چاہیے"۔

پھر اسی خط میں ہے (صفحہ۲):

"جب آپ ان دونوں باتوں کے جواب ادا فرما چکیں تب ان دلیلوں پر متوجہ ہوجیے، جو مفتاح الاسرار اور میزان الحق میں بہ ثبوت الوہیت مسیح وتثلیث ذات پاک الٰہی ور در رسالت محمد مسطور ہیں، اور اس صورت میں کہ مطالب فقرہ اول وثانی عمدہ ترین مطالب ہیں تو ان کو چھوڑ کر ان پر مباحثہ کریں لا حاصل ہوتا ہے"۔

پھر دوسرے خط میں یوں لکھا ہے (صفحہ۴):

"پہلے ان دلیلوں کے جواب ادا فرمائیے جو میزان الحق میں اس بات پر ذکر ہوئے ہیں کہ انجیل منسوخ نہیں ہوئی، من بعد بجواب دیگر مطالب متوجہ ہوجیے"۔

پھر یوں لکھا ہے:

"بالفعل ان باتوں کے سوا جو میں نے عرض کیں، اور کوئی سوال نہیں ہے اصل اور اول بات وہ ہی ہیں"۔

اور اسی حل الاشکال میں کلکتہ ریویو سے ایک صاحب کا قول یوں نقل کیا ہے (صفحہ۸۵و۸۶):

"مباحثہ میں محمدیوں کے ساتھ اول اور اصل بات یہ ہے کہ کتب مقدسہ مسیحیہ اصل اور صحیح ہیں کہ نہیں، کس واسطے کہ محمدی تو قائل ہیں کہ توریت وانجیل کلام اللہ ہیں، اور صرف یہی اعتراض کرتے ہیں کہ توریت اور انجیل دونوں منسوخ ہوئیں، اور تحریف کی گئی ہیں، اور نسخ موجودہ (موجودہ نسخے) اصل نہیں

ہیں، پس جب ثابت ہوا کہ کتب مقدسہ موجودہ اصل کتب ہیں نہ منسوخ ہوئیں نہ تحریف کی گئیں، تب حقیقت دین مسیحی اور بطلان دین محمدی بھی ثابت وعیاں ہوا، اور تثلیث یا اور کسی تعلیم مسیح پر رجوع.......... کرنا کچھ ضرور (ضروری) نہیں ہے"۔

پھر اسی کلکتہ ریویو سے نقل ہے (صفحہ ۸۶):

"جب تک توریت وانجیل کی صحت ہماری طرف سے ثابت نہیں ہوئی یا محمدیوں نے تحریف کے دعویٰ کو مثبت ومدلل نہیں کیا ہے تب تلک مباحثہ ناتمام اور لاحاصل ہوگا، پس مباحثے کے قوانین کے مطابق اور انصاف کے موافق مولوی پر واجب اور و لازم تھا کہ کتب مقدسہ کی صحت کو قبول کرے، اور جو جو ان میں بیان ہوا ہے دل وجان سے مانے، یا ثابت کرے کہ وہ کتب فی الواقع محرف ہیں، اور قابل اعتبار نہیں"۔

اور میزان الحق کے پہلے باب کی دوسری اور تیسری فصل میں ان مسئلوں کی بابت پادری صاحب نے جو زور شور کیا ہے سب ناظرین پر ظاہر ہے، سو میں بھی یہ سمجھا کہ جب ان دونوں میں عیسائی مذہب کی حقیقت کھل گئی، اوروں میں بطریقہ اولیٰ کھل جائے گی، سو بفضل اللہ جیسا سمجھا ویسا ہی ہوا، اور جو کچھ ہوا سو اچھا ہوا۔

اور اس مباحثہ کا یہ فائدہ ہوا کہ:

(۱) پادریوں کا بالکل وہ زور شور گھٹ گیا۔

(۲) اور کتابیں جو کثرت سے بانٹتے تھے، اس کثرت سے بانٹنی موقوف کردیں۔

(۳) اور مسلمانوں سے الزام اٹھ گیا۔

(۴) اور عیسائیوں کا وہ تکبر اور اعتقاد فاسد مٹ گیا۔

(۵) اور مذبذبوں کا وہ تذبذب ہٹ گیا، والحمد للہ علی ذٰلک۔

اور مجھ کو اس مباحثہ سے نہ کچھ نام منظور تھا، نہ کچھ منصب کا حاصل کرنا، بلکہ محبت اسلامی سے خدا پر بھروسہ کر کے اس باب میں قدم رکھا تھا، اور اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ جیسے مجھ سے دین احمدی کی تائید زبانی مقابلے میں کرادی ان سے ہزار ہا درجہ تائید شمسیری مقابلے میں کرادے، اور جیسا ان کا زور و شور مذہب کے بارے میں مدھم پڑا، اور اس میں پھیکے پڑ گئے ویسا ہی ان کا زور و شور حکومت کا بھی ٹوٹے، اور ان کا غرور و تکبر خاک میں ملے، اور مسلمان اس میں بھی غالب آویں، اگر چہ ان دنوں (۱) (رجب ۱۲۷۱ء بارہ سو اکہتر ہجری) میں ان کی حکومت کے زور شور کو دیکھ کر جاہلوں کا اعتقاد یہ ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے پہلے ان کا یہ تسلط نہ جائے گا، اور ان کے ان محکم قوانین اور مضبوط تدابیر سے ترقی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا، پر اللہ کے قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ نمرود اور شداد اور فرعون اور بخت نصر کی طرح ان کے اس زور کو بھی ملیامیٹ کردے، اور ان کے تنزل کو ہماری زندگی میں ہماری آنکھوں سے دکھادے، آمین۔

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم۔

مباحثہ کی تاریخ و سال از جناب مولوی امام بخش صاحب

جناب مولوی امام بخش صاحب اس مباحثے کی سال و تاریخ یوں ضبط

(۱) اگر چہ یہ رسالہ ۱۲۶۹ء میں تیار ہوا تھا مگر اکبرآباد کے مباحثے کے بعد جو ۱۲۷۰ ہجری میں ہوا پھر دلی کو آیا، سو دوستوں نے درخواست کی کہ مبحث تثلیث کو اس سے نکال دو، اور اس کے عوض اور کہیں کہیں بڑھادو، جیسا اس کتاب کے اول میں ظاہر کر کے آیا ہوں، سو فرصت کے وقت مسودہ کو صاف کرتا تھا، اور بقدر مناسبت بڑھاتا تھا، اور طالب علموں کے سبقوں سے چونکہ فرصت کم تھی اس لئے اتنا عرصہ اور لگا۔ ۱۲ منہ

فرماتے ہیں:

یافتہ در آگرہ محفل بحث انعقاد | مومن و ترسا بہم آمدہ در گفتگو
حرف نصاریٰ کہ مادررہ حق میر ویم | قول مسلمان کہ نیست راے تراہیچ رو
اہلِ فرنگ از حسد کردہ بہم اتفاق | تا ببرنداز میان گوئے علو از غلو
زاطرف اندر کلام پادری نکتہ سنج | زیںطرف اندرسخن فاضل انصاف گو
ہادم بنیاں شرک ماحی آثار کفر | واقف ہر برگ وساز ماہر ہر رنگ وبو
ہر دو باندر۔ بحث ساختہ ساز سخن | ہر دو بقصد ستیز آمدہ در گفتگو
کردہ دراں تنگنا عالم و جاہل ہجوم | صف بصف استادہ خلق منتظراز ہردوسو
دعوی تحریف را کامدہ برروے آب | تابز نندش بہم رفتہ بے جستجو
لیک بتائید حق نصرت دیں رخ نمود | شاہد مطلب شتافت برحسب آرزو
پادری آمد بگفت اینکہ در انجیل ما | حرف غلط چل ہزارآری درآوردہ رو
زین پس آواز دادمن بمیان عاجزم | بروبمیدان علم حضرت مخدوم گو
ہاتف گفتا کہ تو سال پئے فتح دین | پادری الزام خورد(۱۲۷۰)ازمدحق بگو

اٹھارہواں سوال

یہ تغیر وتبدل پیغمبر کے ظہور سے پہلے یا اس کے بعد واقع ہوا؟

جواب

زیادہ تر تغیر وتبدل محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے ہوا، اور کچھ بعد میں بھی ہوا، دسویں صدی مسیحی تک، اور اس میں شک نہیں، اگر چہ ہر ہر مقام محرف کی تحریف کا زمانہ اس طور پر کہ فلانی تحریف فلانے مقام میں فلانے وقت میں فلانے شخص نے کی ہے معیّن نہ ہو سکے، جیسا کہ سترہویں سوال کے جواب میں ساتویں ونویں ہدایت کے اندر اور بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم کے اندر وضاحت سے گذرا۔

انیسواں سوال

قرآن کی رو سے ثابت ہے کہ پیغمبر کے وقت تک سابقہ کلام الٰہی (توریت وغیرہ) میں کچھ تبدیلی نہیں ہوئی، پس اگر اس کے بعد کچھ تغیر واقع ہوا تو ثابت کردو۔

جواب

قرآن کے کسی مقام سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، سو قرآن کی رو سے ایسا دعویٰ کرنا محض غلط ہے، سائل نے "میزان الحق" کے پہلے باب کی پہلی اور تیسری فصل سے دھوکا کھایا ہے (۱) سو اس پہلی فصل کا پورا حال اور تیسری فصل میں سے سورہ بیّنہ کی آیات کا حال سترہویں سوال کے جواب میں بڑے مباحثے کی نقل میں دوسرے جلسے کی کیفیت کے بیان کے اندر گذرا۔

رہی بعض بعض دوسری آیتیں جن کو تیسری فصل میں نقل کیا ہے، اور مباحثے

(۱) یہ اس لئے ہے کہ یقین کے ساتھ یہ بات ثبوت کو پہنچی کہ کپتان لوئس صاحب نے ٹیلر صاحب اور ماسٹر رام چندر وغیرہما کے صلاح ومشورہ سے سوالات مشتہرہ (جن کا ذکر اول کتاب میں گذرا) ترمیم کر کے ان سوالوں کو ازسرنو مرتب کر کے ولی عہد کی خدمت میں بھیجا تھا، اور ان سب نے اکٹھے ہو کر میزان الحق سے جو بات پسند آئی تھی اسے لے لیا تھا اور اس کے موافق سوال کیا تھا ان کی نیت یہ تھی کہ مجیب اگر جواب لکھے گا تو جواب الجواب میں ہم میزان الحق کی باتوں کو نقل کردیں گے، پھر مسلمانوں سے جواب نہ بن پڑے گا، کیونکہ خام خیالی سے میزان الحق کو یہ لوگ بہت کچھ سمجھ رہے تھے۔ ۱۲ منہ

کے دوسرے جلسے میں اس لحاظ سے کہ ان کو بہت مفید نہ سمجھا تھا ذکر نہیں کیا اس جگہ نقل کر دیتا ہوں تا کہ کسی کو دھوکا نہ ہو، پہلی آیت سورہ انبیاء کی ساتویں آیت ہے:

"وما أرسلنا قبلك إلا رجالا نوحى إليهم فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون"۔

یعنی اور پیغام نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے آگے مگر یہی مردوں کے ہاتھ کہ حکم بھیجتے تھے ہم ان کو (یعنی وہ سب آدمی ہی تھے نہ فرشتے) سو پوچھو (اس بات کو کہ وہ آدمی ہوتے تھے نہ فرشتے) اہل کتاب سے اگر تم نہیں جانتے۔

دوسری آیت سورہ یونس کی تیرانویں آیت ہے:

"فان كنت فى شك مما أنزلنا إليك فاسئل الذين يقرؤون الكتاب من قبلك"۔

یعنی سو اگر تو ہے شک میں (اے سامع) اس چیز سے جو اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے آگے۔

ان دو آیتوں سے ہرگز وہ بات کچھ بھی ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ پہلی آیت تو مشرکوں کے جواب میں ہے کہ پیغمبر لوگ فرشتے ہوں گے نہ کہ آدمی، اور محمد تو ہمارے مثل آدمی ہے، کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، سو یہ نبی نہ ہوگا، اور اس کے معجزے جادو ہیں اور ان مشرکوں کا خیبر اور مدینہ کے یہود کے ساتھ بڑا راہ ربط تھا، اور محمد ﷺ کی نبوت کے ابطال میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے، اور ایسے امر میں ان کے قول پر انہیں اعتماد تھا۔

سو اللہ تعالیٰ الزاماً ان کو فرماتا ہے کہ:

تم اپنے یہودی دوستوں سے پوچھ لو کہ اگلے پیغمبر آدمی تھے یا فرشتے، کھاتے پیتے تھے یا نہیں؟

اور سورۂ انبیاء کی تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کا قول یوں نقل کیا ہے:

"هل هذا الا بشر مثلكم أفتاتون السحر وأنتم تبصرون۔"
یعنی یہ شخص (یعنی محمدؐ) کون ہے ایک آدمی تمہیں سا (کھاتا پیتا چلتا پھرتا) پھر کیوں پڑتے ہو جادو میں آنکھوں دیکھتے۔

اور آٹھویں آیت میں اس ساتویں کے بعد یوں فرمایا ہے:

"وما جعلناهم جسداً لا يأكلون الطعام وما كانوا خلدين۔"
یعنی اور نہ بنائے تھے ہم نے ان کو ایسے بدن کہ وہ کھانا نہ کھاویں، اور نہ تھے رہ جانے والے۔

یعنی کھانا بھی کھاتے تھے، اور موت بھی ان کو آئی، سو اس آیت کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ ایسا شبہ مت کرو، اور اپنے یہودی دوستوں سے پوچھ لو کہ اگلے پیغمبر آدمی تھے یا فرشتے، کھاتے پیتے تھے یا نہیں، اور یہ بات تو یہودیوں کو خوب معلوم تھی، خواہ توریت محرف ہو یا نہ ہو، اور اس آیت کو میزان الحق والے نے ناحق نقل کیا ہے، کہ اس کو تو اس کے مدعا سے کچھ بھی ربط نہ تھا، اور دوسری آیت سے فقط اتنا مطلب ہے کہ اگر اے سامع تجھ کو بشریت کے تقاضے سے کبھی ایسا خلجان پڑے کہ قرآن میں خدا ایسی باتیں جو ظاہر میں بعید معلوم ہوتی ہیں، جیسے مردوں کا قیامت کے دن زندہ ہونا، اور بہشت دوزخ کا ہونا وغیرہ فرماتا ہے، کیا اس کے اور کلام میں بھی اس ڈھب کی باتیں تھیں؟ سو تو اہل کتاب سے پوچھ لے کہ خدا کا کلام جو نبیوں پر آیا تھا اس قسم کا ہوتا تھا یا نہیں؟ اور اس بات کو یہود و نصاریٰ خوب جانتے تھے گو ان کی مقدس کتابیں سب محرف ہوں، سو یہ آیت بھی کچھ مفید نہیں۔

اور ان آیتوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کی طرف متوجہ ہونے کا

حکم تونہیں دیا، کہ یہ دھوکا ہو، کہ خدا محرف کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا کس طرح حکم کرتا ہے، بلکہ قرآن کی بعض بعض آیتوں میں اس کے برعکس تصریح ہے کہ محمدؐ سے پہلے بھی تحریف ہوئی۔

سورۂ بقرہ کی ۷۵ آیت میں ہے:

"أفتطمعون أن يومنوا لكم وقد كان فريق منهم يسمعون كلام اللهثم يحرفونه من بعد ما عقلوه وهم يعلمون"۔

یعنی اب کیا تم مسلمان توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمہاری بات، اور ایک لوگ تھے ان میں کہ سنتے تھے کلام اللہ کا، پھر اس کو بدل ڈالتے تھے بوجھ کر اور ان کو معلوم ہے (کہ ہم جھوٹ اور افترا باندھتے ہیں سو جب ان کے سلف کا یہ حال ہو تو ان سے تحریف کا ہونا کیا تعجب ہے)۔

اس میں دیکھو کہ اس بات کی تصریح ہے کہ اہل کتاب کے سلف کا ایک فرقہ تحریف کیا کرتا تھا، اگر خلف بھی کریں تو کچھ تعجب نہیں، اور تعجب ہے کہ پادری فنڈر صاحب نے اس تیسری فصل میں اس آیت کو بھی ذکر کیا ہے، جو ان کی غرض اصلی کے مخالف ہے۔

بیسواں سوال

کسی نے بچشم خود دیکھا ہے کہ جبرئیلؑ پیغمبر کے پاس وحی لاتا تھا؟ اور اگر کسی نے دیکھا ہے تو گواہی اس کی کہاں ہے؟

جواب

اوّل تو نبی کے علاوہ کسی اور شخص کا جبرئیل یا دوسرے حاملِ وحی فرشتے کو دیکھنا ضروری نہیں بلکہ اس امر میں اس نبی کا جس کی نبوت سچی دلیلوں سے ثابت ہوئی ہو فقط فرمادینا کفایت کرتا ہے، خرقیل کی کتاب کے پہلے باب میں اس وحی کے بیان میں جو پہلے نہر خابوز کے کنارے خرقیلؑ پر اتری تھی یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۴۔ اور میں نے نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں اُتر سے ایک طوفان آیا، ایک بڑا بادل اور آتش پیچاں، اس کے گرد روشنی چمکتی تھی، اور اس کے بیچ میں سے یعنی اس آتش میں کہربائی دکھلائی دیا۔

۵۔ اور اس کے بیچ سے چار جانداروں کی ایک صورت نظر آئی، اور ان کی شکل انہیں انسان کی قامت تھی۔

۲۲۔ اور ان کے سروں پر آسمان کا سا فلک تھا جو مہیب بلور کی مانند دکھائی دیا، وہ اوپر ان کے سروں پر پھیلا تھا۔

۲۶۔ اور ان کے سروں پر کے فلک کے اوپر سنگ نیلم کی مانند ایک تخت کی صورت دکھائی دی، اور اس تخت کی صورت پر انسان کا سا قالب اوپر اس پر نظر

آیا۔

۲۷۔ اور جو قالب دیکھنے میں آیا سو کہربا جیسا بلکہ آگ کا سا بہتیرا دار اور گردا گرد تھا، اور اس قالب کی کمر سے اوپر تک اور اس قالب کی کمر سے نیچے تک سارا اندام آگ کا سا میرے دیکھنے میں آیا، اور جلال اس کے چوگرد چمکتا تھا۔

۲۸۔ وہ خداوند کے کبریاء کی صورت کی نمائش تھی اور دیکھتے ہی میں اوندھے منہ گرا، اور ایک بولنے والے کی آواز سنی"۔

اور اسی کتاب خرقئیل کے تیسرے باب کے ۲۳ ویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"تب میں اٹھ کے وادی میں گیا، اور کیا دیکھتا ہوں کہ خداوند کا کبریاء اس کبریاء کی مانند جو میں نے نہر خابوز کے پاس دیکھا تھا کھڑا ہے، اور میں منہ کے بل گرا"۔

دیکھو یہ عجیب و غریب ماجرا خرقئیل کے سوا کسی نے نہیں دیکھا، اور یوحنا کی مشاہدات میں اس قسم کی باتیں کثرت سے ملیں گی، وہاں بھی یوحنا کے سوا کسی اور نے نہیں دیکھا، بلکہ حضرت موسیٰ کے سوا اور انبیاء پر ملا کیا پیغمبر تک اگر فرشتہ حامل وحی آیا ہے اس کو ان انبیاء کے سوا بتلاؤ کس نے دیکھا ہے، اور اس بارے میں جس طرح ان انبیاء کا ارشاد تقریر یا تحریر کے ذریعے سے کافی تھا اسی طرح حضرت محمد ﷺ کا ارشاد جبرئیل کے وحی لانے میں کافی ہے، اور قرآن میں کئی جگہ صراحت ہے۔

پہلے سپارے کے بارہویں رکوع میں سورۂ بقر کی ۹۷ آیت میں ہے:

"قل من كان عدوّا لجبريل فإنه نزله على قلبك بإذن الله"۔

یعنی تو کہہ جو کوئی دشمن ہوگا جبرئیل کا (سو وہ محض بے انصاف ہے) کیونکہ اس نے تو اتارا ہے، یہ کلام (یعنی قرآن) تیرے دل پر اللہ کے حکم سے۔

اور چودہویں سپارے کے بیسویں رکوع میں سورہ نحل کی ۱۰۲ آیت میں ہے:

"قل نزله روح القدس من ربك بالحق".

یعنی تو کہہ اس کو (یعنی قرآن) کو اتارا ہے پاک فرشتے (یعنی جبرئیل) نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ۔

اور انیسویں سپارے کے پندرہویں رکوع میں سورہ شعراء کی ۱۹۴ آیت میں ہے:

"نزل به الروح الأمين".

یعنی لے اترا ہے اس کو (یعنی قرآن) کو فرشتہ معتبر (یعنی جبرئیل)۔

اور سورہ نجم کی پانچویں آیت میں ہے:

"علمه شديد القوى".

یعنی اس کو سکھایا سخت قوتوں والے نے (یعنی جبرئیل نے)۔

اور سورہ تکویر کی ۱۹ آیت میں ہے:

"إنه لقول رسول كريم".

بیشک وہ (یعنی قرآن) کہا ہے بھیجے ہوئے عزت والے کا (یعنی جبرئیل کا)۔

اور دوم یہ ہے کہ بہت سے صحابہؓ نے مثل حضرت عمر و عبداللہ بن عباس و سعد بن وقاص و عائشہ صدیقہ و ام سلمہ جبرئیلؑ کو آنحضرتؐ کے پاس آتے دیکھا ہے، اور ان کے دیکھنے کی روایات صحاح کی کتابوں میں اسناد صحیحہ سے مروی ہیں، اور اس بات کی تحقیق کہ حدیث صحیح سند والی اور اعتبار کے قابل ہے، دوسرے سوال کے جواب میں بڑی تفصیل سے گذری۔

اکیسواں سوال

اگر کتب تاریخ (قطع نظر اس سے کہ ان کے مصنف بت پرست ہوں یا نصاریٰ یا یہودی) موجود ہوں اور اصلی ہونا ان کا تواتر کے ذریعہ اسی طرح ثابت ہوتا ہو جس طرح کہ قرآن کا اصل ہونا بلکہ اس سے بھی زیادہ استحکام کے ساتھ تو تم ان کتب کی اصلیت کو تسلیم کرو گے یا نہیں؟

جواب

اس قول سے ''اصلی ہونا ان کا تواتر کے ذریعہ اس طرح ثابت ہوتا ہو جس طرح کہ قرآن کا الخ'' اگر سائل کی مراد یہ ہے کہ جس طرح قرآن لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً حضرتؐ کے عہد سے آج تک لاکھوں آدمی کی وساطت سے تواتر کی راہ سے منقول ہے، اور لاکھوں بلکہ کروڑوں کی محافظت کے سوا جو ہر زمانے اور ہر طبقے میں اس کی تحریر کی راہ سے ہوئی ہے، اور آج تک ہوتی ہے، حضرت کے زمانے میں ہزاروں سے اور ان کے زمانے کے بعد ہر طبقے میں لاکھوں سے حفظ کی راہ سے بھی عمل میں آئی ہے، اور آج تک آتی ہے، یہاں تک کہ اس کی حرکات واوقاف بھی جس طرح ثقہ راویوں اور قاریوں سے منقول ہوئے ہیں، آج تک جیسے بلا کم وکاست تحریر کی راہ سے محفوظ ہیں، ویسے ہی حفظ کی راہ سے بھی محفوظ ہیں، اور اس لحاظ سے اول عہد سے آج تک اس میں کمی اور تحریف کا احتمال نہیں، اسی طرح وہ تاریخ کی کتابیں بھی مصنف کے عہد

سے آج تک محفوظ ہیں، بلکہ اس سے زائد استحکام کے ساتھ تو ہم ہرگز ہرگز اس معنیٰ کر کے ان کتابوں کی اصلیت کو تسلیم نہیں کرتے، اور ایسے دعوے کو بالکل جھوٹ اور افترا سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تواریخ مشہورہ میں سے کوئی تاریخ کسی ملت میں ایسی نہیں کہ اس کی اصلیت اس طرح ثابت ہو، تواریخ غیر مشہورہ کا تو کیا ذکر، بلکہ تاریخ کی کتاب کا کیا ذکر، ایسی محافظت تو توریت اور انجیل کو تو نصیب ہی نہیں ہوئی، جیسا کہ سترہویں سوال کے جواب کی ہدایتوں میں بڑی تشریح سے اس کا بیان گذرا، اور کس طرح ہو، حالانکہ ہندوستان میں جہاں اسلامی حکومت بھی نہیں اور اکثر مسلمان نان شبینہ سے لاچار ہیں اب بھی ہزاروں لڑکے اہل اسلام کے بارہ بارہ تیرہ تیرہ برس کے قرآن کے جید حافظ نکلیں گے، بڑے بڑوں کا اور دوسرے ممالک کے اہل اسلام کا جہاں جہاں سلطنت اسلامی اب تک قائم ہے کیا ذکر اور اور عیسائیوں میں تمام ہندوستان بلکہ تمام ممالک محروسہ بلکہ انگلستان کے اندر باوجود اس فراغت کے شاید ایک بھی عہد جدید کا حافظ نہ نکلے گا، عہد عتیق کا تو کیا ذکر۔

پھر اب تاریخ کی کتاب تو کس حساب میں ہے، اور اگر بفرض محال کوئی تاریخ کی کتاب ایسی بھی نکل آوے تو اس کے اصل ہونے کو بلا شبہ مانیں گے، مگر پھر بھی قرآن میں اور اس میں دو طرح کا فرق نکلے گا:

اول تو یہ کہ تواتر سے قطع نظر کر کے قرآن کی عبارت چونکہ اول سے آخر تک بلاغت کے اعلیٰ درجے پر ہے لہٰذا بشر کا کلام اس کے ساتھ مل کر مشتبہ نہیں ہو سکتا، جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں گذرا۔

دوم یہ کہ قرآن چونکہ خدا کی طرف سے ہے، اور وہ کتاب کسی بت پرست کی تصنیف ہے یا کسی یہودی یا کسی نصرانی کی، تو قرآن کے مضمون میں کذب اور خطا اور

بھول اور چوک کے احتمال کو مطلقاً دخل نہیں برخلاف اس کتاب کے مضامین کے، جیسا کہ انشاء اللہ تیئسویں سوال کے جواب میں آئے گا۔

اور اگر سائل کی مراد یہ ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کی نسبت ان کے مصنفوں کی طرف اسی طرح تواتر سے ثابت ہے جس طرح قرآن کی نسبت اہل اسلام کے نزدیک خدا کی طرف، گو لفظ اور عبارت ان کی تواتر سے منقول نہ ہوں، اور الفاظ کی زیادتی اور نقصان کا ان میں احتمال ہو یا کسی طرح کی تحریف نے اس میں دخل پایا ہو، اور ان کے مضامین میں کذب اور خطا اور بھول اور چوک ممکن ہو، جیسا کہ عہد عتیق اور جدید کی کتابوں میں یہ سب امور یقیناً اور قطعاً پائے جاتے ہیں، جیسا کہ سترہویں سوال کے جواب میں تفصیل سے گذرا تو مسلم ہے، اور اس معنیٰ کر کے ہم ان کی اصلیت کو مانیں گے جیسا کہ سعدی کی گلستاں اور بوستاں، اور نظامی کے اسکندر نامے اور فردوسی کے شاہنامے کو اسی معنیٰ کر کے اصلی مانتے ہیں، مگر یہ قول اس سے بھی زائد استحکام کے ساتھ پھر مردود جانیں گے، اس لئے کہ قرآن کی نسبت خدا کی طرف سب اہل اسلام کے نزدیک حتیٰ کہ عامی اور جاہل اور بچوں تک بھی مشہور ہے، برخلاف ان کتابوں کے کہ ان کی نسبت فقط بعض اہل علم اور ماہروں کے نزدیک ہوگی اور بس.......... ....

....

بائیسواں سوال

کتب مذکورہ کی اصلیت میں شبہ کرنے سے کیا تم پر یہ لازم نہ آئے گا کہ قرآن کے اصلی ہونے پر بھی شبہ کرو، اس لئے کہ اصلی ہونا دونوں کا ایک ہی طریق سے یعنی تواتر سے ثابت ہے؟

جواب

اکیسویں سوال کے جواب سے معلوم ہوا کہ سائل کی مراد ان کتابوں کے اصلی ہونے سے اگر پہلی شق مراد ہے تو وہ مسلم نہیں، اور وہ تو توریت اور انجیل کو بھی نصیب نہیں اور اس کے انکار سے قرآن کی اصلیت کا انکار لازم نہیں آتا، اور اگر دوسری شق مراد ہے، تو البتہ اس معنیٰ کرکے تواتر کے ثبوت کے بعد انکار نہیں ہوسکتا، جیسے کوئی گلستاں کی نسبت کو سعدی کی طرف اور شاہنامہ کی نسبت فردوسی کی طرف انکار نہیں کر سکتا، ہاں بعض جگہ حقیقت میں تواتر ہی نہیں ہوتا، اور مختلف طبقات میں سے کسی طبقے میں نقصان آجاتا ہے، جیسا کہ عہد عتیق کی کل کتابوں میں، اور عہد جدید کی کل کتابوں میں دوسری صدی کی آخر تک اور بعض کتابوں میں ۳۶۴ء تک، اور مشاہدات کی کتاب میں چوتھی صدی کے آخر تک، اور بعض جگہ نسبت یقیناً غلط ہوتی ہے، اور غلط مشہور ہوجاتا ہے کہ یہ کتاب فلانے کی تصنیف ہے، جیسے صدہا کتابیں جعلی عہد عتیق اور جدید کی، اور کتابیں اور نام جات جو مشہور اور بزرگ لوگوں کی طرف پہلی مسیحی صدیوں میں منسوب تھیں، جن میں سے بعض کا ذکر سترہویں سوال کے جواب میں تفصیل سے گذرا، تو ایسی جگہ میں انکار سے تواتر کا انکار نہیں لازم آتا اور حقیقت میں یہ انکار سند ہونے کا ہے یا اس غلط شہرت کا انکار ہے۔

تیئسواں سوال

اگر مذکورہ بالا تواریخ (جو دین اسلام کے شیوع سے سیکڑوں سال پہلے لکھی گئی تھیں) کے درمیان اور تمہارے قرآن کے درمیان فرق عظیم واقع ہو تو بتایئے کہ آپ کتب قدیمہ کو غلط کہیں گے یا قرآن کو؟

جواب

ان کتب قدیمہ کو غلط کہیں گے، اس لئے کہ قطعی دلائل سے ثابت ہے کہ قرآن کلام ربانی ہے، اور کلام ربانی میں کذب اور خطا اور بھول چوک کا احتمال نہیں ہو سکتا، برخلاف ان مؤرخوں کے کلام کے، اور اسلام سے پہلے سیکڑوں سال تک ان کتابوں کا لکھا جانا کوئی دلیل ان کے سب مضمون کے صدق کی نہیں، اس لئے ممکن ہے کہ بعض مضمون کسی نے بعد میں بڑھا دیا ہو یا اس کے مصنف نے دانستہ یا نادانستہ غلط لکھا ہو۔

دیکھو سب ترک اور خطا والے اور چین والے اور ہند والے اور مجوسی لوگ طوفان کے سرے سے منکر ہیں، اور اس کو محض بہتان اور طوفان سمجھتے ہیں، اور ان کی تاریخوں میں اس کا پتہ نہیں، اور چونکہ انگریز مؤرخوں کے حساب کے موافق اس طوفان سے آج تک کل مدت چار ہزار دو سو برس کی گذری ہے اس لئے ہندوستان کے سب پنڈت سن کر بہت ساٹھٹھا کرتے ہیں، اور تکذیب سے پیش آتے ہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر پہلے سوال کے جواب میں معجزۂ شق القمر کے بیان میں گذرا، اور

باوجود اس کے اہل کتاب جو اس طوفان کو توریت اور انجیل کے حکم کے موافق عالمگیر جانتے ہیں، اور اعتقاد رکھتے ہیں اور کشتی والوں کے سوا اس میں سب جاندار مخلوقات فنا ہو گئیں، تو ان سب جہان کے لوگوں کی تاریخوں کی تکذیب کرتے ہیں سو ایسا ہی بعض واقعات میں وہ تاریخیں قرآن کے مخالف بھی غلط گنی جائیں گی، اور تاریخ کی غلطی کے شواہد اور اسی طرح اس بات کے شواہد کہ ہر تاریخی مضمون اعتماد کے قابل نہیں ہوتا بہت نکلتے ہیں، لیکن چونکہ اپنے یہاں کی تاریخوں سے اس امر کا نقل کرنا سائل کے حق میں الزامی نہیں ہوسکتا، اس لئے بعض اور تاریخوں سے جن کو عیسائی لوگ مستند سمجھتے ہیں نقل کر دیتا ہوں۔

کتب تاریخ میں غلطیاں

ڈاکٹر ٹیلر جو عیسائیوں میں معتبر مؤرخ ہے اپنی کتاب ''لب التواریخ'' میں جو دارالامارۃ کلکتہ میں ۱۸۲۹ء کے اندر مطبع چرچ مشن میں چھپی ہے، یوں لکھتا ہے (صفحہ ۲):

> ''کوئی علم کی ترتیب اتنی کم نہیں ہوئی جتنی کہ اس کی (یعنی کہ تواریخ کی) تعصب کے منبع بے شمار ہیں، اور مبتدی کو مناسب نہیں کہ اپنی طبیعت کو بے ہادی کے مورخوں کے مغالطات کی طرف اختلاف کے میدان میں مخلی بالطبع چھوڑے'' سچ ہے کہ اس علم کی ترتیب بہت ہی کم ہے، اور تعصب اور طرف کشی میں مؤرخ بھی پرلے درجے کے گرفتار ہیں۔

پھر اسی پہلی جلد کے اندر نویں باب کی تیسری فصل میں لکھتا ہے:

> ''سلف کے سب مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ لیکرگس نے اسپارٹا والوں کے قواعد وانتظام کی بالکل تغیر وتبدیل کی، پر مؤرخین نیکن کہتے ہیں کہ اس نے دونوں میں سے ایک بھی نہ کیا''۔

دیکھو اس جگہ زمانہ قدیم کے مؤرخین کے تحریر کو مؤرخین جدید نے کیسا غلط بتلایا، اوران کے اتفاق واجماع کو ملیامیٹ کر دیا، سو اس لئے صاف کھل گیا کہ پرانا لکھا ہوا سند کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ کسی دلیل سے اس کی صداقت ثابت نہ ہو۔

پھر اسی جلد کے چوبیسویں باب کی انیسویں فصل میں ہے:

''روم کے سارے انتظام کو زیر حکومت بادشاہوں کے اکثر مؤرخوں نے مسامحۃً یوں قرار دیا ہے کہ فقط رومیولس کی فہم وفراست سے ظہور میں آئے ہیں جو ایک جوان اٹھارہ برس کا اور سرغنہ گروہ شبان یا طائفہ رہزن کا تھا، یہ قیاس بے معنی ہالی کارنسس والے ڈیونیسش سے نکلا ہے، سچ تو یوں ہے کہ روم کی مملکت ہر سلطنت کی مانند لازمی حادثوں کا تدریجی نتیجہ یعنی زمانی اور سیاست المدنی کے لوازم ضروریہ کا ثمرہ ہے''۔

دیکھو اس جگہ اکثر مورخ مسامحت اور غلطی میں پڑے ہیں۔

پھر اسی جلد کے اسی چوبیسویں باب کی چوبیسویں فصل میں ہے:

''ان سرگذشتوں سے بہت سے شک اس وقت کے رومیوں کی تاریخ میں معلوم پڑتے ہیں''۔

دیکھو سرگذشتوں کے ملاحظے سے رومیوں کی تاریخ کو مشکوک ٹھیراتا ہے۔

پھر اسی جلد کے اڑتالیسواں باب کی پہلی فصل میں اوضاع وحشیانہ گاتھ کے قوموں کے بیان میں ہے:

''جدید مؤرخوں نے اس تصور باطل کو اور بھی مروج کیا ولٹیر نے انہیں بڑا ہی وحشی سمجھا ہے''۔

پھر کئی سطر کے بعد یوں ہے:

''مگر اور بعضے معتبر مؤرخوں کا قول معتد بہ اس ناشائستہ تصور کو رد کرتا ہے''۔

دیکھو بعضے مؤرخوں کے قول کے موافق مؤرخین جدید کے جمہور کیسی غلطی میں پڑے ہیں۔

پھر دوسری جلد کے اندر سینتالیسویں باب کی ساتویں فصل میں ہے:

''مہابھارت کہ جس میں حرب کے احوال اشعار میں ہیں، اور جس کی تصنیف دوہزار سال قبل مسیح کے ہوئی''۔

اور اسی دوسری جلد کے جدول میں ہے کہ:

''پانچوں کتابیں موسیٰ کی چودہ سو باون برس قبل مسیح کے تصنیف ہوئی ہیں''۔

تو ان دونوں مقاموں سے معلوم ہوا کہ مہابھارت موسیٰ کی پانچ کتابوں سے پانچ سو اڑتالیس برس پہلے تصنیف ہوئی ہے، اب اس کے اکثر حالات کو کتاب پیدائش سے ملا کر دیکھو، اور بتلاؤ کہ اہل کتاب کس کو سچا کہتے ہیں، اور کس کو جھوٹا؟ آیا ان کے نزدیک ان حالات میں مہابھارت کو کسی مقام میں یہ صلاحیت ہے کہ اس سے موسیٰ کی کتاب کے کسی مضمون کو رد کیا جائے اور پنڈت لوگوں کے قول کے موافق تو تحقیق یہ ہے کہ مہابھارت کی تصنیف سے آج تک چار ہزار نو سو پچاس برس کی مدت گذری ہے، اور اس کا مصنف بیدب بیاس ہے جو کنیا اوتار کا ہم عہد تھا اور ان کے قول کے موافق وہ کتاب مسیح علیہ السلام سے تین ہزار ستانوے برس پہلے اور طوفان سے سات سو پچاس برس پہلے تصنیف ہوئی ہے، سو ان کے نزدیک فقط اس کتاب کا وجود جس کے تواتر کا وہ دعویٰ کرتے ہیں، ان سب حالات کو جو طوفان اور طوفان کے بعد دنیا کی آبادی کے بابت کتاب پیدائش میں لکھے ہیں غلط کر دیتا ہے، کیونکہ اگر ایسا طوفان عام ہوا ہوتا تو اس کتاب کا وجود کس طرح ملتا، اور یہ جو انگریزی مؤرخوں نے اپنے مذہب کے بچاؤ کے واسطے پنڈتوں کی تحقیق کے خلاف اس کتاب کی تصنیف کی مدت کو مسیح سے

دو ہزار برس پہلے بتلایا ہے سراسر غلط ہے، اور ان کے مذہب کو اب بھی جھٹلاتا ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک طوفان کا ختم ہونا مسیح سے ۲۳۴۷ برس پہلے اور نوحؑ کی وفات مسیح سے ۱۹۹۸ برس پہلے ہوئی، سو اس حساب سے وہ کتاب حضرت نوحؑ کی وفات سے دو برس پہلے کی تصنیف ہے، اور کنہیا اوتار بھی جو اس کے مصنف کا ہم عہد ہے طوفان کے بعد اور نوحؑ کی وفات سے پہلے ہونا چاہئے، اور یہ تو بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہے کہ فقط ایسے تھوڑے سے عرصے میں اتنی جلد حضرت نوحؑ کی اولاد سے ایسے ملک کے ملک آباد ہو گئے ہوں، اور ہندوستان ایسا آباد اور مجمع خلائق اور مردم خیز ہو گیا ہو جیسا مہابھارت میں لکھا ہے۔

اور ایسی جلدی حضرت نوحؑ کے جیتے جی ہی خدا پرستی چھوٹ کر بت پرستی ایسی رائج ہو گئی ہو، اور ان کے جیتے جی ہی کنھیّا سا شخص نکل کھڑا ہو، خیر اس کو چھوڑ کر پھر مطلب پر آتا ہوں کہ اسی طرح کے اور مقامات بھی اس تاریخ میں ملتے ہیں، مگر ان کو چھوڑ کر اس معتبر مسیحی مؤرخ کی غلطیوں کو لکھتا ہوں۔

لب التواریخ میں ٹیٹلر کی غلطیاں

پہلی غلطی

دوسری جلد کے اندر پہلے باب کی پانچویں فصل میں ہے:

”اس کے بعد (یعنی حضرت عثمانؓ کے بعد) ختن محمدؐ (یعنی علیؓ) خلیفہ ہوا، جو آج تک محمدیوں میں مکرم ہے، اس نے مکے کو چھوڑ (کر) پہلے کوفے کو پھر دمشق کو اور بالآخر بغداد کو دارالخلافہ ٹھیرایا، ان کی سلطنت ایک حشمت کے ساتھ ہوئی، مگر پانچ برس تک رہی“۔

اور یہ سراسر غلط ہے، اور صحیح یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلیفہ ہونے

کے بعد بعض امور کے لحاظ سے مدینے کو جو دارالخلافہ تھا چھوڑ کر کوفے کو دارالخلافہ ٹھیرایا، اور ان کے حین حیات کوفہ ہی دارالخلافہ رہا، اور سنہ چالیس ہجری میں وہیں شہید ہوئے، اور دمشق میں خلافت کے بعد گئے بھی نہیں ہیں، چہ جائے کہ اسے کبھی دارالخلافہ بنایا ہو، وہاں امیر معاویہ کا تسلط تھا، اور اسی طرح نہ بغداد کو کبھی حضرت علیؓ نے دارالخلافہ بنایا تھا، بلکہ سنہ ۱۴۵ ہجری میں ابو منصور دوانیقی نے اس شہر کی عمارت پر ایک کروڑ دینار زر سرخ صرف کیا، اور اس شہر کو دارالخلافہ بنایا، اس کے بعد خلفائے عباسی کا ۶۵۴ھ تک وہ شہر دارالخلافہ رہا تھا، اور نہ حضرت علیؓ کی خلافت قوت اور حشمت کے ساتھ ہوئی، بلکہ امیر معاویہ کی مخالفت کے سبب خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کی خلافت کی قوت کی نسبت ضعف کے ساتھ ہوئی اور خلافت کی مدت بھی کل چار برس نو مہینے ہوئی نہ پانچ برس۔

دوسری غلطی

پھر اسی دوسری جلد کے اندر سترہویں باب کی پہلی فصل میں ہے:

"فلسطین ترکوں کے قبضے میں تھا اور اس کا صدر الصدور یروشلم کا شہر گو کہ اپنی اگلی رونق سے گھٹ گیا تھا، تاہم اس کی عزت اب تک مظفروں کی نظروں میں بطور شہر مقدس کے تھی، اور اکثر محمدی زیارت کے لئے وہاں مقبرۂ عمر پر جایا کرتے"۔

اور یہ بھی غلط ہے، اس لئے کہ یقیناً حضرت عمرؓ مدینہ منورہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کے اندر مدفون ہیں، اور ان کی قبر حضرتؐ کی قبر کے پاس ہے، اور اس میں کسی معتبر مؤرخ اسلامی کا اختلاف نہیں، اور اسی مؤرخ کی غلط تحریر کے موافق طامس نیوٹن نے بھی اپنی کتاب پیشینگوئیوں کی شرح کی دوسری جلد میں کسی انگریزی

تاریخ سے نقل کیا ہے (نسخہ سن ۱۸۰۱ء صفحہ ۶۴):

''اور یہی مسجد ہے جو اول یروشالم میں بنی، اور عمرؓ کو موافق تصریح کے مؤرخین کی اسی مسجد میں ایک غلام نے صبح کی نماز میں مار ڈالا ہے، اور عبد الملک بن مروان نے جو بارہواں خلیفہ تھا، اس مسجد کو بڑھایا ہے''۔

اور یہ بھی غلط ہے، اور حضرت عمر کی شہادت مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر ظہور میں آئی ہے، نہ کہ یروشلم میں بیت المقدس کی مسجد کے اندر۔

تیسری غلطی

پھر لب التواریخ کی تیسری جلد کے اندر چوبیسویں باب کی دوسری فصل میں ہے:

''مشتہر اورنگ زیب جو کہ اٹھارہویں قرن کے آغاز میں دہلی کے تخت سلطنت پر بیٹھا ۱۸۰۷ء تک بقید حیات تھا''۔

یہ بھی غلط ہے، اور اس کے موافق لازم آتا ہے کہ عالمگیر بادشاہ سو برس کے قریب تخت نشین رہا ہو، اور آج تک اس کی وفات سے کل سینتالیس برس کی مدت گذری ہو، اور اس کی زندگی میں انگریزوں نے دلی لے لی ہو، اور بنگال میں ان کا تسلط اورنگ زیب کی وفات سے بہت پہلے ہو گیا ہو، حالانکہ یہ سب باتیں غلط ہیں، بلکہ صحیح یہ ہے کہ پہلی ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ ہجری میں جمعہ کے دن انتالیس برس گیارہ مہینے بیس دن کی عمر میں عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھا، اور پچاس برس ستائیس دن سلطنت کر کے جمعہ کے دن ستائیسویں ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ ہجری میں وفات پائی (۱)

سو اس حساب سے اس کی تخت نشینی کی مدت پچاس برس ستائیس دن ہے، اور

(۱) اور جلوس کی تاریخ اس بادشاہ مغفور کی یہ ہے: فأطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم۔ اور وفات کی تاریخ یہ ہے: برفت از جہاں بادشاہ دلی۔ ۱۲ منہ

اس کی وفات سے آج تک ایک سو ترپن برس کے قریب گذرے ہیں۔

دیکھو اس نامور مؤرخ نے تینوں جگہ بہت بڑے مشہور شخصوں کے حال کے لکھنے میں ایسی بڑی غلطی کی ہے، اب غیر مشہور کا حال تو کیا لکھیں، اور تثلیث کے عدد متبرک کے موافق اس کے کلام سے اسی قدر نمونہ کافی ہے۔

ولیم میور کی غلطیاں

اور ولیم میور صاحب اپنی تاریخ اردو کلیسیا کے تیسرے باب کی سترہویں دفعہ میں یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۸۱):

> ''ٹھیک دریافت کرنا اس بات کا کہ خطوط وغیرہ متعلق انجیل کس وقت میں ایک جلد میں جمع کئے گئے خالی دقت سے نہیں ہے، لیکن یقیناً معلوم ہے کہ دوسری صدی کے شروع میں یعنی ۱۰۰ء کے تھوڑے عرصے کے بعد تمام دنیا کے کلیسیا نے انجیل کو مع جملہ خطوط بمنزلہ عقائد کے قبول کیا''۔

اور اس قول پر یعنی ۱۰۰ء کے الخ حاشیہ میں یوں لکھتے ہیں:

> ''یعنی ستر ۷۰ اسی ۸۰ برس بعد مصلوب ہونے مسیح کے''۔

اور چونکہ ان کے مؤرخین کے نزدیک بالاتفاق مسیحؑ ۳۳ء میں مصلوب ہوئے ہیں، اس صورت میں ہم اگر بڑے عدد کو جو اسی ہے ۳۳ کے ساتھ جمع کریں تو ایک سو تیرا ہوتے ہیں، سو اب لازم آتا ہے کہ یہ بات یقینی ہو کہ ۱۱۳ء میں انجیل کو مع جملہ خطوط کے تمام دنیا کی کلیسا نے واجب التسلیم مان لیا ہو، حالانکہ یہ بات تو یقیناً غلط ہے، بلکہ نامہ دوم پطرس و نامہ دوم و سوم یوحنا و نامہ یہودا و نامہ یعقوب و نامہ عبرانیہ و کتاب مشاہدات کو ۳۶۳ء تک ہرگز تمام دنیا کی کلیسا نے نہیں مانا تھا، بلکہ اول کے چاروں خطوط کو سریانی کلیسا اب تک نہیں مانتا، اور رد کرتا ہے، جیسا کہ سترہویں سوال

کے جواب کی پہلی ہدایت کے اندر اور بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم کے اندر تفصیل سے گذرا۔

اور اس قسم کی باتیں دیدہ ودانستہ اس نامور مؤرخ نے قصداً مغالطہ دینے کے لئے اکثر غلط لکھی ہیں، اس کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں رہ سکتیں۔

یہودی مؤرخ یوسیفیش کی غلطیاں

اب یہودی مورخ یوسیفیش کا حال جو عیسائیوں میں معتبر ہے سنیے، اور اس کی تثلیث کے عدد متبرک کے موافق تین غلطیوں کو لکھوں گا:

پہلی غلطی

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۳۶ باب میں ہے کہ:

''بخت نصر بابل کا بادشاہ یہویقیم یہودا کے بادشاہ کو قید کر کے بابل کو لے گیا تھا''۔

اور یوسفیش اپنی تاریخ کی دسویں کتاب کے چھٹے باب میں لکھتا ہے کہ:

''یروشلم میں اس کو قتل کرا کے اس کی لاش کو شہر پناہ کے باہر پھینکوا دیا تھا اور دفن کرنے نہ دیا''۔

اور چونکہ عام پادری کتاب اخبار الایام کے حامی ہیں تو خواہ مخواہ بیچ کر کے یوسیفش ....

....

.................کو غلط بتلائیں گے۔

دوسری غلطی

آدم کی ولادت سے طوفان تک عبری توریت کے موافق ۱۶۵۶ برس کی مدت

ہے اور یہی انگریزی مؤرخوں کا مختار قول ہے، اور یوسفیش اس مدت کو ۲۲۵۶ برس بتلاتا ہے سو اس جگہ یہی پادری لوگ یوسفیش کو غلط کہیں گے۔

تیسری غلطی

طوفان سے ابراہیم کی ولادت تک توریت عبری کے موافق ۲۹۲ برس کی مدت ہے، اور انگریزی مؤرخوں کے مطابق ۳۵۲ برس کی مدت ہے، اور یوسفیش کے نزدیک ۹۹۳ یا ۱۰۰۲ برس کی، اور اس جگہ بھی انگریز مؤرخ جیسا توریت کو غلط کہیں گے یوسفیش کو بھی غلط کہیں گے، اور اسی طرح ان کی دوسری معتبر تاریخوں کا حال ہے کہاں تک لکھوں۔

چوبیسواں سوال

اوپر مذکور ہوا ہے کہ کتب قدیمہ اور قرآن دونوں اسانید متواترہ کے ذریعہ اصلی کتب ثبوت کو پہنچی ہیں، اور احوال اپنے اپنے عہد کے جو ان میں درج ہیں سچ ہیں، پس اس صورت میں فرمایئے کہ دلیلِ تواتر کو ہاتھ سے گرادیجئے گا، اور دونوں کی نسبت شبہ اور شک میں گرفتار رہیے گا، یا آنکھیں بند کر کے یہ فرمایئے گا کہ تواتر فقط لفظ قرآن سے مل کر تحقیق ہوتا ہے، اور غیر میں اس کے شبہ ہوتا ہے یا از روئے انصاف یہ اقرار کیجئے گا کہ قرآن کے مصنف کو حالات قدیمہ سے آگاہی نہ تھی؟

الزامی جواب

چینیوں اور ہندیوں اور مجوسیوں اور خطا والوں اور دوسرے لوگوں کی کتب قدیمہ اور بائبل دونوں بذریعہ اسناد متواترہ کے اصلی کتب ثبوت کو پہنچی ہیں، اور احوال اپنے اپنے عہد کے جو ان میں درج ہیں سچ ہیں، سو اس صورت میں فرمایئے کہ دلیل تواتر کو ہاتھ سے گرادیجیے گا، اور دونوں کی نسبت شبہ اور شک میں گرفتار رہیے گا، یا آنکھیں بند کر کے فرمایئے گا کہ تواتر فقط بائبل کے لفظ سے مل کر تحقیق ہوتا ہے یا ازروئے انصاف یہ اقرار کیجیے گا کہ بائبل کے مصنفوں کو حالات قدیمہ سے آگاہی نہ تھی، اس لئے سیکڑوں حالات کے لکھنے میں غلطی کی ہے، مثلاً یہ کہ طوفان کو غلطی کی راہ سے ایسا لکھا کہ کشتی والوں کے سوا جس میں آدمی تو فقط آٹھ ہی تھے کوئی جاندار دنیا میں نہیں بچا تھا، اور یہ کہ عالَم کی پیدائش ایسے قریب عرصے کی

بتلائی جس کی آج تک کل مدت ۵۸۵۸ برس کی گذری ہے، اور اسی طرح اور حالات میں جن کو یقیناً دنیا کی تاریخیں رد کرتی ہیں، اسی لئے بعضے بڑے بڑے نامور مؤرخین نے اس مجموعہ کے ایسی حالات مندرجہ کو غلط کہا، اور اس کے ابطال پر کمر باندھی۔

لب التواریخ کے دوسری جلد میں انچاسویں باب کی پہلی فصل کے اندر چین کی ولایت کے بیان میں یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''اس ملک وسیع کی قدامت اور وہاں کے انتظام اور شرائع اور رسوم و صنائع بدائع وفنون کے احوال نے مناقشے اور مناظرے کے بڑے باب کو مفتوح کیا ہے،'' لیٹر اور رینال اور دوسرے انہیں کے امثال واقران کے مصنفوں نے کتاب مقدس کے اقوال اور جمیع زمانیات کے تصورات کے ابطال کے لئے بدؤ جہاں (دنیا کے آغاز) کی بابت چین کے تئیں ایسے زیور اقدمیت کو محلی کیا ہے، اور تہذیب و مہارتِ فنون وصنائع و بدائع کے وصف کو ایسے عہد تک پہنچا دیتے ہیں جو کہ اس حالت ترقی اور تہذیب سے بمقابلہ تضاد رکھتا ہے کہ جس کا ذکر کتب موسیٰ میں مندرج ہے''۔

(یہاں تک لب التواریخ کی عبارت تھی جو اسی کے الفاظ میں منقول ہوئی)۔

اور ابوالفضل اکبر نامہ میں لکھتا ہے:

''آنچہ بر صفحات مسامع والواح اخبار اشتہار دارد کہ آغاز آدمیاں راہفت ہزار سال مے گویند، اصلی کہ شائستگی قبول عقول وافکار دانایاں داشتہ باشد ندارد، ودر امثال ایں امور عقل درست اندیش دوربیں ازراستی بادریافت گاہ انکار می کند وگاہ از احتیاط توقف می نماید وبدستیاری خرد ومددگاری نقلہائے معتبر وخبرہائے معتمد روزگار مثل کتب قدیمہ ہندی وخطائی وغیر آں واز ضبط تواریخ متواترہ حکمائے ایں اقلیم مفہوم می شود کہ ایں عالم وعالمیاں را ابتدائے نیست''۔

پھر نوحؑ کے طوفان میں لکھتا ہے:۔

"اگر چہ نقل پرستان روزگار کہ در نقل طوفانی مے کنند وآں طوفاں را بہمہ عالم نسبت مے دہند، ظاہرا چنیں نباشد چہ در ہندوستان کہ کتب چندیں ہزار سالہ موجود است، ازاں طوفان نشانے پیدا نیست"۔

(یہ دونوں عبارتیں ملخص کر کے نقل ہوئی ہیں)

دیکھو دونوں حادثوں کی صراحۃً تکذیب کرتا ہے، اگر اہل کتاب کے پاس اس شبہ کا جواب اور بھی ہو سوائے اس کے جو ہم تحقیقی جواب میں نقل کریں گے تو وہی جواب ہماری طرف سے سمجھ لیں، اور خود بائیبل کی کتابوں میں بھی اکثر تاریخی حالات میں اختلاف ہے، جیسا کہ سترہویں سوال کے جواب میں گذرا، سو اس جگہ بھی بائیبل کی بعض اگلی اور بعض پچھلی کتاب کو لے کر سائل کا یہی سوال جاری کر سکتے ہیں۔

تحقیقی جواب

اگلے سوالوں کے جواب میں اچھی طرح سے معلوم ہو گیا ہے کہ ان کتابوں کا تواتر کس راہ سے ہے، اور اس کے موافق یہ نہیں لازم آتا ہے کہ جو حال ان کتابوں میں درج ہے وہ سب سچا بھی ہو، سو اب سائل کا یہ قول "اور احوال اپنے اپنے عہد کے جو ان میں مندرج ہیں سچ ہیں" مخدوش اور مردود ہے، اور جب ان کا تواتر ایسا ہو جیسا گذرا تو اب اگر بعض حالات میں قرآن کی مخالفت ان تاریخوں کے ساتھ ہو تو نہ دلیلِ تواتر ہاتھ سے گرتی ہے، اور نہ دونوں کی نسبت شبہ اور شک میں گرفتاری لازم آتی ہے، اور نہ آنکھیں بند کر کے اس تواتر کا انکار کرنا پڑتا ہے جس کے انکار سے خرابی ہے، اور غلطی سے سائل اپنے زعم میں ان کتابوں کی نسبت بھی اسے سمجھے بیٹھا ہے اور نہ صاحب قرآن کی حالات قدیمہ سے عدم آگاہی ثابت ہوتی ہے، بلکہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ قرآن والا حال صحیح ہے، اور ان کتابوں والا غلط، اور ان کا وہ تواتر جو سائل کو مفید ہو ہرگز ہرگز نہ اب تک ثبوت کے درجے کو پہنچا ہے، اور نہ پہنچ سکتا ہے۔

پچیسواں سوال

اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں قرآن کو کلام اللہ جانتا ہوں، لیکن جو قرآن کہ زمانۂ حال میں پایا جاتا ہے وہ اصلی نہیں ہے بلکہ جعلی اور محرف ہے، کیونکہ اس میں نامعقول باتیں پائی جاتی ہیں تو فرمایئے کہ اس شخص کو یہ جواب دو گے کہ اے برادر یہ سوال دیگر ہے کہ تیرے زعم میں چند مسائل قرآن کے عقل کے خلاف ہیں، مگر یہ تحقیق ہے کہ تو علم تاریخ اور طریقِ تواتر سے بالکل ناواقف ہے۔

اور تیرا یہ قول کہ "میں قرآن کو کلام اللہ جانتا ہوں" محض غلط ہے، تُو اپنے توہمات کا تابع ہے، اور اپنے وہم میں تو نے ایک اور فرضی قرآن قرار دے لیا ہے یا یہ جواب دیجئے گا کہ سچ وہ قرآن جس کا زمانِ محمدی سے آج تک رواج ہے بلاشبہ جعلی ہے، اور بے شک کوئی اور قرآن ہوگا، گو اس کا اشارہ زمانۂ سلف سے آج تک کسی نے نہیں کیا؟

جواب

چونکہ قرآن کے سارے مجموعہ میں اول سے آخر تک کوئی ایسی بات نہیں جو الوہیت کے مناقض یا خدا کی صفات کمالیہ کے مخالف یا انبیاء کے نبوت کے منصب کے منافی ہو یا برہان عقلی قطعی یا نقلی قطعی کے برخلاف ہو، سو اولاً اس شخص سے ان باتوں کو جنہیں وہ نامعقول سمجھتا ہے، اور تحریف کی دلیل بناتا ہے دریافت کر کے برہان سے

ثابت کیا جائے گا، کہ وہ نامعقول باتیں نہیں، اور اے بھائی بالکل تیرا زعم غلط ہے، اور جب اس کی دلیل اٹھ گئی تو پھر ثانیاً ثابت کیا جائے گا کہ یہ قرآن لفظاً لفظاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے آج تک تواتر قطعی سے ثابت ہے، اور اس کی عبارت اعجاز اور بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر ہے، اور ممکن نہیں کہ اس میں انسانی کلام ملکر کھپ جائے، سو جتنا یہ کلام ہے وہ سب کا سب آسمان سے نازل کیا گیا ہے، اور اس کے حق میں خود خدا کا وعدہ یوں لکھا ہوا ہے کہ تحقیق ہم خود اس کے البتہ نگہبان ہیں، یعنی ہر وقت میں زیادتی اور نقصان اور تبدیل سے، جیسا کہ ان امروں کا بیان پہلے سوال کے جواب میں گذرا۔

سو یہی قرآن ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، اور آج تک ویسا ہی زیادتی اور کمی اور تحریف کے بغیر پایا جاتا ہے، جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا، اور قرآن کا حال ایسا نہیں جیسا عہد عتیق اور جدید کی کتابوں کا ہے، کہ ان میں بعض باتیں اہل تثلیث مفسروں کی تفسیر کے موافق الوہیت اور صفات کمالیہ کے منافی ہیں، اور بہت باتیں نبوت کے منصب کے مخالف ہیں (مثلاً بعض پیغمبروں کا شراب کے نشے میں متوالے بن کر دورات برابر اپنی بیٹیوں سے زنا کرنا، اور بعض پیغمبروں کا گوسالہ پرستی کرنا اور کروانا اور بعض پیغمبروں کا نبوت کے بعد مرتد بن کر بت پرستی کرنا، اور بت خانے بنوانا، اور بعض پیغمبروں کا خود تبلیغی احکام اور وحی میں جھوٹ بولنا، اور ان کے مانند) اور ان کی سند متصل نہیں، اور مناسب تواتر سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ ان میں سے بعض کتابیں تو ایسی ہیں کہ خود اہل کتاب کے بڑے بڑے عالم اس کو جھوٹی کہانی بتلاتے ہیں، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کو ان کے عالم ایک ناپاک راگ اور راگ اوباشانہ واجب الاخراج کہتے ہیں، اور بعض ایسی ہیں کہ تقریباً چار سو برس تک مردود رہی ہیں، اور بعض بڑے بڑے عالموں نے اسے ایک ملحد کی تصنیف بتلایا ہے، اور ان میں ہر قسم

کی تحریف لفظی ہوئی جس کا اقرار اہل کتاب کے علماء سلف سے خلف تک کرتے چلے آتے ہیں، اور مخالف مذہب کے لوگ دوسری صدی سے چلاتے ہیں کہ عیسائیوں نے تین بار یا چار بار بلکہ اس سے بھی زائد اپنی انجیلوں کو بدلا ہے، اور ان میں یقیناً اختلافات معنوی اور غلطیاں بھی ہیں، اور خود ان کے علماء محققین کے اقرار کے موافق ہر معاملہ اور ہر گذارش ان کی الہامی بھی نہیں، جیسا کہ ان سب امور کا تفصیل سے بیان سترہویں سوال کے جواب میں گذرا۔

چھبیسواں سوال

جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور کتاب بنائے یا کہے اور اس کو کلام اللہ قرار دے، اور کتب سابقہ کو جو قرار واقعی تواتر سے ثابت ہوں محرف یا جعلی بتائے تو بتایئے کہ صدہا سال کے بعد اس کے متبعین کس طرح اس بات کی تحقیق کریں گے کہ ان کے نبی کے نام سے جو کتاب مشہور ہے وہ اصلی ہے یا جعلی؟

جواب

اس قول سے ''کتب سابقہ کو جو قرار واقعی تواتر سے ثابت ہوں'' سائل کی مراد اگر یہ ہے کہ ان کتابوں کی سند متصل ہے، اور مصنف کے عہد سے آج تک تواتر کی راہ سے ہر ہر فقرہ اور ہر ہر لفظ ان کا منقول ہے، اور برہان سے ثابت ہے کہ کسی طرح کی تحریف ان میں نہیں ہوئی، تو ممکن نہیں کہ سچا نبی ایسی کتابوں کو جعلی اور محرف بتلائے، سو اس صورت میں ایسا فرض کرنا تو ایک لغو فرض کرنا ہے، التفات کے قابل نہیں، اور اگر مراد یہ ہے کہ فقط کسی شخص کی طرف نسبت اس کی مشہور ہو گئی ہو، گو نفس الامر میں اس کی تصنیف ہو یا نہ ہو، اور گو ہر ہر فقرہ اور ہر ہر لفظ اس کا تواتر کی راہ سے نہ منقول ہو، بلکہ تحریف بھی اس میں ہر قسم کی ہوئی ہو، تو ممکن ہے کہ سچا نبی ایسی کتابوں کو محرف یا جعلی بتلائے، اس معنی کر کے کہ بعض کتاب تو حقیقت میں اس مصنف کی تصنیف نہیں جس کی طرف نسبت ہے، اور بعض کتاب گو اس کی تصنیف ہے مگر بعد میں اس میں تحریف

ہوئی ہے، اور جب خارج سے یہ بات معلوم ہو اور اس نبی کی نبوت بھی معجزات اور دلائل حقہ سے ثابت ہو تو پھر یہ بات یقینی اور واجب الاعتقاد ہو جائے گی۔

رہی اس نبی کی کتاب اگر اس کا یہ حال ہو کہ اس نبی کے عہد سے آج تک ہر ہر فقرہ اور ہر ہر لفظ اس کا تواتر کی راہ سے منقول ہو، اور اس کے علاوہ یہ بات بھی ثابت ہو کہ غیر کا کلام اس میں نہیں مل سکتا، اور خدا کا وعدہ اس کی حفاظت کا بھی ہے تو صدہا سال کے بعد کا کیا ذکر، ہزار ہا سال کے بعد بھی نہایت آسانی سے ثابت کر سکیں گے، اور اگر اس کتاب میں بھی تواتر دوسری قسم کا ہو تو حقیقت میں وہ بھی اس کی اصلیت کا اثبات نہ کر سکیں گے۔

ستائیسواں سوال

اس نبی کے قول سے سب معتبر تاریخوں کا اعتبار جاتا رہے گا یا قائم رہے گا، یعنی اس قول سے دہریہ پن رواج پائے گا یا خدا پرستی کی ترویج ہوگی، اور ایمان کتب مقدسہ پر مضبوط ہوگا؟

جواب

اگر وہ نبی سچا ہے تو بے شک ان تاریخوں کا اس بات میں جس کا وہ انکار کرتا ہے اعتبار نہ رہے گا، اور کہا جائے گا کہ بے شک مصنف نے یہ بات دانستہ یا نادانستہ غلط لکھی ہے یا اس نے نہ لکھی تھی، بعد میں کسی نے لکھ دی ہے، اور بھول چوک اور عمداً غلطی تعصب مذہب کے سبب مؤرخوں سے ہوتی ہے، جیسا کہ تیئسویں سوال کے جواب میں گذرا، اور جب وہ نبی سچا ہے تو اس کے قول کے ماننے میں عین خدا پرستی کی ترویج ہوگی، نہ دہریہ پن کی، اس لئے کہ غلط بات کو غلط ماننا عین خدا پرستی ہے، شیطان پرستی، اور دہریہ پن تو یہ ہے کہ غلط بات کو سچ کر کے صحیح کہے جائیں، گو اس کی خاطر خدا اور سچے رسول کا انکار کرنا پڑے، جیسے اہل کتاب کے سب علماء طوفان اور عالم کی پیدائش وغیرہ کے بارے میں موسیٰ کے قول کے موافق ہندیوں اور چینیوں اور خطا والوں اور مجوسیوں اور اور جہاں والوں کی قدیم تواریخ کو اور حکماء یونان اور غیر یونان کے اقوال کو غلط بتلاتے ہیں، اور موسیٰ کے قول کی تصدیق عین حق پرستی اور خدا پرستی گنتے ہیں۔

اٹھائیسواں سوال

بالکل انکار نبیوں اور کلام الٰہی کا اس پر مبنی ہوتا ہے کہ کتب سابقہ کیسی ہی تواتر سے ثابت کیوں نہ ہوئی ہوں وہ جھوٹ اور بناوٹ ہیں، یا اس پر کہ تواتر کاملہ سے ثابت کی ہوئی کتابیں زمانہ سلف کی اصل اور درست ہوتی ہیں؟

جواب

گذشتہ سوالوں کے جواب میں کئی بار معلوم ہو چکا کہ تواتر سے سائل کے کلام میں دو معنی محتمل ہیں، اگر اول معنی مراد ہے تو وہ انکار شق اول پر لازم آتا ہے، اگر دوسرا معنی مراد ہے تو وہ انکار نہ شق اول پر لازم آتا ہے نہ دوم پر، اور جب اہل کتاب کی مقدس کتابوں کا ویسا حال ہو، جیسا کہ گذشتہ سوالوں کے جواب میں معلوم ہوا، اور حضرت ﷺ کی رسالت اور قرآن شریف کا حق ہونا ادلہ عقلیہ قطعیہ اور نقلیہ قطعیہ سے ثابت ہو جیسا کہ اہل اسلام کی دینی کتابوں اور گفتگو کے رسائل میں لکھا ہوا ہے، تو اب کلام الٰہی اور نبوت کا انکار اس پر مبنی ہے کہ ان کی رسالت اور قرآن کے حق ہونے کو نہ مانا جائے۔

انتیسواں سوال

ایک شخص بہت سے عجائبات اور کرامات دکھلاتا ہے، اور دعویٰ کرتا ہے کہ فقط دو برس گذرے کہ ہندوؤں میں ذات کارواج پڑا، اور اس سے پہلے اس کا نام نشان نہ تھا، فرمایئے کہ اس صورت میں آپ اس کی کرامات کے باعث سے ساری تاریخوں اور سابقہ تواتر وغیرہ کو بالکل باطل مان کر اس کے قول کو مانیں گے، یا یہ کہیں گے کہ یہ شخص بڑا کاذب ہے اور کرامات کی قوت اس کی شیطانی ہے؟

جواب

اگر وہ صاحب کرامات نبوت کا مدعی ہے، اور اس کی نبوت دلائل حقہ سے ثابت ہے تو وہ کبھی ایسے امر خلاف حق کو نہ فرمائے گا، اور یہ فرض بالکل باطل اور التفات کے قابل نہیں، ہاں یہ ممکن ہے کہ ایسی بات کو فرمائے جو نفس الامر میں حق ہو، گو عوام اور خلق میں اس کے خلاف مشہور ہو، اور اس غلط شہرت کو عوام کالانعام تواتر سمجھتے ہوں، یا اپنی وہمیات کو ادلیہ قطعیہ سمجھتے ہوں جیسا کہ حضرت موسیٰ نے امور مذکورہ بالا میں ارشاد کیا ہے، اور ان کے ارشاد کے مطابق مخالفوں میں اس کے خلاف کی شہرت اہل ہند، کیا اہل چین، کیا اہل ختا، کیا مجوس، کیا اور لوگ غلط قرار دی گئی، اور یونانی غیر یونانی حکماء کے اقوال کو غلط مانا گیا، اور وولیٹر اور رینال اور ابوالفضل اور ان کے امثال کو اس امر میں واہی گنا گیا، اور سمجھا گیا کہ ہر تاریخی بات صحیح نہیں ہوتی، مؤرخوں سے بھول چوک بھی ہوتی ہے، اور کبھی قصداً تعصب کی راہ سے غلط بھی لکھ دیتے ہیں (۱) اور ہر تاریخی بات ایسی نہیں کہ اس کو نبوت کے کلام کے مقابل کیا جائے۔

---

(۱) جیسا کہ ۲۳ سوال کے جواب میں گذرا۔ ۱۲

خاتمہ

جب سائل کے سوالوں کے جواب سے بفضل اللہ فراغت ہوئی تو اب اس رسالے کو تین امر پر ختم کردیتا ہوں:

پہلا امر عام التماس

جو عموماً تمام اہل علم کی خدمت میں ہے

جہاں میں جو کوئی ہے صاحب ہوش — جو ہے مثل قلم سر تا بہ پا گوش
اسی کی خدمتِ عالی میں ہے عرض — اور اس پر بھی قبولِ عرض ہے فرض
کہ ہوتی ہے خطا ہر یک بشر سے — خصوصاً مجھ سے ناقص بے ہنر سے
قلم کی دیکھو جس جا لغزش پا — کرم سے دیجیو اصلاح اس جا
نہ رکھیو مجھ پہ ہرگز حرف خامی — بقول پاک مولانائے جامی
''بقدر وسع در اصلاح کوشند — اگر اصلاح نتواند خموشند''
اگر مجھ کو دعا سے تم کرو یاد — تو تم سے بھی خدا ہووے بہت شاد

دوسرا امر خاص التماس

جو پادریوں کی خدمت میں ہے

اول

اول یہ ہے کہ اگر کوئی سخت کلمہ تمہاری نسبت قلم کی زبان پر آیا ہو تو معاف کیجئے گا، کہ گفتگو میں ایسا امر بے اختیار سرزد ہو جاتا ہے۔

دیکھو پروٹسٹنٹوں کے فرقہ کے پیشوا کو جو جناب مصلح دین ہیں پوپ صاحب اور ان کے متعلقین کے حق میں کیا کیا سخت اور سست کلمے لکھتے ہیں کہ ہم کو ایک ادنی شخص کے مقابلے میں بھی ایسے الفاظ لکھنے میں تامل ہوتا ہے (۱) جو انہوں نے اس شخص کے بارے میں لکھے ہیں جو اپنے وقت میں سب مسیحیوں کا (کیا اعلیٰ اور کیا ادنیٰ اور کیا فقیر اور کیا امیر اور کیا بادشاہ اور کیا چمار) پیشوائے مطلق اور مقتدائے برحق تھا، اور ان کے ''کلمات طیبہ'' کی نقل سترہویں سوال کے جواب میں چوتھی ہدایت کے اندر گذری۔

اور جناب مصلح کا پوپ صاحب کے مقابلے کے سوا اور جگہ بھی ایسا ہی حال تھا، انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم کے حق میں بھی ایسا ہی کچھ لکھا ہے، چنانچہ ان کے

---

(۱) کیونکہ میں نہ کوئی مولوی ہوں، نہ قابل، بلکہ ایک غریب، گمنام، اپنی کم استعدادی کا اقرار کرنے والا ہوں، اور اس لحاظ سے مناسب یہ تھا کہ خون لگا کر خواہ مخواہ شہیدوں میں نہ ملتا، پر کیا کروں کہ محبت اسلامی کشاں کشاں اس پر لائی۔ ۱۲ منہ

بعض اقوال جو کیتھولک ہرلڈ کی نویں جلد کے صفحہ ۲۷۷ میں جناب ممدوح کی ساتویں جلد سے منقول ہوئے ہیں یہ ہیں:

(۱) یقیناً لوتھر ڈر جائے جب بادشاہ خرچ کرے اتنا تھوک جھوٹ اور بک بک میں۔

(۲) میں بولتا ہوں جھوٹے قلتبان سے، اور جب اس نے حمق سے اپنے بادشاہت کے منصب کا خیال نہ رکھا تو میں اس کے جھوٹ کو کیوں نہ الٹا، اس کے گلے میں گھسیڑوں۔

(۳) اے ٹومسٹی کل ٹپ (یعنی غسل کے چوبی حوض) اور نادان تو جھوٹ کہتا ہے، اور کفن چور اور احمق بادشاہ ہے۔

(۴) اس طرح سے کرتا ہے یہ بادشاہ بڑبڑانے والا تہمت کار اور ہٹ کرنے والا احمق"۔

دیکھو ایسے بڑے جلیل القدر بادشاہ کے حق میں کیسے کیسے سخت اور سست کلمات لکھے ہیں، اور جناب مصلح کا بھی کیا ذکر جناب عیسیٰؑ کی زبان مبارک پر بھی یہود کے علماء کے حق میں کبھی کبھی انتہائی سخت الفاظ جاری ہوئے ہیں، اور آپ نے ان کو مکّار اور جہنم کے فرزند اور نادان اور اندھے اور ریاکار اور مفسد اور رانڈوں کے مال کھانے والے اور شیطان کے بچے اور مانند ان کے فرمایا ہے، اور بعض وقت ان علماء نے شکایت کے طور پر عرض بھی کیا تھا کہ آپ ہمیں گالیاں دیتے ہیں، اور بدنام کرتے ہیں۔

متی کی انجیل کے ۲۳ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۱۳۔ اے مکّار کاتبو اور فروسیو تم پر افسوس کہ تم آسمان کی بادشاہت لوگوں پر بند کرتے ہو اور اس میں نہ تم آپ آتے ہو، اور نہ آنے والوں کو آنے دیتے ہو۔

۱۴۔ اے مکّار کاتبو اور فروسیو تم پر افسوس کہ تم بیواؤں کے گھروں کو نگلتے

ہواور بہانے کے لئے نماز کو دراز کرتے ہوالخ۔

۱۵۔اے مکّار کاتبو اور فروسیو تم پر افسوس کہ تم ایک کو(۱) اپنے دین میں لانے کے لئے تری اور خشکی کی سیر کرتے ہو، اور جب وہ آچکا پھر تم آپ سے اسے دوگنے جہنّم کا فرزند بناتے ہو۔

۱۶۔ اے اندھے رہنماؤالخ۔

۱۷۔اے نادانو اور اندھوالخ۔

۲۳۔ اے مکّار کاتبو اور فروسیوالخ۔

۲۴۔ اے اندھے رہنماؤالخ۔

۲۵۔اے مکّار کاتبو اور فروسیوالخ۔

۲۶۔ اے اندھے فروسی۔

۲۷۔اے مکّار کاتبو اور فروسیوالخ۔

۲۸۔ اے سانپو! کالے سانپوں کے بچے! تم جہنّم کے عذاب سے کیونکر بچوگے"۔

اور لوقا کی انجیل اسی حال کے بیان میں گیارہویں باب کے ۴۵ درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اس وقت ایک فقیہ نے جواب دیا اے مرشد! یہ کہہ کے تو ہمیں بدنام کرتا ہے"۔

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"یکے از فقیہاں وے را گفت اے استاد از یں سخناں کہ تو می گوئی مارا سب می نمائی"۔

اور یوحنا کے انجیل کے ۸ باب ۴۴ درس میں جناب مسیح کا قول یہودیوں کے

(۱) یہی پادری مشنریوں کا حال ہے۔ ۱۲ منہ

خطاب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"تم اپنے باپ شیطان سے ہو، اور اپنے باپ کی خواہش پر چلتے ہو الخ"۔

اس کے علاوہ ہم ایک وجہ سے معذور بھی ہیں کہ تم لوگوں کے کلام میں جناب سید المرسلین ﷺ اور قرآن اور حدیث کی نسبت سخت الفاظ دیکھ کر بے تاب ہو جاتے ہیں، اور اگر اس بارے میں کبھی کچھ عرض کیا گیا تو وہ اچھی طرح قبول نہ ہوا۔

صاحب استفسار نے اپنے دوسرے خط محررہ ۲۶/جولائی ۱۸۴۴ء میں گفتگو کی چار شرطوں میں سے پہلی شرط یہ لکھی تھی:

"ہمارے پیغمبر خدا کا نام یا لقب تعظیم کے الفاظ ملا کر لینا، اگر منظور نہ ہو تو یوں لکھا کیجئے کہ تمہارے نبی یا مسلمانوں کے نبی، اور افعال کے صیغے یا ضمائر جو ان کی نسبت آویں تو بصیغہ جمع آیا کریں، جیسا اہل اردو بولتے ہیں، ورنہ ہم سے بات نہ کی جائے گی، اور نہایت رنج ہوگا"۔

اس کے جواب میں پادری فنڈر صاحب نے اپنے خط محررہ ۲۹/جولائی ۱۸۴۴ء میں یوں لکھا ہے:

"آپ ہم کو معذور جانیں اپنے نبی کا نام بہ تعظیم یا افعال وضمائر جمع کے ساتھ ذکر کرنے سے، یہ ہم سے نہیں ہو سکتا، مگر بد لقبی سے بھی مسطور نہ کریں گے، بلکہ تمہارے نبی یا مسلمانوں کے نبی یا صرف محمد لکھوں گا، مثلاً محمد نے کہا، اور جہاں مقتضائے کلام ہوگا یہ بھی کہوں گا کہ محمدؐ نبی برحق نہیں یا جھوٹا نبی ہے، مگر جناب گمان نہ کیجئے کہ ایسے الفاظ سے ہمارا مدعا رنج دینا ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ چوں کہ محمد ہمارے نزدیک برحق نہیں تو اس بات کو ظاہر کرنا ہم پر واجب ہے"۔

اور خط محررہ ۳۱/جولائی ۱۸۴۴ء میں لکھا ہے:

"محمد کا نام افعال وضمائر جمع کے ساتھ ذکر کرنا ہم سے محال ہے"۔

اور میں نے اپنے خط محررہ ۱۶ اپریل ۱۸۵۴ء میں گفتگو کی شرطوں میں یہ لکھا تھا کہ:

"جب محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کی حقیقت میں مباحثہ ہو تب وہ الفاظ جو سامعین پر گراں گذریں، اور اردو کے محاورے کے موافق برے اور مکروہ ہوں، حضرت ﷺ اور قرآن مجید کے حق میں آپ کی زبان پر نہ آئیں، پر دونوں کے انکار اور ان پر طعن کرنے سے جو آپ کو منظور ہووے منع نہیں کرتا ہوں، بلکہ آپ بے تامل ان کو ظاہر کیجئے، اور میں خدا کے فضل سے جواب دوں گا"۔

اس کے جواب میں پادری صاحب نے اپنے خط محررہ ۱۸ اپریل میں لکھا تھا:

"ہم قرآن اور محمد کو حق نہیں جانتے، پس ہم اردو یا محمدیوں کے محاورے کے مطابق کس طرح کہیں، حضرت محمد یا خیر البشر یا قرآن شریف، البتہ اپنی دانست میں کچھ طعن و مذمت نہ کریں گے، مگر اپنے اپنے موقع اور محل پر کہیں گے کہ قرآن سچا نہیں، بلکہ جھوٹا ہے اور محمد حق نبی نہیں بلکہ غیر حق نبی ہے اور دروغ سے دعوائے الہام اور نزول بہت کیا ہے، مگر نہ رنج وہی کی راہ سے کہیں گے، بلکہ صرف اس سبب سے کہ ہم عیسائیوں کے نزدیک حق یہی ہے"۔

بھلا جب ان کے نزدیک ایسا ظاہر کرنا واجب ہو، اور اپنے اعتقاد کے موافق کہتے ہوں تو پھر اس کے مقابلے میں کیا ہم پر واجب نہیں کہ پادریوں کے حق میں جو بلاشبہ ہماری شریعت اور ہمارے اعتقاد کے موافق ان سب امور کے مصداق ہیں جن کو حضرت عیسیٰ نے یہود کے علماء کے حق میں ارشاد کیا ہے کچھ کہیں یا ان کی مقدس کتابوں کے حق میں اپنے اعتقاد کے موافق لکھیں، کیا ہم معذور نہیں فقط پادری لوگ ہی معذور ہیں، کیا انہیں پر ایسا اظہار اس طور پر واجب ہے، ہم پر نہیں؟ نہیں۔

کلوخ انداز را پاداش سنگ است۔

اس کے مقابلے میں اگر ہزار درجہ ان سے زائد کہیں تو تھوڑا ہے، مگر حتی الوسع ہم بہت رکتے ہیں، اس لئے کہ ان پادریوں کی عادت ہے کہ جب ان کی ترکی ختم ہو جاتی ہے، تو اپنے عیب چھپانے کو کہنے لگتے ہیں کہ فلاں نے گستاخی کی، اس لئے ہم گفتگو کو بند کرتے ہیں (۱) یا اس کے دو ایک لفظ کو لے کر نچاتے پھرتے ہیں، اور اپنے سینکڑوں الفاظ کا خیال بھی نہیں کرتے، چنانچہ میرے قلم کی زبان پر پادری فنڈر صاحب کی نسبت ''گریز'' کا لفظ جو حقیقت میں سچ بھی تھا آیا تھا، اس پر بڑا ہی غل مچایا، اور یہ نہ دیکھا کہ میرا اپنی تحریروں میں کیا حال ہے۔

کشف الاستار کے مصنف کے حق میں جو مولوی سید ہادی علی لکھنؤ کے مجتہد صاحب کے عزیز اور رئیس ہیں، اور شاہِ اودھ تک ان کی تعظیم کرتا ہے، سخت سخت الفاظ جیسے اندھا اور بے ایمان اور متعصب اور انصاف کی آنکھ قصداً بند کرنے والا، اور محض تکرار کا طالب اور مغرور اور بے دین اور کج فہم اور کم علم اور نادان اور طرف دار اور مسلوب الفہم اور لال عینک والا اور خود بین لکھے ہیں، اور ان کی کتاب کے حق میں یہ الفاظ اعتراض باطلہ اور دعاوی مہملہ اور مطاعن نامناسبہ اور خلاف اور باطل سے بھری ہیں، اور ان کے بیان کے حق میں یہ الفاظ باطل اور عاطل اور پایہ اعتبار سے ساقط اور محض بے جا اور صرف ایک حیلہ اور حوالہ لکھے ہیں۔

اور صاحب استفسار کے حق میں یہ الفاظ ''سمجھ میں بت پرستوں سے کم اور بے ایمانی میں یہودیوں سے زیادہ اور کمال بے احتراز اور بے دین اور غیر منصف'' لکھے ہیں، اور جس لفظ کی بابت میری شکایت کی وہ لفظ بھی خود صاحب استفسار کے حق میں لکھا ہے۔

---

(۱) بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ تم لوگ پادری ہو یا کوئی اور، تو ایسا غرور کیوں کرتے ہو ۱۲ منہ

اور حل الاشکال کے صفحہ ۱۳۹ میں اور مکاتبات کے آخر میں، اور میزان الحق میں جو حقیقت میں میزان الباطل ہے، اور طریق الحیات میں جو حقیقت میں طریق الممات ہے، حضرت محمد ﷺ اور قرآن وحدیث کے حق میں ایسے بے ادبانہ الفاظ لکھے ہیں کہ ہمارا دل اور قلم نقل کرنا نہیں چاہتا۔

سو اس قسم کے الفاظ نقل کرنے سے باز رہ کر ان الفاظ کو جو پہلے دو مولوی صاحبوں کے اور عام محمدیوں کے حق میں کہے ہیں فقط حل الاشکال سے نقل کرتا ہوں۔

حل الاشکال کے پہلے صفحہ میں جناب پولوس کا قول نامہ دویم گرنتھیوں کے ۴ باب سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

(۱) ''کہ مصنف موصوف کے حق میں مضمون اس کا صادق آیا''۔

اور اس قول میں یہ جملہ بھی ہے:

''اس جہاں کے رب (یعنی شیطان) نے ان کے فہموں کو جو بے ایمان ہیں اندھا کر دیا ہے''۔

اس جگہ مصنف کشف الاستار کو بے ایمان اور اندھا بتلایا۔

(۲) (صفحہ ۲):

''مصنف نے تعصب کی راہ سے انصاف کی آنکھ قصداً بند کر لی ہے''۔

(۳) (صفحہ ۳):

''اس کا مدعا اور مطلب محض تکرار وتعصب تھا اور بس''۔

(۴) (صفحہ ۴):

''ساری کتاب اعتراضات باطلہ اور دعاوی مہملہ اور مطاعن نامناسبہ سے بھری ہے''۔

(۵) پھر اسی صفحہ میں ہے کہ:

''کتاب موصوف خلاف وباطل سے مملو ہے''۔

(۶) صفحہ۱۹:

''مصنف نے غرور کی راہ سے گمان کیا ہے''۔

(۷) (صفحہ۲۴):

''محض مغروری اور بے دینی ہے، خدائے رحمٰن ورحیم اس پر رحم کرے اور اس کو اس کج فہمی کے دام سے نکالے''۔

(۸) (صفحہ۲۵):

''نہ محض مصنف کی کم علمی ونادانی بلکہ اس کی خوش فہمی اور طرف داری پر بھی دلالت کرتی ہے''۔

(۹) پھر اسی صفحہ میں ہے کہ:

''ظاہراً غرور اور تعصب نے مصنف کو ایسا مسلوب الفہم کیا، اور اس کی عقل اور انصاف کی آنکھ ایسی بند کر دی''۔

(۱۰) (صفحہ۳۸):

''قطع نظر اور گفتگوئے باطلہ سے یہ بھی کہا''۔

(۱۱) (صفحہ۴۲):

''اپنی لال عینک اتارے''۔

(۱۲) پھر اسی صفحہ میں ہے کہ:

''یہ بات سب باطل اور عاطل ہے''۔

(۱۳) صفحہ ۵۰

''یہ تو عین مغروری اور بے دینی ہے''۔

(۱۴) پھر اسی صفحہ میں ہے کہ:

''کیا مصنف کا دل غرور اور خود بینی سے ایسا بھرا ہے''۔

(۱۵) پھراسی صفحہ میں ہے:

"یہ تو عین نادانی اور حد مغروری ہے"۔

(۱۶) صفحہ ۵٦:

"اس کا بیان بالکل پایہ اعتبار سے ساقط اور محض باطل اور عاطل ہے"۔

(۱۷) پھراسی صفحہ میں ہے:

"یہ حد تعصب اور بے دینی ہے"۔

(۱۸) (صفحہ ۸۷):

"وہ بات جس سے وہ عقل کو کم بتاتا ہے محض بے جا اور ایک حیلہ حوالہ ہے"۔

یہ الفاظ مولوی سید ہادی علی کے حق میں تھے، اب مولوی آل حسن کے حق میں لیجئے جیسے

(۱) صفحہ ۱۱۷:

"وہ سمجھ میں اس بت پرست صوبہ دار سے کمتر اور بے ایمانی میں ان یہودیوں سے بدتر ہوگا"۔

(۲) (صفحہ ۱۱۸):

"اب مولوی صاحب کمال بے احترازی اور بے دینی سے صفحہ ۵۹۲ میں لکھتے ہیں"۔

(۳) صفحہ ۱۲۰:

"مولوی صاحب کے دل سے انصاف اور دین داری دونوں غائب ہوئے ہیں"۔

یہ الفاظ تو صاحب استفسار کے حق میں تھے۔

اور صفحہ ۸۹ میں سب محمدیوں کے حق میں یوں ارشاد کرتے ہیں:

''محمدی لوگ بڑے وسوسہ (والے) اور بہت سی باطل باتوں کے قائل ہیں''۔

حالانکہ کوئی وسوسہ تثلیث کے اعتقاد سے بڑھ کر نہ ہوگا، اور جس لفظ پر میری شکایت کی تھی اسی لفظ کو آخرِ مکاتبات میں مولوی آل حسن کے حق میں یوں لکھتے ہیں(۱):

''صاحبان عقل کے نزدیک یہ بات گریز کا ذریعہ نہ بن سکے گی''۔

اور اگر تم لوگوں کا انصاف اسی کو چاہے کہ نہیں تمہارا ہی لکھنا برا ہے پادری جو لکھیں سو بجا ہے، تو اس وقت متی کی انجیل کے ۵ باب کے ۴۴ درس کو ملاحظہ کیجئے۔

دوم

دوم یہ کہ اتنی عنایت رکھیں کہ جہاں الزامی دلیل میں کوئی کلمہ نازیبا انبیاء علیہم السلام یا حوارین کی نسبت دیکھو تو عوام کے مغالطہ دینے کو جان بوجھ کر یوں نہ فرمائیں کہ یہ شخص انبیاء یا حواریوں کی نسبت بے ادبی کرتا ہے، اور یقین جانیں کہ میں اس شخص کو جو انبیاء علیہم السلام کی شان میں دل کے اعتقاد سے ذرا بھی بے ادبی کرے مردود اور کافر سمجھتا ہوں، اور یہی اہل اسلام کا عقیدہ بھی ہے، اور اکثر اس کتاب میں اپنی برأت ایسے اعتقاد گستاخی سے تاکیداً لکھ بھی آیا ہوں، شاید جہاں اس بات کی

---

(۱) بلکہ ''اختتام مباحثہ دینی'' میں جو اس کتاب کی تالیف کے بعد میری نظر سے گذرا اس میں خود میرے ہی حق میں یہ لفظ لکھا ہے (نسخہ ۱۸۰۰ء صفحہ ۴):

''مولوی صاحب نے بہت سی باتیں کیں مگر اصل جواب سے گریز کی ہے''۔

اور صفحہ ۶:

''ہاں ادھر ادھر سے بات تو کہی قرآن کے حق میں لیکن نہ جواب دہی کی راہ سے بلکہ صرف اس مقصد سے کہ اسی طرح جواب سے گریز کرنے پر ایک پردہ ڈالے''۔ ۱۲ منہ

تصریح نہ ہو اسے لے کر نچانے نہ لگیو، جیسا کہ فنڈر صاحب نے حل الاشکال کے اندر عوام کے مغالطے کے لئے استفسار والے کے حق میں ایسا ہی کیا ہے، حالانکہ وہ بھی اپنی کتاب میں کئی جگہ تصریح کرتا ہے کہ ایسا امر میں نے الزاماً کیا ہے نہ اعتقاداً۔

اور کئی مقامات جو سر دست مجھ کو یاد ہیں اس کی کتاب سے نقل کر دیتا ہوں (نسخہ ۱۲۶۱ ہجری) مقدمہ کے اندر ہے (صفحہ ۸):

''اس استفسار میں جہاں کہیں پادری صاحبوں نے گستاخانہ تقریر لکھی ہے اس کا جواب بھی ویسے ہی الزاماً دیا گیا''۔

اور تیرہویں استفسار کے آخر میں ہے (صفحہ ۱۷۷):

''یہ سب شبہے جو میں نے انبیاؤں کی پیشین گوئی پر کئے تو میں نے اپنے دل سے نہیں کیے، بلکہ میں ہزار دل سے بیزار ہوں، اس لئے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کہا ہے یا نہیں، اور اگر کہا ہے تو ان کا مطلب نہیں معلوم کیا ہوگا، بلکہ یہ شبہے صرف پادریوں کی تقریروں پر مبنی ہیں، یعنی جس بنیاد پر وہ ناحق شبہات بیان کر کر کے لوگوں کو گمراہ کیا کرتے ہیں اسی بنیاد پر یہ شبہے انبیاء بنی اسرائیل پر عائد ہوتے ہیں''۔

اور سترہویں استفسار میں ہے (صفحہ ۵۵۸):

''میں نے بہ نسبت حضرت عیسٰی کے جو ملحدانہ تقریر لکھی، واللہ صرف الزاماً لکھی، اور اللہ کی عنایت سے میرے دل میں اس کا وسوسہ بھی نہیں''۔

پھر اسی استفسار میں ہے (صفحہ ۵۹۴):

''ان کو تکذیباً میں نقل نہیں کرتا ہوں، خداوند تعالیٰ مجھے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور توہین سے محفوظ رکھے، مگر صرف پادریوں کے الزام کے لئے نقل کرتا ہوں''۔

پھر چند روایتوں کے نقل کے بعد اسی استفسار میں ہے (صفحہ ۶۰۴):

''میں بفضلہٖ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی نسبت سوءِ ظن سے بری ہوں''۔

اوراسی طرح کتاب کے آخر میں لکھتا ہے۔

سوم

سوم اگر جواب لکھو تو میرے مطلب کے بیان کرنے میں تحریف نہ کیجئے، جیسا کہ فنڈر صاحب نے اکبرآباد کے مباحثے کے بیان میں جو صدہا آدمیوں کے سامنے ہوا تھا تحریف کی، اوران کو اتنے بڑے دروغ بے فروغ اوراس بہتان سے شرم نہ آئی، اوراپنی بدنامی سے نہ ڈرے، کہ دنیا نے دیکھ کر اس پر نفریں کی، خیر ہوا جو کچھ ہوا۔

اللہ یهدینا ویهدیکم الی صراط مستقیم۔

تیسرا امر

مناجات اور دعا

مناجات

یا الٰہی تو ہے غفار الذنوب　　اور بڑا ذوالفضل ستار العیوب
ہر گھڑی عصیاں بنا میرا شعار　　عمر غفلت میں کٹی انجام کار
میں نہ لایا حکم کو تیرے بجا　　بلکہ ہر لحظہ رہا کرتا خطا
ہر طرح کے جرم کا مصدر بنا　　ہر وضع مذموم کا مظہر بنا
امر سے تیرے رہا منہ موڑتا　　نہی پہ تیرے رہا میں دوڑتا
ہے نہیں میرے گناہوں کی شمار　　جیسے تیرے فضل کی اے کردگار
لیک با ایں روسیاہی یااللہ　　تیرے در پہ آیا ہوں میں عذر خواہ
اور مانگوں ہوں بامید نجات　　تجھ سے اے میرے حق والا صفات
یہ دعا اب یا رحیم و یا غفور　　عفو فرما میرے سب جرم و قصور
فضل سے اپنے مجھے دلشاد رکھ　　رحمت اپنے میں مجھے آباد رکھ
اپنے سب بندوں مقدس کے طفیل　　رکھ مدام اپنے کرم کے ریل پیل
اہل دنیا کی طرف حاجت نہ چھوڑ　　رشتہ اس حاجت کو تو دے توڑ موڑ
ہاتھ یا دل یا زبان سے ذوالجلال　　ماسوا اپنے نہ کروانا سوال

زندگی بھر اپنے رستہ پر چلا　　پھر مجھے ایمان سے تو لے اٹھا
بعد مرنے کے جہنم سے بچا　　جود سے اپنے تو کر جنت عطا
پھر رضا اپنی سے کر کے سرفراز　　رکھ تو اپنے قرب میں اے بے نیاز

ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو اخطانا ربنا ولا تحمل علينا إصراً كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا أنت مولنا فانصرنا على القوم الكافرين (۱)

---

(۱) یعنی اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں (اور کار نیک ہم سے جاتا رہے) یا چوکیں (اور بے قصد ہم سے بدی صادر ہو جائے) اے رب ہمارے نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری (یعنی بھاری بھاری حکم اور سخت تکلیفیں) جیسا رکھا تھا ہم سے اگلوں پر (یعنی بنی اسرائیل پر) اے رب ہمارے نہ اٹھوا ہم سے جسکی طاقت ہم کو نہیں (یعنی بلا اور عذاب اور شیطانی غلبہ اور ہر وہ چیز جو تیری فرمابرداری سے روکے) اور درگزر کر ہم سے (اور ہماری بھول چوک کو مٹا دے) اور بخش ہم کو (یعنی ہمارے گناہ بخش دے) اور رحم کر ہم پر تو ہمارا صاحب ہے، سو مدد کر ہماری کافروں کی قوم پر (جہاد لسانی اور سنانی دونوں میں)

تصنیف کتاب کی تاریخیں

اگر چہ یہ کتاب ۱۲۶۹ھ بارسوانہتر ہجری میں تیار ہوئی تھی، اور اس اعتبار سے ''برہان اعظم'' اس کی تاریخ تھی، لیکن چونکہ اکبرآباد کی مراجعت کے بعد دوبارہ اس کی تکمیل ہوئی، اور اس تکمیل سے شعبان ۱۲۷۱ھ بارہ سو اکہتر ہجری میں فراغت پائی، اس لئے ختم کا سال ہی اعتبار کے لائق ٹھہرا، اس اعتبار سے کئی تاریخیں لکھی جاتی ہیں مصنف کی لکھی ہوئی تاریخیں:

ہوئی جب فراغت بفضل متین — ہوا فکر تاریخ تب دل نشین
یکا یک ہوا ہاتف آواز دہ — تامل نہ کر لکھ نکاتش متیں (۱۲۷۱)

ایضاً:

ہوئی مجھ کو فراغت جب دوبارہ — ہوا تاریخ کا فکر آشکارا
تامل میں تھا جو ناگہ فلک سے — کئی نوبت مجھے ہاتف پکارا
زہے شمس الضحیٰ (۱۲۷۱) اول میں بولا — زہے فیض و مدد قادر دوبارا
کہا یوں تیسری نوبت میں ارشاد — زہے سلّم (۱۲۷۱) رہ محکم خدارا
سرِ (۱) حاسد اوڑا (۱۲۷۱) چارم میں بولا — کنش مقبول ہرکس کردگارا
جب آئی پانچویں نوبت تب اس نے — یہ فرمایا قوی تر رد (۱۲۷۱) نصاری

(۱) اسی طرح خار دشمناں تاریخ ہے۔۱۲ منہ

چند اور تاریخیں از مصنف:

ہے جو یہ از فضل رب کردگار نقش دلکش خوب رنگین پائیدار
دیتا ہے ہاتف ندا تاریخ لکھ اس کی یوں "ہو خیر جاری یادگار"
"ہو ہدایت (۱۲۷۱) خیر کی" لکھ دوسری تیسری "باغ براہین کرشار"
پھر "مضامین رنگین" چوتھی یا پانچویں "لکھ خیالات بزرگ" اے نامدار
گن "کمال فخر فکر" اس کی چھٹی (۶) پھر "ظفر کامل" کو دے ہفتم قرار
لکھ "یہ دو خورشید (۱۲۷۱) لامع" اٹھویں (۸) اس کی دوجلدوں کا کرکے اعتبار
"کامل فخر منیر" ہے (۱۲۷۱) گی نویں (۹) کیجیو فرخ اسے پروردگار
"کارمرضیٰ" دسویں (۱۲۷۱) لکھ کر گیارہوں (۱۱) لکھ "زہے پیر مغز" اے والاتبار
بعد اس کے گرہوں ہوائے عزیز بارہویں کی لکھ لے "نغز وآبدار" (۱۲۷۱)

اور یہ بھی ایک تاریخ ہے:

متین کامل اقوی (۱۲۶۹) رونصارے

اور یہ بھی ایک تاریخ ہے:

حجت ملت محمد نامدار (۱۲۶۹)

اور بھی تاریخیں ہیں:

نظیر عالی، منظور جناب واحد، منظور محبت ہادی، مقبول جلیل عظیم، خیرات کلی (۱۲۷۱)، اہل خیرات کا جواب، (۱۲۷۱) زہے فیض فائز ومحبت (۱۲۷۱) سخن نادر ومنیر (۱۲۷۱)

ایک دوست کا قطعہ تاریخ

اور ایک دوست جزاہ اللہ خیرا نے یوں لکھی۔

جب یہ کتاب مستطاب ہوئی ختم باآب وتاب جس سے ہوا حق کا ظہور ہر ایک پے مثل آفتاب

تثلیث کی ظلمت اٹھی اور رسم تثلیثی گھٹی   اسلام کا غلبہ ہوا برہان کے روبے ارتیاب
وردِ زباں ہر ایک کے اس کے مصنف کے لئے   دیوے تجھے اس کی جزا قادر خدا والا جناب
خوش ہووے تجھ سے مصطفٰے اور ہو تیرا روز جزا   شافع بہ پیش کبریا جو تجھ کو بخشے بے حساب
توصیف اور تاریخ کا مجھ کو جو آیا کچھ خیال   ہاتف نے دی مجھ کو ندا اس میں نہ کھا کچھ پیچ وتاب
ثقلین سے پر ذوق ہو بلغ العلی (۱۲۷۱) بکمالہ   توصیف اور تاریخ میں کہتا ہے ہر ایک شیخ وشاب

اور شفیق مکرم نواب اسمٰعیل خاں صاحب نے ایک تاریخ برجستہ آیات قرآنی سے نکالی، اور وہ یہ ہے:

وما هو إلا ذكر للعالمين

''اختتام دینی مباحثہ'' پر ایک نظر

حمد اور نعت کے بعد رحمت اللہ بن خلیل الرحمان غفر لھما اللہ المنان کہتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے بعد ''اختتام دینی مباحثہ'' کا رسالہ جو پادری فنڈر صاحب نے تالیف کر کے چھپوایا ہے میری نظر سے گذرا، ان کی بعض افترا بندی پر نہایت افسوس ہوا اور اس بات کا بھی افسوس ہے کہ اس کتاب کی تالیف سے پہلے وہ رسالہ میری نظر میں نہ گذرا، ورنہ اس کے اقوال کو اس کتاب کے مناسب مقامات میں نقل کر کے ان کا رد کرتا، اور علیحدہ رد کرنے کی حاجت نہ رہتی، خیر انشاء اللہ اگر اتفاق ہوا تو اس کا علیحدہ جواب لکھوں گا، لیکن چونکہ اس آخری تصنیف میں پادری صاحب نے بعض بعض باتیں مجبوراً کچھ کھول کر کہہ دیں جو میرے اور مسلمانوں کے کام کی ہیں کہ کسی پادری صاحب کے مقابلے میں نقل کی جاویں، اس لئے اس جگہ ان کو نقل کئے دیتا ہوں، نسخہ ۱۸۵۵ء جو اکبر آباد میں سکندرہ کے چھاپے خانے میں اردو زبان میں چھاپا گیا ہے۔(۱)

تحریف کے بارے میں

(صفحہ ۲ و ۳)

میرے حال میں لکھتے ہیں:

''گاہے ان علماء کا قول پیش کیا کہ علم میں تو فاضل اور کامل تھے، لیکن مسیحی ایمان میں ضعیف اور ناقص مثل (۱) پیلی (۲) لیکلرک (۳) میکالکس

(۱) جاننا چاہئے کہ جہاں اس کتاب کی دونوں جلدوں میں سفیدی چھوڑی گئی ہے سو اس نیت سے ہے کہ اگر تصنیف سے فراغت کے بعد کسی ترجمہ شرح یا تاریخ یا اپنے مذہب کی کتاب سے اس جگہ میں بڑھانا مناسب ہوگا تو بڑھایا جائے گا، اس لئے ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر میری زندگی میں اتفاق ہوا تو بڑھا دوں گا وگرنہ اس کو صحیح البیاض سمجھنا چاہئے، ہاں اگر ناظر کو بصیرت کامل اس باب میں ہو تو اس صورت میں اس کو بھی اجازت ہے کہ بڑھا کر کامل کردے، اور بدون بصیرت کامل کے للہ ہرگز ایسی جرأت نہ کرے۔ ۱۲ منہ''

(۴) برطشینڈر (۵) استائدلین (۶) ایوالڈ وغیرہ اور اسی سبب سے ہے کہ ان علماء نے اپنی کتاب کے بعض مقاموں میں الہام کے بیان اور مسیحی ایمان کے اور مسئلوں میں بھی غلط اور خلاف حقیقت کے لکھا ہے، پھر ہمارے معتبر علماؤں کے قول کو مثل ہارن، ہنری اور اسکٹ وغیرہ کے قصداً مبالغہ کر کے نقل و بیان کیا ہے، چنانچہ جو جو انہوں نے انجیل کے بعضے لفظوں کی تحریف اور بعضے آیات کے مشتبہ ہونے کے باب میں لکھا ہے، اس نے ایسا بیان کیا کہ گویا وہ مقر ہوئے کہ انجیل اور توریت کی اکثر آیات میں تحریف (۱) پائی الخ"۔

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)

(صفحہ ۱۱)

"بعض محمدی (۲) ہماری کتابوں میں یہ بات دیکھ کر کہ جسٹن شاہد نے جو قدیم مسیحی عالموں میں سے تھا، کہا ہے کہ یہودیوں نے مسیح کے بعد توریت کی بعض آیتوں کو تبدیل کیا ہے، پس کہے ہیں (۳) کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی علماء مقر ہیں کہ توریت مسیح کے بعد تحریف و تبدیل ہوئی ہے، مگر یہ بات خلاف واقعہ ہے، کیونکہ صرف بعض علماء قدیم اور بعض فضلاء متاخرین نے جسٹن کا قول قبول کیا ہے، نہ سب نے، اور دریافت اور تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اس نے سہو کیا ہے، وہ عبرانی زبان سے واقف نہ تھا، پس جب اس نے معلوم کیا کہ یونانی ترجمہ کہ اس کے پاس تھا اور جس کو سپٹواجنٹ کہتے ہیں سب بات میں عبرانی نسخہ سے جو یہود کے پاس دیکھا مطابق نہیں آتا ہے، پس اس نے گمان کیا کہ انہوں نے اپنے نسخے کو بدل ڈالا، لیکن حال یہ ہے، کہ وہ یونانی ترجمہ بعض جگہ غلط ہے نہ نسخہ عبرانی"۔

---

(۱) یہ پادری صاحب کی افترا بندی ہے۔۱۲

(۲) یعنی میں اور ڈاکٹر وزیر خان صاحب۔۱۲ منہ

(۳) اس جگہ پادری صاحب نقل مذہب میں خیانت کرتے ہیں۔۱۲

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)

(صفحہ۵۰):

''اگر چہ ہم لوگ قائل ہیں کہ بعض حروف اور الفاظ میں تحریف وقوع میں آئی ہے، اور بعض آیات کی بابت مقدم و موخر اور الحاق(۱) کا شبہ ہے، تو بھی انجیل کو وہ بے تحریف و بے تبدیل کہتے ہیں، اس لحاظ سے کہ اس کا مضمون اور مطلب نہیں بدل گیا، بلکہ باوجود ان سب ویریوس ریڈنگ کے سب نسخوں میں وہی تعلیمات، وہی گذارشات، وہی نصائح اور وہی احکام ہیں، اور سب میں مسیح کی صلیبی موت اور قیام اور اس کی الوہیت وابنیت اور اس کے کفارہ اور شفاعت کی وہی خبر ہے، اور ظاہر ہے کہ تحریف وتبدیل کتاب کی نہ اس کے بعض الفاظ کی تحریف سے بلکہ صرف اس کے عمدہ مطالب اور مضمون کی تحریف اور تبدیل سے ثابت اور مدلل ہوتی ہیں''۔

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)

(صفحہ۵۵تا۵۸)

گوسن کی کتاب کے چوتھے باب کی تیسری فصل سے یوں نقل کیا ہے کہ:

''گریسباخ اور شولز نے اپنی سب محنت اور دقت سے ساری انجیل میں صرف تیرہ چودہ غلطیاں پائی ہیں کہ آیت کے مضمون سے علاقہ رکھتی، اور اسے کچھ اور کر دیتی ہیں، اور وہ یہ ہیں۔

اول- اعمال کے ۲۰ باب کی ۲۸ آیت کہ یوں ہے، کہ خدا کی مجلس کو جسے اس نے اپنے ہی لہو سے مول لیا چراؤ''۔

اب گریسباخ کہتا ہے کہ لفظ خدا غلط ہے، اور اس کی جگہ میں لفظ خداوند

---

(۱) اس قول کے موافق پادری صاحب نے تحریف تو مانی، مگر عذر یہی ہے کہ اب تک عمدہ مطالب تحریف نہیں ہوئے۔ ۱۲ منہ

رکھنا چاہیے، مگر شولز نے لفظ خدا صحیح ٹھہرایا ہے۔

دوسرا- پہلا طیموطیوس کے ۳ باب کے ۱۶ آیت میں یوں مرقوم ہے کہ:

''بالاتفاق دینداری کا بڑا بھید ہے، خدا جسم میں ظاہر ہوا، روح سے راست ٹھہرا الخ''۔

اب گریسباخ کہتا ہے کہ صحیح یوں ہے کہ:

''بالاتفاق دینداری کا بڑا بھید ہے وہ کہ جسم میں ظاہر ہوا الخ''۔

یعنی لفظ ''خدا'' کی جگہ لفظ ''وہ'' رکھتا ہے، مگر شولز لفظ خدا صحیح اور لفظ وہ غلط جانتا ہے۔

تیسرا- یہودا کے پہلے باب کی ۱۴ آیت میں لکھا ہے کہ:

''وے خدا کا جو اکیلا مالک ہے، اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کا انکار کرتے ہیں حالانکہ گریسباخ اور شولز دونوں کہتے ہیں، صحیح یوں ہے کہ وے ہمارے اکیلے مالک اور خداوند الخ''۔

چوتھا- پہلا یوحنا کے ۵ باب کی ۷ اور ۸ آیتوں میں یوں مسطور ہے کہ:

''تین ہیں (جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں، باپ اور کلام اور روح قدس، یہ تینوں ایک ہیں اور تین ہیں) جو زمین پر گواہی دیتے ہیں الخ''۔

اب گریسباخ اور شولز ان باتوں کو جو حلقہ میں ہیں الحاقی جانتے ہیں، لیکن اور محققین مثل ہنکل وغیرہ ان الفاظ کو صحیح اور اصل جانتے ہیں۔

پانچواں- مکاشفات کے ۸ باب کی ۱۳ آیت میں یوں ہے کہ:

''ایک فرشتے کو آسمان کے بیچوں بیچ اڑتے ہوئے الخ''۔

گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ:

''فرشتہ کی جگہ لفظ عقاب چاہیے''۔

چھٹا- یعقوب کے دوسرے باب کی ۱۸ آیت میں مسطور ہے کہ:

''تو اپنا ایمان بے عمل کے مجھ پر ظاہر کر الخ''۔

اب گریسباخ اور شولز اسکو صحیح جانتے ہیں، مگر بہتیرے نسخوں میں یوں ہے کہ:

''تو اپنا ایمان عمل کے ساتھ مجھ پر ظاہر کر''۔

ساتواں- اعمال کے ۱۶ باب کی ۷ آیت میں مرقوم ہے کہ:

''روح نے انہیں جانے نہ دیا''۔

حالانکہ گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ:

''صحیح یوں ہے پر روح عیسیٰ نے انہیں جانے نہ دیا''۔

آٹھواں- افسیون کے ۵ باب کی ۲۱ آیت میں لکھا ہے کہ:

''خدا کے خوف سے ایک دوسرے کی فرمانبرداری کرو الخ''۔

اب گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ:

''خدا کی جگہ لفظ مسیح چاہیے''۔

نواں- مکاشفات کے پہلے باب کی ۱۱ آیت میں یوں ہے کہ:

''میں الفا اور امیگا اول و آخر ہوں''۔

اب گریسباخ اور شولز الفاظ اول و آخر الحاقی بتاتے ہیں۔

دسواں- متی کے ۱۹ باب کی ۱۷ آیت میں مسطور ہے کہ:

''اس نے اسے کہا کہ تو کیوں مجھے اچھا کہتا ہے، اچھا تو کوئی نہیں، مگر ایک یعنی خدا''۔

حالانکہ گریسباخ کہتا ہے کہ:

''یوں چاہیے کہ تو مجھ سے کیوں نیکی کی بابت پوچھتا ہے الخ''۔

مگر شولز پہلے الفاظ کو صحیح اور اصل جانتا ہے۔

گیارہواں- فیلپیوں کے ۴ باب کی ۱۳ آیت میں یوں مرقوم ہے کہ:

"مسیح سے جو مجھے طاقت بخشتا ہے، میں سب کچھ کر سکتا ہوں"۔

حالانکہ گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ لفظ مسیح الحاق کیا گیا ہے۔

بارہواں- اعمال کے ۸ باب کی ۳۷ آیت میں یوں مسطور ہے کہ:

"فیلپ نے کہا: اگر تو اپنے تمام دل سے ایمان لاتا ہے تو روا ہے، اس نے جواب میں کہا: میں ایمان لاتا ہوں کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے"۔

پھر ۹ باب کی ۵، ۶ آیتوں میں مذکور ہے کہ:

"اس نے پوچھا کہ اے خداوند تو کون ہے؟ خداوند نے کہا: میں یسوع ہوں، جسے تو ستاتا ہے، پینے کے کمیل پر لات مارنا تیرے لئے برا ہے، اس نے کانپ کے اور حیران ہو کر کہا اے خداوند تو کیا چاہتا ہے کہ میں کروں؟ خداوند نے اسے کہا الخ"۔

اور ۱۰ باب کی ۶ آیت میں لکھا ہے کہ:

"وہ ایک شمعون دباغ کے یہاں جس کا گھر سمندر کے کنارے ہے مہمان ہے، جو کچھ تجھے کرنا چاہئے وہ تجھ کو بتادے گا"۔

حالانکہ وہ لفظ جو ان آیات کے بیچ حلقہ میں ہیں گریسباخ اور شولز کے قول کے مطابق الحاق ہیں، (انتہی قول گوسن صاحب)۔

ان مذکورہ الفاظ و آیات کے سوا بعض اور آیات اور جملے ہیں جو بعض محققین کے مطابق الحاق ہیں، مثلاً یوحنا کے ۸ باب کی پہلی آیت سے ۱۱ تک، پھر یوحنا کے ۵ باب کی ۴ آیت، پھر متی کے ۶ باب کی ۱۳ آیت کے ان الفاظ پر کہ "بادشاہت اور قدرت اور جلال تیرا ہمیشہ ہے" الحاق کا گمان ہے، پھر متی ۲۷ باب کی ۳۵ آیت میں یہ الفاظ کہ "جو نبی کی معرفت کہا گیا پورا ہووے الی آخر

الآیت' یوحنا کے ۱۹ باب کے ۲۴ آیت سے متی میں داخل ہوئے ہیں۔

اور بعض آیات والفاظ مقدم موخر بھی ہوئے ہیں، مثلاً رومیوں کے ۸ باب کی پہلی آیت کے یہ الفاظ کہ ''جسم کے طور پر نہیں، بلکہ روح کے طور پر چلتے'' اسی باب کی چوتھی آیت سے مقدم ہوئے ہیں۔

اور پھر پہلے کرنتھیوں کے ۱۰ باب کی ۲۸ آیت میں یہ جملہ کہ ''زمین اور اس کی معموری خداوند کی ہے'' اسی باب کی ۲۶ آیت سے متاخر اور مکرر ہوا ہے۔

اور رومیوں کے ۱۶ باب کی ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ آیتوں کے حق میں گریسباخ کہتا ہے کہ:

''پندرہ باب کے شروع میں تھے اور متاخر ہو کر ۱۶ باب کے آخر میں داخل ہوئے''۔

خلاصہ! اگرچہ اور بھی الفاظ اور جملے ہیں، جن پر تبدیلی یا الحاق کا شبہ آتا ہے مگر عمدہ ترین یہی ہیں، جو مذکور ہوئے، یعنی ان میں تبدیلی اور الحاق اتنا نہیں ہوا جیسا کہ آیات مسطورہ میں، اور اس لئے انکا ذکر ضرور (ضروری) نہیں جانا اور جاننا چاہئے کہ اکثر ان آیتوں میں شبہ تبدیل نہ آیت یا جملہ بلکہ صرف ایک ہی لفظ پر ہے اور بس''۔

(یہاں تک عبارت پادری صاحب کی تھی جو انہیں کے الفاظ سے منقول ہوئی)۔

(صفحہ ۱۳۰):

''یہ بات سچ ہے کہ ویروس ریڈنگ بہت ہیں، اور کہ ہر حال میں تمام یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ صحیح کون ہے مگر ہماری بات اس پر نہیں تھی، بلکہ اس پر کہ باوجود ان سب ویروس ریڈنگ اور الحاق کے پھر بھی انجیل میں تحریف وتبدیل نہیں پائی ہے، یعنی اس کے تعلیمات واحکام وغیرہ میں فرق نہیں ہوا''۔

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)

نسخ کی بابت

(صفحہ ۴۶):

"جاننا چاہیے کہ توریت کی نسبت مسیحی لوگ نسخ کے قائل ہیں، مگر نہ اس مضمون سے محمدی توریت کو منسوخ کہتے، اور پھر قابل التفات واطاعت کے نہیں جانتے ہیں، بلکہ اس مضمون سے کہ توریت کے ظاہرات وفروعات یعنی توریت کے وہ احکام جو یہودیوں کی ظاہری عبادت کے رسم اور عادات اور ان کے ملکی انتظام وآداب سے علاقہ رکھتے تھے، مسیح کے ظہور سے منسوخ ہوئے ہیں"۔

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)۔

بہر حال کچھ بات بنادیں عیسائیوں کی مجال نہیں کہ جس تحریف اور نسخ کے ہم مدعی ہیں، اور ان کی تشریح اس کتاب میں چودہویں اور سترہویں سوال کے جواب میں گزری، انکار کرسکیں، اور پادری صاحب کے کلام میں کہیں جو مغالطہ یا دھوکہ ہے ان سوالوں کے جوابوں کے قاری پر مخفی نہیں رہ سکتا۔ والسلام۔

سند کی بابت

(صفحہ ۳۶):

"بعض صحیفوں (یعنی عہد عتیق کے بعض صحیفوں) کی بابت معلوم نہیں کہ کون سے نبی کے ہاتھ سے لکھے گئے ہیں، مثلاً ایوب، روط، سلاطین وغیرہ کے حق میں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ کس نبی نے ان کو لکھا ہے، اور بعض کتب میں اور نبیوں کی بات بھی داخل ہے، مثلاً کتاب زبور میں ایسے زبور بھی ہیں جو داؤد سے نہیں ہیں، اور ویسا ہی موسیٰ کی پانچویں کتاب کی آخری فصل، جس میں موسیٰ کی وفات کی خبر ہے، کسی اور نبی سے اس کتاب میں الحاق کیا گیا"۔

(صفحہ ۳۷):

"عبرانیوں کا خط، اس کے حق میں بالیقین تمام نہیں کہہ سکتے کہ کون سے حواری نے اس کو لکھا ہے، لیکن اغلب یہ ہے کہ پولس حواری نے اس کو لکھا ہے"۔

(صفحہ ۳۸):

"بعض نامجات کے حق میں مثلاً عبرانیوں کا دوسرا پطرس کا نامہ، دوسرے وتیسرے یوحنا کے نامے اور یعقوب اور یہودا کے نامے اور مکاشفات کے حق میں بعض قدماء کچھ شبہ رکھتے تھے کہ آیا فی الحقیقت حواریوں کے لکھے ہوئے ہیں کہ نہیں، اور اسی سبب سے یہ صحف اول ہی سے ہر وقت انجیل سے مجلّد نہیں ہوئے تھے"۔

(صفحہ ۳۹):

"لیکن نامہ مذکورہ بالا رفتہ رفتہ عموماً مسیحی جماعتوں میں مشہور ہو کر سب کو یقین ہوا کہ وہ صحف فی الواقع حواریوں کے ہیں، پس آخر وہ بھی کتاب انجیل سے ملائے گئے"۔

تثلیث کی بابت

(صفحہ ۷۱):

"اگرچہ مسیحی کلام الٰہی کے مضمون پر اب ابن اور روح القدس یعنی باپ بیٹے اور روح القدس کو ذات صفات وجلال میں متساوی جانتے اور مانتے ہیں، تب بھی کلام کے حکم کے بموجب اقانیم ثلاثہ کے درمیان میں امتیاز حقیقی رکھتے ہیں، اور ہر ایک اقنوم کے ساتھ شخصیت کو لگاتے ہیں، پر نہ اس مضمون سے کہ گویا تین ذات یا تین خدا ہیں، بلکہ صرف خدائے واحد کو مانتے ہیں، اور اس کی پاک ذات کی وحدانیت پر کلی اعتقاد رکھتے ہیں، اس طور پر کہ خدا کی پاک ذات میں اس طرح سے کہ وحدانیت معدوم نہیں ہوتی ہے تین شخصیت یا تین مخصوصیت یعنی

ذات کے ساتھ تین نسبت ذاتیہ یا تین اقنوم مستحسن اور مخفی جانتے ہیں، لیکن اس بات کی تفصیل اور ثبوت کہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ذات کی وحدانیت باوجود تین اقنوم کے معدوم نہیں ہوتی ہے، یہ انسان کی طاقت سے باہر اور عقل کی قوت سے خارج ہے''۔

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)

اور پہلے پادری صاحب شخصیت کے اطلاق سے گھبراتے تھے، لیکن جب ہم لوگوں کی تحریر میں اس پر لے دے دیکھی اور جواب نہ بن پڑا تو آپ بھی اب اس اطلاق کو گوارا رکھا۔

(صفحہ ۷۵):

''اس صورت میں کہ تثلیث اور الوہیت مسیح انجیل میں بیان اور حکم ہوا ہے، لہٰذا ایمان دار بندہ بے درک و دریافت کے ان کو فروتنی اور خوبی اور خوشی سے قبول کرتا اور ایمان لاتا ہے''۔

(یہاں تک پادری صاحب کا کلام تھا)

نسخوں کی تعداد جن سے مقابلہ ہوا

(صفحہ ۵۲ و ۵۳):

''اور عدد نسخ کا کہ مقابلہ ہوئے اس منوال پر ہے کہ میل، بنل، ویت، یسطین، گریساخ وغیرہ نے چھ سو چون اور شولز صاحب نے ۱۱۷۶(۱) قدیمی نسخوں کو مقابلہ کیا ہے۔

ڈاکٹر کوتن صاحب کی کتاب اسناد کے چوتھے باب کی تیسرے فصل کو

---

(۱) ان میں پہلے نسخے بھی داخل ہیں صفحہ ۵۲، شولز صاحب ڈاکٹر گریساخ کے تقریباً پچاس برس بعد ہوا ہے۔۱۲ منہ'' اختتام مباحثہ

دیکھیے، پس وہ نسخے جو مقابلہ میں آئے بہرحال بارہ سو سے زیادہ ہیں، اوران کے علاوہ فرنگستان کے کتب خانوں میں اور بھی نسخے ہیں کہ مقابلہ میں نہیں آئے ہیں، اس سبب سے کہ یا تو ان نسخوں کے مانند قدیم اور معتبر نہیں ہیں یا صرف ان کی نقلیں ہیں، اوران قدیم نسخوں میں سے جو مقابلہ ہوئے بعض پوری انجیل ہیں، بعض اناجیل اربعہ اور بعض انجیل کا ایک یا کئی ایک صحیفے اور بعض انجیل کی صرف ایک دو فصل یا کئی ایک فصل کے حصے ہیں۔

(صفحہ ۵۴):

''ڈاکٹر گوسّن صاحب کی کتاب کے چوتھے باب کی تیسری فصل سے اتنا ظاہر ہے کہ بہتیرے الفاظ گریساخ نے غلط سمجھے، شولز صاحب نے بتائے ہیں کہ صحیح اور اصل ہیں''۔۱۲

ختم المقابلۃ

الحمد للّٰہ علی نوالہ والصلٰوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ

اس دوسری جلد کی تصحیح مع جلد اول ازالۃ الشکوک محبی محمد یعقوب خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حوالدار پیشین کی شرکت میں فقیر عبدالوہاب کان اللّٰہ لہ و لاسلافہ نے شعبان المعظم ۱۲۸۸ ہجری میں مکمل کی۔

وصلی اللّٰہ علی جمیع الأنبیاء والمرسلین وعلی ملائکتہ أجمعین

آمین ثم آمین

حضرت مولانا کیرانوی اور تاریخ گوئی

تاریخ گوئی کا فن اردو ادب میں عنقا ہوتا جارہا ہے، حضرت مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس فن میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا، اشعار میں تاریخ گوئی اور مشکل کام ہے، مولانا موصوف نے بڑی روانی اور سلاست سے اشعار میں بھی تاریخ گوئی کی ہے، ازالۃ الشکوک کے اخیر میں مولانا مرحوم نے تاریخ گوئی پر مشتمل چند اشعار کہے ہیں انہیں بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے، حضرت مولانا کیرانوی نے اپنی اکثر تصنیفات میں سن تصنیف بیان کرنے کے لئے تاریخ گوئی کا سہارا لیا ہے خواہ اشعار کی شکل میں یا الفاظ کی صورت میں یہاں طوالت کے خوف سے صرف ازالۃ الشکوک سے نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

ہے جو یہ از فضل رب کردگار ۔۔۔ نقش دلکش خوب رنگین پائیدار
دیتا ہے ہاتف ندا تاریخ لکھ ۔۔۔ اس کی یوں "ہو خیر جاری یادگار"
"ہو ہدایت (۱۲۷۱) خیر کی" لکھ ۔۔۔ دوسری تیسری "باغ براہین کرشار"
پھر "مضامین رنگین" چوتھی یا پانچویں ۔۔۔ "لکھ خیالات بزرگ" اے نامدار
گن "کمال فخر فکر" اس کی چھٹی (۶) ۔۔۔ پھر "ظفر کامل" کو دے ہفتم قرار
لکھ "یہ دو خورشید (۱۲۷۱) لامع" اٹھویں (۸) ۔۔۔ اس کی دو جلدوں کا کرکے اعتبار
"کامل فخر منیر" ہے (۱۲۷۱) گی نویں (۹) ۔۔۔ کیجیو فرخ اسے پروردگار
"کار مرضی" دسویں (۱۲۷۱) لکھ کر گیارھوں (۱۱) ۔۔۔ لکھ "زہے پیر مغز" اے والا تبار
بعد اس کے گرہوس ہوا ے عزیز ۔۔۔ بارہویں کی لکھ لے "نغز و آبدار" (۱۲۷۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازالۃ الشکوک ادبی نقطۂ نظر سے

ازالۃ الشکوک میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اردو کے صاحب طرز ادیب اور انشاء پرداز معلوم ہوتے ہیں، عبارت رواں دواں، کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی، سادگی و برجستگی ہر ہر صفحہ اور پیراگراف سے عیاں، زبان عربی اور فارسی الفاظ سے گراں بار نہیں، جگہ جگہ ہندی اور مقامی الفاظ کا حسین آمیزش۔

یہ کتاب اس دور میں لکھی گئی جب ہمارا ملک ہندی اور اردو کی کشمکش سے پاک تھا، دونوں زبانوں میں صرف رسم الخط کا فرق تھا، نہ ہندی زبان کو سنسکرت کے آڑے ٹیڑھے شبدوں کی بیڑیاں لگی تھیں نہ اردو کو ناموس عربی و فارسی الفاظ سے جکڑا گیا تھا، بلکہ دونوں کے ناموں کے درمیان بھی کوئی بڑا خط امتیاز نہیں کھینچا گیا تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت مولانا کیرانوی نے اپنی اردو کتابوں (ازالۃ الشکوک، اعجاز عیسوی وغیرہ) میں کتب مقدسہ کے اردو تراجم کو "ترجمۂ ہندیہ" ہی کے نام سے موسوم کیا ہے، ازالۃ الشکوک کے اس نئے ایڈیشن میں بھی اسی کو باقی رکھا گیا ہے۔

ازالۃ الشکوک کا زمانہ تصنیف ۱۲۶۹ھ-۱۲۷۱ھ ہے، اس کتاب کی تصنیف پر ڈیڑھ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن اگر کچھ متروک الفاظ اور بعض نامانوس تعبیروں سے چشم پوشی کرلیں تو محسوس ہوتا کہ یہ دور حاضر میں لکھی ہوئی کتاب ہے، پوری کتاب اردو نثر کے اعلیٰ نمونوں سے بھری ہوئی ہے لیکن تاریخ ادبِ اردو پر لکھنے والے پیشہ ور مصنفین کو اتنی فرصت اور توفیق کہاں ہے کہ ان مذہبی کتابوں سے اردو ادب کے بہترین نمونے لے کر انہیں اردو ادب کی تاریخ میں جگہ دیں۔

حضرت مولانا کیرانوی صرف اردو کے بہترین نثر نگار ہی نہیں تھے بلکہ اردو

شعر گوئی میں بھی انہیں کمال حاصل تھا، ازالۃ الشکوک میں حضرت مولانا کیرانوی کے اشعار ان کی قادر الکلامی، برجستہ گوئی اور بلند ادبی و شعری کی نشاندہی کرتے ہیں یہاں پر حمد، نعت اور مناجات کے چند اشعار بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں۔

نظم

بدیع السموات و الارض ہے — عبادت اسی کی فقط فرض ہے
نہیں کوئی موجود اس کے سوا — نہیں کوئی معبود اس کے سوا
خدائی میں بے مثل وضد ہے وہی — ولم یولد اور لم یلد ہے وہی
نہیں اس کی تحمید حد بشر — کہ اپنی بھی اس کو نہیں کچھ خبر

نظم

وہ ہے مرکز عالم کن فکان — وہ ہے باعث صحت جسم وجان
چلے حکم کے ساتھ جس کے درخت — ہوئے نقش پا بر سر سنگ سخت
کیا جس نے ماہِ دو ہفتہ کو دو — بلائے نہ کیوں عمر رفتہ کو دو
منگا ایک برتن میں پانی قلیل — رکھا ہاتھ اس میں باذن جلیل
ہر اک انگلی سے چشمہ جاری ہوا — جسے جتنا منظور تھا پی لیا
حجر اور شجر نے بھی کی یہ ندا — سلام علیک اے رسول خدا
وہ لاریب محبوب معبود ہے — وہی خلق آدم سے مقصود ہے
مراتب ہوں اس کے بیاں مجھ سے کیا — کہ ہیں اس کی امت میں کالانبیاء

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ازالۃ الشکوک کی اہمیت وخصوصیات پر ان صفحات کو اس مناجات اور دعا پر ختم کیا جائے جس پر حضرت مولانا مرحوم نے اپنی اس کتاب کو ختم کیا ہے۔

مناجات

یا الٰہی تو ہے غفار الذنوب — اور بڑا ذوالفضل ستار العیوب
ہر گھڑی عصیاں بنا میرا شعار — عمر غفلت میں کٹی انجام کار
میں نہ لایا حکم کو تیرے بجا — بلکہ ہر لحظہ رہا کرتا خطا
ہر طرح کے جرم کا مصدر بنا — ہر وضع مذموم کا مظہر بنا
امر سے تیرے رہا منہ موڑتا — نہی پہ تیرے رہا میں دوڑتا
ہے نہیں میرے گناہوں کی شمار — جیسے تیرے فضل کی اے کردگار
لیک با ایں روسیاہی یا اللہ — تیرے در پہ آیا ہوں میں عذر خواہ
اور مانگوں ہوں بامید نجات — تجھ سے اے میرے حقِ والا صفات
یہ دعا اب یا رحیم و یا غفور — عفو فرما میرے سب جرم و قصور
فضل سے اپنے مجھے دلشاد رکھ — رحمت اپنے میں مجھے آباد رکھ
اپنے سب بندوں مقدس کے طفیل — رکھ مدام اپنے کرم کے ریل پیل
اہل دنیا کی طرف حاجت نہ چھوڑ — رشتہ اس حاجت کو تو دے توڑ موڑ
ہاتھ یا دل یا زبان سے ذوالجلال — ماسوا اپنے نہ کروانا سوال
زندگی بھر اپنے رستہ پر چلا — پھر مجھے ایمان سے تو لے اٹھا
بعد مرنے کے جہنم سے بچا — جود سے اپنے تو کر جنت عطا
پھر رضا اپنی سے کر کے سرفراز — رکھ تو اپنے قرب میں اے بے نیاز

ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو اخطانا ربنا ولا تحمل علينا إصراً كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا أنت مولنا فانصرنا على القوم الكافرين-